اردو ترجمہ

نساء مبشرات بالجنة

جنّت کی خوشخبری پانے والی خواتین

مصنف

احمد خلیل جمعہ

مترجم

مولانا ثناء اللہ محمود

مدرس جامعہ احسن العلوم کراچی

دارالاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان ۰۲۱۔۲۶۳۱۸۶۱

عرض ناشر

زیر نظر کتاب "جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین" الحمدللہ طبع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ دارالاشاعت سے اس سے پہلے بھی ماشاء اللہ نہایت مستند کتب شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں۔ اس کتاب میں آپ کو ان خوش نصیب خواتین اسلام کے حالات اور کارنامے، پڑھنے کو ملیں گے جن کو حضور اقدس ﷺ نے جنت کی خوشخبری عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ اس کے مطالعہ سے وہ بصیرت عطا فرمادے کہ ہم بھی کوشش کریں ہماری زندگیوں میں ان خواتین کی سیرت واسوہ کی جھلک نظر آسکے اپنے اعمال واخلاق کی اصلاح کی فکر پیدا ہو سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان خواتین کی محبت وعظمت کا صحیح اندازہ ہو کہ کس طرح اسلام کی حفاظت کے لئے انہوں نے مصائب واذیتیں برداشت کیں اور قربانیاں دے کر حضور اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے خوشخبری پانے کی حقدار بنیں۔

خواتین اسلام کے بارے میں مختلف انداز سے اور خواتین کے مسائل پر جو کتب ہمارے ہاں شائع ہو چکی ہیں یا ہونے والی ہیں وہ کچھ درج ذیل ہیں۔

(۱) تحفہ زوجین	حضرت تھانویؒ
(۲) بہشتی زیور	حضرت تھانویؒ
(۳) اصلاح خواتین	حضرت تھانویؒ
(۴) اسلامی شادی	حضرت تھانویؒ
(۵) پردہ اور حقوق زوجین	حضرت تھانویؒ
(۶) اسلام کا نظام عفت وعصمت	مفتی ظفیر الدین
(۷) حیلہ ناجزہ یعنی عورتوں کا حق تنسیخ نکاح	حضرت تھانویؒ
(۸) خواتین کے لئے شرعی احکام	اہلیہ ظریف تھانویؒ
(۹) سیر الصحابیات مع اسوہ صحابیات	سید سلیمان ندوی
(۱۰) چھ گناہگار عورتیں	مفتی عبدالرؤف صاحب
(۱۱) خواتین کا حج	مفتی عبدالرؤف صاحب

(۱۲) خواتین کا طریقہ نماز	مفتی عبدالرؤف صاحب
(۱۳) ازواج مطہرات	ڈاکٹر حقانی میاں
(۱۴) پیارے نبیؐ کی پیاری صاحبزادیاں	ڈاکٹر حقانی میاں
(۱۵) نیک بیبیاں	حضرت میاں اصغر حسین صاحب
(۱۶) جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین	احمد خلیل جمعہ
(۱۷) دور نبوتؐ کی برگزیدہ خواتین	احمد خلیل جمعہ
(۱۸) ازواج الانبیاء	احمد خلیل جمعہ
(۱۹) تحفہ خواتین	مولانا عاشق الٰہی
(۲۰) مسلم خواتین کے لئے بیس سبق	مولانا عاشق الٰہی
(۲۱) زبان کی حفاظت	مولانا عاشق الٰہی
(۲۲) شرعی پردہ	مولانا عاشق الٰہی
(۲۳) میاں بیوی کے حقوق	مفتی عبدالغنی صاحب
(۲۴) مسلمان بیوی	مولانا ادریس صاحب
(۲۵) دور تابعین کی نامور خواتین	احمد خلیل جمعہ

امید ہے کہ ہماری اس کوشش کی کماحقہ پذیرائی کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خلوص کے ساتھ کام کی توفیق عطا فرمائے اور دنیا و آخرت میں ہماری کوششوں کو قبول فرمالیں۔ آمین

تمام قارئین سے درخواست ہے کہ احقر کے لئے والدین اور اہل خانہ کے لئے عافیت دارین کے لئے دعا فرمائیں۔

والسلام مخلص

خلیل اشرف عثمانی

ولد الحاج محمد رضی عثمانی

فہرست مضامین

اول

مقدمہ از مؤلف

تمام تعریفیں اس رب کائنات کے لئے ہیں جس کی نعمتیں کثیر ہیں۔
اور قیامت تک درود و سلام ہو اس نبی پر کہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں، اور ان کی آل پر، ان کے صحابہ پر، سب پر اور ان پر جو ان کی چمکتی سنّتوں کی پیروی کرتے ہیں اور انکی دعوت کی ہی طرف بلاتے ہیں۔
امّا بعد!
تاریخ اسلامی کے روشن پہلوؤں پر غور کرنے سے ہمیں حیرت انگیز مناظر ان لوگوں کے ملتے ہیں جنھوں نے اللہ پر ایمان اور سنّت مصطفیٰ ﷺ پر قول، فعل اور حال کے ذریعے عمل کیا تو ان کا یہ عمل باغیچۂ حیات میں اخلاص ایثار اور بھلائی کا فیض دیتا ہوا پھیل گیا اور انھوں نے اپنے ایمان سے نور کے مرکز اور استقامت کے مضبوط قلعہ تعمیر کئے اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہی چلتے رہے
اور نبی کریم ﷺ نے ان صحابہ کرام کے گروہ کی طرف جنھوں نے خود پر جو واجب تھا پایا اور جان گئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور دین پر اپنی پختگی کے اعتبار سے اور عقیدہ پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں بھلائی کے اسباب اور کامیابی کے لوازم مہیا کر دیئے اور ان کے سامنے خوبیوں کے

حصول کے راستے کھول دیئے۔

اور میں نے سوچا کہ ان منور محرابوں کو جمع کروں جن کی خوشبو پھیلے اور اس کی مہک ہر جگہ پہونچے، ذہن معطر ہوں اور ان خوبصورت مثالوں کی طرف ان صفات اور صلاحیتوں کو پہنچایا جائے جس کا التزام ہماری کتاب کے ان مہمانوں نے کر رکھا تھا۔

یہ لوگ خیر القرون میں حقدار اور لوگوں میں واقعی افضل ترین تھے انہوں نے اچھی صفات اپنائیں اور اسی بنیاد پر زندگی گزاری۔

اور میں نے اس سے پہلی کتاب میں ان چند افراد کے بارے میں گفتگو کی تھی جنہوں نے بزبان رسول ﷺ اس وقت جنت کی خوشخبری سنی جب آپ ﷺ نے انہیں ایمان پر ہونے اور انکے نفوس کے صاف باطن کی گواہی دی اور ان کے چھپے ہوئے اعتماد کو جان لیا جو ایمان، صبر، یقین، سخاوت، قربانی اور فدا ہونے کی حد تک تھا۔ گویا کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو یہ سند عطا فرمادی جس سے وہ اللہ کے حکم سے جنت میں داخل ہونے کے حقدار بن گئے۔

اور آج ہم اس کتاب میں اس دوسری جماعت سے جو جنت کی خوشخبری سننے والی خواتین کی ہے گفتگو کریں گے۔ اور ان کے بہترین دور کو ان واقعات اور روایات کی روشنی میں جو دور نبوت میں پیش آئے بیان کریں گے۔ اور یہ تعبیر کی صورت میں بیان کیا جائے گا۔ اور اسی کے ذیل میں ہر شخصیت کو نکات کے بیان کے ساتھ استفادہ کے دروس کے ساتھ اور عبرت و نصیحت آموز واقعات کے ساتھ اور ان کی بلند شخصیت کی خوبیوں کے ساتھ بیان کیا جائیگا۔ اور پھر ہم ان کا اسوۂ حسنہ ظاہر کر کے ان کی نیک اقتداء کرنے کو واضح کریں گے کہ جس سے وہ معروف تھیں اور جو ان سے نقل کیا گیا۔

اور میں نے اس کتاب میں ہر خاتون کی زندگی اور ان سے موصوف اخلاق قویمہ، اور ایمان یقین اور سچائی کے چھلکتے جذبات کو بیان کیا ہے جو ان کی زندگی کے اہم واقعات کی معراج ہیں اور ان کے ممتاز مرتبہ کی خصوصیات ان کے روشن قصے اور پُر نور واقعات کو بھی بیان کیا ہے۔

میں نے کوشش کی ہے کہ میں ان پاکیزہ اور جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین کی زندگی کو خوب واضح اسلوب اصل عبارت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے، قرآنی آیات اور

احادیث نبویہ کے دلائل دیتے ہوئے علماء کے اقوال اور شہادت کی روشنی میں بیان کروں تاکہ صحیح شکل سامنے آسکے اور عام انداز کی دوری کھل جائے۔

اور اس کے لئے میں نے تاریخ کی بڑی کتابوں اور احادیث کی کتب اسباب نزول کے بیان اور نبی کریم ﷺ کی کتب سیرت اور بعض تفاسیر سے مدد لی ہے تاکہ ہر شخصیت کا ہر پہلو خوب واضح اور روشن ہو کر سامنے آجائے۔

یہ سفر اگرچہ بڑا خوب صورت اور حیرت انگیز ہے مگر تھکا دینے والا ہے تو اس کتاب میں جنت کی خوشخبری پانے والی دس خواتین کے بارے میں گفتگو موجود ہے۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) اُمّ المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا
(۲) فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا
(۳) اُمّ حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا
(۴) نسیبہ بنت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہا
(۵) اُمّ رومان بنت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہا
(۶) برکتہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
(۷) الربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
(۸) سمیہ بنت خباط رضی اللہ تعالیٰ عنہا
(۹) کبشہ بنت رافع (اُمّ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)
(۱۰) اُمّ المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کا بیان پہلے حصہ میں ہوگا اور دوسرے جزء میں دوسری دس خواتین کا بیان ہوگا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاھن۔

اور میں اللہ تعالیٰ عزّوجلّ سے دعا مانگتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے اس کام کو خالص اپنی رضا کے لئے بنادے اور میری طرف سے اسے قبول کرلے اور قیامت کے دن میرے صحیفۂ اعمال میں اس کا ثواب کردے اور جس دن ہم سبحانہ وتعالیٰ سے ملیں تو وہ اپنے فضل اور رحمت سے ہم سے راضی ہو۔

والحمد للہ رب العٰلمین (احمد جمعہ)

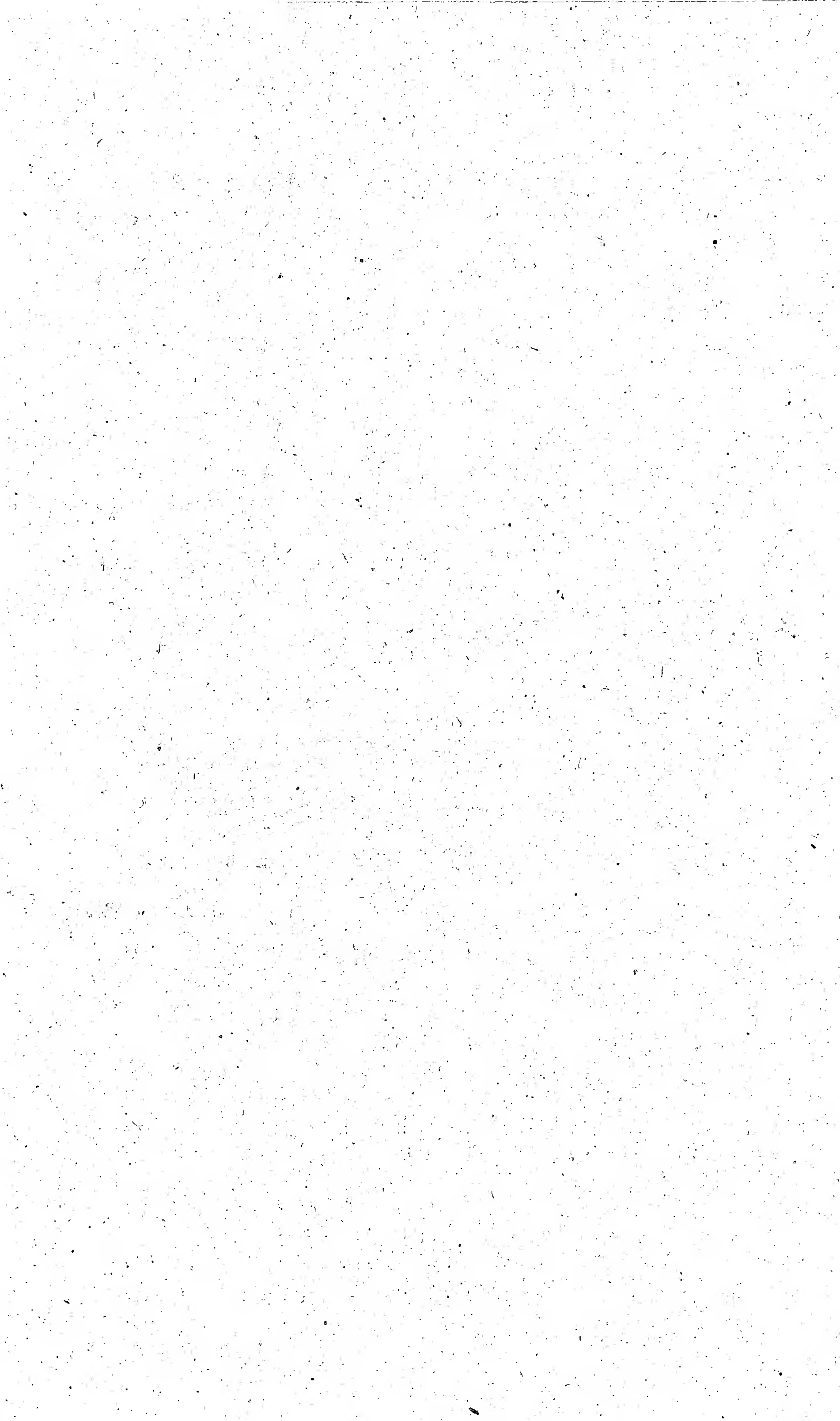


اوّل (۱)

اُمّ المومنین حضرت خدیجہ بنت خُویلد رضی اللہ عنہا

حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس جبریل امین تشریف لائے اور فرمایا کہ خدیجہ بنت خویلد کو اللہ تعالیٰ کی اور میری طرف سے سلام عرض کر دیں اور انہیں ہیرے جواہرات سے جڑی جنت کی خوشخبری سنا دیں جس میں کوئی شور شرابا ہے نہ کوئی تھکاوٹ۔

اھل جنت میں افضل خاتون خدیجہ بنت خویلد ہیں (الحدیث)



حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

پاک دامن مبارک خاتون...... پاکیزگی اور برکت کے دامن میں خلوص اور ایثار کی چوٹی پر ہم اپنی ماں اُمّ المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ ابن اسد القرشیہ الاسدیہ کی سیرت کے سائے میں خوش بختی کے ساتھ زندہ ہیں۔ یہ ہمارے آقا اور محبوب رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ہیں۔

ہم میں سے کون اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حق کو پورا کر سکتا ہے یا اس کا بدلہ دے سکتا ہے۔ لیکن ہم کوشش کریں گے کہ گم گشتہ حوالوں سے برکت اور بھلائی کی باتیں ان کی سخاوت بھری زندگی کے احوال بیان کریں۔

حضرت خدیجہ نے فضائل کے ساتھ آراستہ، اور آداب کے ساتھ مزین ہو کر پرورش پائی اور عفت، شرف اور کمال سے متصف ہوئیں حتیٰ کہ اپنے زمانے میں مکہ کی خواتین میں "طاہرہ [1]" کے لقب سے معروف ہوئیں۔

یعنی حضرت خدیجہ "سیدہ" "طاہرہ" یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ حضرت خدیجہ اس مہکتے ہوئے مبارک لقب سے سرفراز ہوئیں۔ اور یہ اس زمانے کی بات ہے جب جاہلیت کا سمندر موجیں مار رہا تھا اور عورتوں کی بھی قیمت لگائی جاتی تھی۔

اُمّ القریٰ (مکہ) میں پاک دامن خدیجہ سن ۶۸ (قبل ہجرت) میں پیدا ہوئیں اور یہ عام الفیل سے تقریباً پندرہ سال قبل کا وقت ہے۔ [2]

ان کی والدہ فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم القرشیہ تھیں جن کا تعلق بنی عامر بن لوئی سے تھا۔ اور ان کے والد خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ۔ قریش کے معززین میں سے تھے ان کا انتقال "یوم الفجار" میں ہوا تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پہلے ابوہالۃ بن زرارہ التمیمی کی زوجہ تھیں [3] انکا انتقال

---

[1] اس بارے میں اسد الغابۃ ملاحظہ فرمائیں ترجمہ ۶۸۶۷
مزید دیکھئے الاصابۃ (ص ۴۷۳ / ۴) الاستیعاب (ص ۲۷۱ / ۴)

[2] یہ سن ۵۵۶ عیسوی کے مطابق ہے۔ [3] الاشتقاق (ص ۱۴۲، ص ۲۰۸)

ہونے کے بعد عتیق بن عابد المخزومی [۱] سے نکاح ہوا، پھر انکے بعد آنحضرت ﷺ کے عقد میں آئیں۔

جب حضرت خدیجہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئیں تو انکا ستارہ چمکا اور انکی فضیلت ظاہر ہوئی۔ اور یہ مکہ کی تمام خواتین کی سردار بن گئیں بلکہ سارے جہان کی خواتین کی۔

اور حدیث ہے کہ "تمہیں خواتین جہاں میں سے، مریم بنت عمران خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد ﷺ اور آسیہ زوجۂ فرعون [۲] کافی ہیں"

طاہرہ ایک بلند مرتبت خاتون ...... حضرت خدیجہ طاہرہ مکہ کی خواتین میں مال، شرافت اور مرتبے کی حیرت انگیز مثال تھیں۔ انکی بڑی وسیع تجارت تھی یہ بااعتماد لوگوں کو مستاجر بنا کر ازکا حصہ مقرر کر کے انہیں تجارت کے لئے بھیجا کرتی تھیں اسی دوران خدیجہ طاہرہ ایک امانت دار نوجوان محمد بن عبداللہ سے واقف ہوئیں جس کا نسب ان کے نسب سے قصی بن کلاب میں جا کر ملتا تھا، [۳]

اور حضرت خدیجہ بڑی دور اندیش اور ذو فراست معروف تھیں۔ وہ صبح و شام محمد ﷺ کو دیکھتیں اور ان کے مہکتے واقعات سنا کرتیں۔

اور آنحضرت ﷺ کے اخلاق اور صفات جمیلہ دنیا کو معطر کر رہی تھیں اور مختلف لوگوں کے دلوں میں گھر کر رہی تھیں اور اسی لئے حضرت خدیجہ انہیں تجارت کے لئے بھیجنے کی طرف راغب ہوئیں تو انہیں پیغام بھیجا اور کہا تمھاری سچائی اور عظیم امانت داری اور اچھے اخلاق کی وجہ سے میں تمہیں پیغام بھجوانے پر مجبور ہوئی ہوں میں آپ کو تجارت میں آپ کی قوم کے لوگوں سے دگنا حصہ آپ کو دوں گی۔

تو نبی ﷺ نے اس پیشکش کو قبول فرمالیا اور جب ابو طالب رضی اللہ عنہ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا طاہرہ کی پیشکش کا سنا تو آنحضرت ﷺ کو کہا کہ یہ رزق اللہ نے تمھارے پاس بھیجا ہے۔

---

۱ دیکھئے اسد الغابۃ ترجمہ (ص ۶۸۶۷) ۲ یہ حدیث ترمذی میں حضرت انس کی روایت سے آئی ہے۔ دیکھئے جامع الاصول (ص ۹/۱۲۵)

۳ حافظ ابن حجر نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے لکھا ہے کہ یہ باقی ازواج کے مقابلے میں آپ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب تھیں۔

طاہرہ یکتائے روزگار...... ابو جعفر طبری ابن کثیرؒ اور ابن سید الناس نے معمر سے امام ابن شہاب زہری کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ

آنحضرت ﷺ نوجوانی کی عمر کو پہنچے تو ان کے پاس کچھ زیادہ مال نہیں تھا خدیجہ بنت خویلد نے انہیں "حباشہ" جو تہامہ کا بازار ہے تجارت کے لئے بھیجا اور ان کے ساتھ ایک اور قریشی شخص بھی مستاجر تھا۔ جس کے بارے میں آنحضرت ﷺ کے ایک ارشاد میں اشارہ ہے کہ "میں نے خدیجہ جیسی کوئی اجیر نہیں دیکھی میں اور میرا ساتھی جب لوٹتے تو ہمیں اس کے ہاں سے قیمتی تحفہ ملا کرتا جو وہ ہمارے لے ھدیۃً دیتی تھیں۔"

حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کی سچائی امانت اور اچھے اخلاق کو محسوس کر لیا تھا اور وہ ان کی لئے خوب عطیات تحفے وغیرہ دیا کرتیں۔ اور جب آنحضرت ﷺ پچیس سال کی عمر کو پہنچے تو ان کا سامان تجارت لے کر ان کے غلام کے ساتھ شام کا سفر کیا اور ان کا سامان بیچا اور جو چاہا خریدا اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کے عام منافع سے دو گنا منافع کمایا اور پھر وہاں سے مکہ معظمہ لوٹ آئے اور ان کی اپنے ذمہ سے امانت اور بڑی عظیم ذہانت کے ساتھ کی ہوئی تجارت وغیرہ کا حساب انہیں دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی حفاظت کی اور ان کی رعایت کے ساتھ ان کی نگرانی کی یہاں تک کہ یہ سفر خیر وبرکت کے ساتھ "جو آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک کا اثر تھا" پورا ہوا۔

اور مکہ میں میسرہ (خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام) نے آنحضرت ﷺ کے اخلاق کریمہ اچھی مصاحبت، عظیم امانت داری کا چرچا کرنا شروع کر دیا بلکہ اس نے تو وہ آنحضرت ﷺ کی کرامات نبوت جو اس نے محسوس کیں اور دیکھیں بیان کرنا شروع کر دیں۔ اور جو کچھ اس نے اس خوب صورت سفر میں آنحضرت ﷺ کے بہت سے خصائص دیکھے۔ اور میسرہ نے ان کی سچائی کی مبارک گواہی بھی اپنی مالکن کو دے دی تو وہ ان کی امانت داری اور سچائی سے بہت مسرور ہوئیں۔ اور انہیں جو برکت اور منافع جو ان کی وجہ سے ملا تھا اس سے بہت خوش تھیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اعزاز لکھ دیا تھا اور ان سے خیر کا ارادہ فرما لیا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں وہ مبارک اور مکرم خیال ڈالا جس نے انہیں دونوں جہانوں میں خوش بخت بنا دیا۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا طاہرہ اور مبارک بندھن ......مکہ کے سرداران ،اور بڑے بڑے رئیس حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے خواہشمند تھے مگر انہوں نے سب کو انکار کر دیا لیکن نبی کریم ﷺ میں انہیں جو خوبیاں نظر آئیں ان کی وجہ سے ان کا رخ اس طرف ہو گیا اور انہوں نے اپنی ایک سہیلی نفیسہ[1] بنت منیۃ کو اپنے دل کی بات بتادی۔ تو یہ نفیسہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور ان سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے رشتہ کے بارے میں بات کی اور کہا کہ اے محمد ﷺ! آپ کو شادی سے کیا چیز مانع ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے ہاتھ میں شادی کے لئے کچھ نہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ اگر تمہیں کفایت ہو جائے اور خوبصورتی ،مال، شرافت اور کفائت کی طرف دعوت ملے تو کیا ہامی نہیں بھر دگے۔ آپ نے فرمایا وہ کون ہے۔ انہوں نے کہا خدیجہ ہے۔ آپ نے فرمایا یہ میرے ساتھ ۔کیسے ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا یہ میرے ذمہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔

نفیسہ حضرت خدیجہ طاہرہ کے پاس اپنی مہم میں کامیابی کی خبر لے کر لوٹیں اور انہیں بتایا کہ محمد ﷺ شادی کے لئے تیار ہیں۔ تو خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچا عمرو بن اسد کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کی شادی کرادیں تو وہ آگئے اور آنحضرت ﷺ آل عبد المطلب کو لے کر آئے جن میں آپ ﷺ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ، ابو طالب رضی اللہ عنہ اور ان کا استقبال حضرت خدیجہ کے چچا اور چچاز اد بھائی ورقہ بن نوفل نے کیا اور ابو طالب نے خطبہ پڑھا اور حیرت انگیز الفاظ کہے۔ ہم ان کے کچھ الفاظ نقل کرتے ہیں۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ابراہیم ؑ کی اولاد اور اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے بنایا۔ اور ہمیں اپنے گھر کے محافظ اور اپنے حرم کا نگہباں بنایا اور ہمارے لئے ایک محترم گھر اور محفوظ حرم بنادیا۔ پھر۔ یہ میرا بھتیجا محمد بن عبد اللہ ہے جس کا، شرافت ،ذہانت اور فضیلت میں اگر قریش کے کسی آدمی سے موازنہ کیا جائے تو اسی کو ترجیح دی جائے گی ....اور حضرت محمد ﷺ کی قرابت کو تم جانتے ہو......اور انہیں خدیجہ بنت خویلد میں رغبت ہے اور خدیجہ کو بھی ان میں رغبت ہے اور جو مہر

---

[1] نفیسہ۔ نون کے پیش اور فاء کے زبر کے ساتھ ہے۔منیہ ان کی والدہ کی طرف نسبت ہے بعض کتابوں میں لکھا ہے "بنت امیہ" اور امیہ والد ہیں۔ یہ مشہور جلیل القدر صحابی یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہے۔

آپ چاہیں میں دینے کو تیار ہوں۔ حضرت خدیجہ کے ضعیف [1] چچا عمرو بن اسد نے ان کی موافقت کی اور کہا کہ یہ وہ نر ہے جسے ناک میں زخم نہیں لگایا جاتا۔ [2]

تو نبی کریم ﷺ نے خدیجہ طاہرہ سے شادی کر لی اور ان کا مہر میں بیس جوان اونٹ دیئے گئے جنہیں ذبح کر کے لوگوں کو کھلا دیا گیا۔ علامہ بوصیری نے اپنے اشعار میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔

وراءته خدیجة و التقی و الزهد — دفیه سجیة و الحیاء

اور خدیجہ نے ان میں تقویٰ زہد [3] — اور حیاء چمکتی دیکھی

واتا ماان الغمامة و السرح — اظلته منهما افیاء

اور اس کو سمجھ آیا کہ بادل اور سرح نامی درخت ان دونوں کا سایہ اس پر ہے

واحادیث ان وعد رسول اللّٰہ — بالبعث حان منه الوفاء

اور رسول اللہ کے مبعوث ہونے کا جو وعدہ کیا گیا ہے
اس کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے

فدعتهالی الزواج وماحـ — سن ان یبلغ المنی الا ذکیاء

توانہوں نے زواج کی دعوت دے دی۔
اور کیا ہی اچھا ہوا کہ آرزو میں اچھے لوگوں پہنچیں۔

اس وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی جو ماں ہونے کی پوری عمر ہے اور محمد ﷺ کی پچیس سال عمر تھی جو عین شباب کا زمانہ تھا اور مبارک زواج میں حضرت

---

[1] دیکھئے کتاب الاشتقاق (ص ۹۲)

[2] یہ محاورہ ہے جو ایسے معزز شخص کے لئے بولا جاتا ہے جو برابری کا ہے۔ عربوں کے ہاں رواج تھا کہ وہ جب کسی نر اونٹ کو خراب نسل دیکھتے تو اس کی ناک میں زخم لگا دیتے تا کہ وہ اونٹنی کے پاس نہ جائے اور اگر اچھی نسل کا ہوتا تو اس کو ایسا نہیں کرتے۔ حضرت خدیجہ کے چچا کی مراد یہ تھی کہ ان کا رشتہ ٹھکرایا نہیں جا سکتا۔ [3] السرح ایک بڑا درخت ہے۔

خدیجہ ایک اپنی محبت کے ساتھ ایک وفا شعار خاتون ثابت ہوئیں اور یہ دل جوئی، شفقت، توجہ میں کامل تھیں جس طرح بکری اپنے بچے کے لئے۔

خدیجہ طاہرہ، کثیر الاولاد محبت کرنے والی خاتون...... یہ شادی بڑی ہی مبارک اور نیک بخت تھی، اور محمد ﷺ بہترین شوہر اور خدیجہ بہترین وفا شعار بیوی تھیں یہ دونوں بڑے خوش و خرم رہے اور ان میں مثالی محبت قائم ہوئی، قائم رہنے کے عوامل بھی طویل تھے خدیجہ نے اپنے ایثار، کرم اور نیکی میں حیرت انگیز مثال قائم کی، اور جب انہیں معلوم ہوا کہ ان کے شوہر زید بن حارثہ [1] کو پسند کرتے ہیں تو انہوں نے اپنا غلام انہیں ہبہ کر دیا۔ اور اس سے ایک منزلت آپ ﷺ کے دل میں اور بڑھ گئی۔

اور جب آنحضرت ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی علی بن ابی طالب کو اپنی کفالت میں لیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا طاہرہ کے پاس ایک مشفق ماں، مہربان دل اور نیک معاملہ گر کو پایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس مبارک شادی کو اولاد کے ذریعے کمال عطا فرما دیا اور حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی اسی کی وجہ سے آپ ﷺ کی کنیت ابو القاسم ہوئی پھر زینب، رقیہ، امّ کلثوم رضی اللہ عنہن پیدا ہوئیں اور یہ قبل از نبوت پیدا ہوئے اور اسلام میں عبد اللہ کی ولادت ہوئی جنہیں طیب اور طاہر کا نام دیا گیا۔ اور ہر بچے کے مابین ایک سال کا فرق تھا اور حضرت خدیجہ ان کے لئے دودھ پلانے والی آیا تلاش کر کے بچے کی پیدائش سے پہلے ہی تیار کر کے رکھتیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دو لڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

قاسم، عبد اللہ، زینب، رقیہ [2] فاطمہ اور امّ کلثوم، اور ایک بیٹے ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کے سب صاحبزادے بچپن ہی میں وفات پا گئے البتہ لڑکیوں نے دور اسلام پایا اسلام قبول کیا اور ہجرت بھی کی۔ حضرت رقیہ اور امّ کلثوم یکے بعد دیگرے حضرت عثمان کے عقد میں آئیں اور زینب، ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کی زوجہ بنیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں

[1] ان صحابی کی سیرت ہماری کتاب، رجال مبشرون بالجنۃ میں ملاحظہ فرمائیں۔
[2] دیکھئے، دلائل النبوۃ بیہقی (ص ۷۰/ ۲)

آئیں۔ [1]

اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ سب صاجزادیاں آپ ﷺ کی زندگی ہی میں وفات پا گئیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد فوت ہوئیں۔

طاہرہ اور طلوع فجر...... نبی کریم ﷺ اپنی قوم میں اپنی صفات کی وجہ سے ممتاز تھے اور ان میں سب پر فوقیت رکھتے تھے حتیٰ کہ لوگوں نے انہیں "امین" کا لقب دے دیا تھا اور اس کی وجہ آنحضرت ﷺ میں جمع احوال صالحہ اور راضی رکھنے والی صفات تھیں۔ اور ان صفات کو حضرت خدیجہ نے اپنے اس قول میں جمع کیا ہے کہ۔

بے شک آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، ہر ایک کی مدد کرتے ہیں مفلس کو مال دیتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں، اور مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔ [2]

جی ہاں! اہل مکہ آنحضرت ﷺ کی صفات کو جانتے تھے اور وہ ان کے فیصلوں سے اپنے اختلافات کے دوران، متفق ہو جاتے تھے۔ لیکن آپ ﷺ ان کی گمراہی اور بتوں کی عبادت کرنے کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ اور جب آپ چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو آپ تنہائی پسند ہو گئے آپ اپنے اوقات غار حرا میں جو مکہ کے قریب ہے۔ عبادت اور کائنات اور اس کی تخلیق میں غور و فکر کرنے میں گزارتے اور غار حرا میں کئی راتیں گزار دیتے۔

اور حضرت خدیجہ طاہرہ جب صبح بیدار ہوتیں تو اپنے شوہر کو غائب پاتیں تو وہ سمجھ جاتیں کہ وہ اپنی تنہائی میں ہوں گے تو وہ کوئی سوال نہ کرتیں اور یہ اس وجہ سے تھا کہ وہ ایک عقلمند اور زیرک خاتون تھیں آنحضرت ﷺ کے وہ احوال جانتی تھیں جو کوئی دوسرا انہیں جانتا تھا۔

اور آنحضرت ﷺ کو سچے خواب دکھائی دینے لگے ان میں سے پہلا وہ تھا کہ آپ پر نبوت کا نور چمکا، اور آنحضرت ﷺ جو دیکھتے وہ صبح کی کرن کی طرح سامنے آجاتا تھا۔ اور آنحضرت ﷺ پر خوف حملہ آور ہوتا تو وہ اپنی عقلمند زوجہ طاہرہ کو اپنا خوف بتلاتے

---

[1] دیکھئے تہذیب الاسماء واللغات (ص ۲۶ / ۱) تاریخ اسلام ذہبی (ص ۶۶ / ۱) الفصول لابن کثیر (ص ۲۴۲)

[2] یہ حدیث صحیح بخاری (ص ۵ / ۱)

اور فرماتے کہ میں نے خلوت میں کوئی آواز سنی ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ کوئی بات نہ ہو۔ تو حضرت خدیجہ طاہرہ انہیں اطمینان دلاتیں اور کہتیں کہ "اللہ کی پناہ !اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ایسا ویسا نہیں کرے گا۔ خدا کی قسم آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں امانت کو حفاظت سے لوٹاتے ہیں اور سچ بولتے ہیں (الحدیث)

حضرت خدیجہ طاہرہ کے یہ الفاظ، ان کی الہامی فراست کی طرز کے تھے، اور آپ ﷺ پر ٹھنڈک اور سلامتی بنتے۔ اور اس سے، اچانک خوف کے جو آثار آپ محسوس کر رہے ہوتے تھے" وہ ہلکے ہو جاتے تھے۔

اور حضرت خدیجہ کے یہ نورانی الفاظ، ان کی آنحضرت ﷺ کے اخلاق کی معرفت سے پیدا ہوتے تھے جو وہ اپنے تجربات اور فراست سے ہر میدان کار میں دیکھ چکی تھیں۔ یہ اس کے علاوہ ہے جو محمد ﷺ کی اپنی برادری میں بڑائی، آپ کے اچھے کردار، اور خوبصورت گفتگو کی (اہمیت اور شہرت) تھی۔

عقلمند باشعور، طاہرہ رضی اللہ عنہا ......"جب جبریلؑ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے ساتھ اترے"

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ ۔ (سورۃ العلق)

کہ اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا انسان کو لوتھڑے سے بنایا۔ پڑھ اور تیرا رب کریم ہے جس نے قلم سے علم سکھلایا، اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

تو اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا طاہرہ کا ایک مبارک کردار تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا نے ان کے کردار کو، اور رسول اللہ ﷺ کو بشارت نبوت سنانے، اور حوصلہ افزائی کرنے کو اس طرح بیان کیا ہے۔ فرماتی ہیں۔

تو آپ ﷺ وہ (یعنی سورۃ العلق) لے کر لوٹے آپ کا دل خوف سے بے کل ہو رہا تھا تو آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں داخل ہوئے اور فرمایا مجھے چادر اڑھاؤ مجھے چادر اڑھاؤ تو انہوں نے آپ ﷺ کو چادر سے ڈھانپ دیا حتیٰ کہ آپ ﷺ کی خوف کی

حالت ختم ہو گئی تو پھر آپ نے حضرت خدیجہ کو ساری بات بتائی اور فرمایا کہ میں اپنی جان پر ڈرتا ہوں تو حضرت خدیجہ ﷺ نے کہا کہ ہر گز نہیں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا اس لئے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں ہر ایک کی مدد کرتے ہیں، مفلس کو مال دیتے ہیں، مہمان کا اکرام کرتے ہیں اور مصیبت میں دوسروں کے کام آتے ہیں۔ اور حضرت خدیجہ انہیں اپنے چچازاد بھائی، ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کے پاس لے گئے جو کہ دور جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے اور عبرانی لکھنا جانتے تھے اور انجیل سے عبرانی میں جو اللہ چاہتا، لکھتے تھے اور یہ بہت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے۔

انہیں حضرت خدیجہ ﷺ نے کہا کہ اے چچا کے بیٹے اپنے چچازاد کی بات سنو! تو ورقہ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اے چچا کے بیٹے! آپ نے کیا دیکھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں جو دیکھا تھا گوش گزار کر دیا۔"

تو ورقہ نے کہا کہ یہ وہی ناموس ہے جو اللہ نے موسیٰ پر اتارا تھا کاش کہ میری نوجوانی ہوتی اور کاش کہ میں اس وقت زندہ ہوتا جب تمہاری قوم تمہیں نکالے گی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں جو شخص بھی کبھی وہ پیغام لایا جو تم لائے تو قوم نے انہیں تکالیف دیں اور نکالا۔ اور اگر مجھے تمہارا وہ دن ملا، تو میں تمہاری بھرپور مدد کروں گا تو پھر کچھ ہی دن بعد ورقہ کا انتقال ہو گیا اور وحی بھی منقطع ہو گئی [1]

اور یہ بھی روایت ہے کہ ورقہ نے اپنی بہن طاہرہ خدیجہ کو مخاطب کر کے یہ کہا تھا کہ۔

فان یك حقا یا خدیجه فاعلمی   حدیثك ایانا فاحمد مرسل

اگر یہ سچ ہے، تو اے خدیجہ جان لے
تیری ہم سے گفتگو، کہ احمد رسول ہے

وجبریل یاتیه و میکال معهما   من اللّٰه روح یشرح الصدر منزل [2]

---

[1] یہ حدیث صحیح بخاری (ص ۵ / ۱) پر ہے۔ [2] البدایہ والنھایہ (ص ۱۱ / ۳) منح المدح (ص ۳۲۸)

اور جبرئیل اور میکائیل دونوں اس کے پاس ساتھ آتے ہیں
اللہ کی طرف سے روح نازل ہو کر سینے کو کھول دیتے ہیں

سب سے پہلے تصدیق کرنے والی طاہرہ...... ایمانی دوڑ کے میدان میں اور اسلام پر سبقت لے جانے کے میدان میں طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سب پر سبقت لے گئیں اور مومنات اولین میں اعلیٰ درجہ میں کامیاب ہوئی اور اسی لقب کا انہیں اعزاز دیا گیا اور عظمت ملی۔

حضرت خدیجہ طاہرہ پہلی شخصیت ہیں جو ایمان لائیں اور رسالت کی تصدیق کی اور سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن کریم سنا۔

حضرت خدیجہ کا اسلام فطری، صاف ستھرا، خالص اور الہام کی روشنی میں روشن مستقبل کی اطلاع کے نتیجے میں تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی عقل اور بڑی نادر الوجود اور مبارک ذہانت عطا فرمائی تھی۔

اور حضرت خدیجہ کا مطالعہ ایمانی میں بڑا اہم کردار ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں اور ایسے فضائل ہیں جن میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔ اور ہو بھی کیسے سکتا ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بڑا مرتبہ حاصل ہوا تھا۔ کہ یہ اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے کفر کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی جب لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا اور اپنے مال سے سخاوت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا کی۔ رضی اللہ عنھا وارضاھا

طاہرہ رضی اللہ عنہا اور ان کا مبارک گھر...... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے اسلام کا نور چمکا اور ساری دنیا کو منور کر دیا تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ یہ گھر پھلدار، زرخیز اور مبارک جگہ قرار پائے۔

اس گھر کی ایک برکت تو یہ تھی کہ طاہرہ خدیجہ خود اور ان کی صاحبزادیاں (بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے اسلام لائیں بلکہ ہر وہ شخص جو اس گھر کی چھت کے نیچے تھا اس نے اسلام لانے میں پہل کی۔ اور ہم سب جانتے ہیں کہ علی ابن ابی

طالب رضی اللہ عنہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ دونوں پہلے اسلام لائے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے تحت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مبارک گھر میں قیام پذیر تھے۔

اور ان بھولے بھالے بابرکت لوگوں کا اللہ پر ایمان اور رسالت کی تصدیق میں پہل کرنا ان کی فطرت سلیمہ کی دلیل ہے جو انہوں نے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمّ المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے حاصل کی تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس گھر کو بڑا مرتبہ اور مبارک فضیلت حاصل ہے۔

محبؒ طبری نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا گھر مکہ میں مسجد حرام کے بعد کے بعد سب سے زیادہ افضل جگہ تھی [1] اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

یہ بات غالباً اس لئے کہی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طویل عرصے اس میں مقیم رہے اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی رہی۔

امام القاسیؒ نے ذکر کیا ہے کہ مکہ کے گھروں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا گھر بڑا ہی مبارک تھا کیونکہ اس گھر میں، سارے جہانوں کی خواتین کی سردار فاطمہ الزہراء اور ان کی بہنیں پیدا ہوئیں اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کے ساتھ اپنی زندگی یہیں گزاری اور حضرت خدیجہ کا انتقال بھی اسی گھر میں ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی میں ہمیشہ رہے یہاں تک کہ مدینہ ہجرت فرمائی پھر اس گھر کو عقیل ابن ابی طالب نے لے لیا اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد اسے خرید لیا اور اسے مسجد بنا دیا جس میں نماز پڑھی جاتی ہے۔ (حوالہ بالا)

امام فاسیؒ لکھتے ہیں کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمعہ کی رات کو دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

طاہرہ رضی اللہ عنہا ایک نیک خو اور...... حضرت خدیجہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تقریباً چوتھائی صدی کے قریب عرصہ گزارا اور اپنی اس مبارک زندگی میں اپنے شوہر کی ہمدرد اور دلجو زوجہ ثابت ہوئیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر غم و خوشی میں شریک ہوئیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور رضا کا لحاظ رکھتیں۔ اور جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسیت ہوتی ان سے نیک سلوک روا رکھتیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل ان کا رتبہ بڑھے۔ اور ان

---

[1] شفاء الغرام باخبار البلد الحرام (ص ۳۸۴/۱)

کے نیک سلوک اور کرم کی وہ ادائیں سامنے آئیں جنہوں نے حضرت خدیجہ ؓ کو اونچے اور باعزت مرتبہ پر فائز کر دیا۔

ایک سال لوگوں کو قحط کا سامنا کرنا پڑا (یہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان کا نکاح ہونے کے بعد کی بات ہے) اسی سال حضرت حلیمہ سعدیہ (رضاعی والدہ رسول اللہ ﷺ) آپ ﷺ سے ملاقات کے لئے تشریف لائیں اور جب واپس لوٹیں تو ان کے ساتھ حضرت خدیجہ کا دیا ہوا ایک اونٹ جس پر پانی لدا تھا، اور چالیس بکریاں تھیں۔

اور ان کا یہ نیک سلوک اس کے بعد بھی ظاہر ہوا کہ جب بھی آنحضرت ﷺ کی پہلی رضاعی والدہ حضرت ثویبہ تشریف لائیں تو ان کا خوب اعزاز و اکرام کرتیں صرف آپ ﷺ سے تعلق کی بناء پر، اور یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ حضرت خدیجہ کا بہت خیال کرتے اور انہیں بہت رتبہ عطا فرماتے۔ رضی اللہ عنہا وارضاھا۔

طاہرہ ایک عبادت گزار خاتون ......اُمّ المومنین حضرت خدیجہ ؓ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ وہ نمازیں سب سے پہلے پڑھی جو نماز صلوٰت خمسہ کے فرض ہونے سے پہلے تھیں یعنی دو صبح اور دو رکعت رات کو۔

امام ابن اسحاقؒ نے ذکر کیا ہے کہ جب نماز آنحضرت ﷺ پر فرض ہوئی تو جبریلؑ تشریف لائے اور آپ ﷺ مکہ سے آگے کسی اونچی جگہ پر تھے تو جبریل انہیں پیچھے وادی میں لے گئے وہاں سے ایک چشمہ جاری ہو گیا تو جبریلؑ نے وضو کیا اور پھر دو رکعتیں چار سجود کے ساتھ پڑھیں۔ پھر آپ ﷺ لوٹ آئے، اور آپ کی آنکھیں سرور سے اور دل خوشی سے لبریز تھا۔ آپ ﷺ حضرت خدیجہ کا ہاتھ تھام کر اس چشمے تک لائے۔ اور جبریلؑ کی طرح وضو کیا اور پھر دو رکعتیں چار سجود کے ساتھ دونوں نے پڑھیں پھر اس کے بعد آپ ﷺ اور حضرت خدیجہ ؓ چھپ کر نمازیں پڑھنے لگے۔

نماز اس طرح پڑھی جاتی تھی اور یہ شہر مکہ وغیرہ میں ایک اجنبی چیز تھی اور ان کے سمجھ میں بھی نہیں آئی۔ عفیف الکندی جو اشعث بن قیس کے بھائی ہیں ان کی حدیث میں یہ بات موجود ہے۔ کہتے ہیں کہ

عباس بن عبد المطلب میرے دوست تھے وہ یمن آتے جاتے رہتے تھے وہ وہاں

سے عطر خریدتے اور حج کے ایام میں بیچا کرتے۔ تو میں اور وہ ایک دن منیٰ میں تھے تو اچانک ایک جوان عمر کا آدمی آیا اور خوب اچھی طرح وضو کے افعال سر انجام دیئے اور پھر نماز پڑھنے لگا اتنے میں ایک عورت آئی وہ بھی وضو کر کے نماز پڑھنے لگی پھر ایک کمسن نوجوان آیا اور وہ بھی ان کے قریب ہو کر نماز پڑھنے لگا تو میں نے کہا۔ برباد ہوا ے عباس! یہ کیسا دین ہے۔ کہنے لگے کہ یہ محمد بن عبداللہ میرے بھتیجے کا دین ہے اور یہ دوسرا لڑکا بھی میرا بھتیجا علی ابن ابی طالب ہے اور یہ عورت محمد کی بیوی خدیجہ ہے یہ اس کے دین کے تابع ہو چکے ہیں۔

عفیف، اس کے بعد کہ جب ان کے دل میں اسلام راسخ ہو (اور وہ اسلام لے آئے تو کہا کرتے کہ) کاش میں چوتھا شخص ہوتا۔ [۱]

یہ ایک روشن مثال ہے ہماری ماں خدیجہ الکبریٰ ؓ کی عبادت کی۔ جو اسلام لانے والے لوگوں میں اور نماز میں پہل کرنے والوں میں سب سے آگے تھیں۔ یہ بندے اور آقا میں قوی رابطہ کی بات ہے۔

علامہ ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ ؓ سے ایک حدیث آنحضرت ﷺ کی، منقول ہے لیکن صحاح میں موجود نہیں۔ [۲]

طاہرہ خدیجہ ؓ ایک صابر خاتون...... اُمّ المومنین حضرت خدیجہ ؓ نے صبر کے معاملہ میں خواتین کی زندگی میں حیرت انگیز مثال قائم کی۔ اور اپنے اس صبر کی بدولت نبوت کے مشن کی تاریخ میں امتیازی شان کے ساتھ کامیاب قرار پائیں۔

ابن اسحاقؒ نے سیر و مغازی [۳] میں لکھا ہے کہ

حضرت خدیجہ ؓ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے اور تصدیق کرنے والی پہلی شخصیت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے آنحضرت ﷺ سے تخفیف کا معاملہ کیا آپ ﷺ جہاں کہیں اعتراض سنتے یا انہیں جھٹلایا جاتا تو وہ غمگین ہو جاتے مگر اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے غموں کو دور فرما دیتے جب وہ خدیجہ ؓ کے پاس تشریف لاتے

---

[۱] دیکھئے۔ عیون الاثر (ص ۱۱۶/۱) مجمع الزوائد (ص ۲۲۲/۹) سیرۃ الحلبیہ (ص ۴۳۶/۱) اسی طرح طبقات ابن سعد میں ملتے جلتے الفاظ سے منقول ہے (ص ۱۷/۸)

[۲] المجتبیٰ لابن الجوزی (ص ۹۱)　[۳] السیر والمغازی (ص ۱۳۲)

تو وہ آپ ﷺ کو حوصلہ دیتیں اور ہمت بڑھاتیں۔ اور ان کی تصدیق کر کے لوگوں کی بات کو آسانی سے سہہ جانے کی ہمت دلاتیں۔

اور ان کا حال ایسا ہے جیسا کہ شاعر نے کہا۔

وھی لا تنثنی عن الحق صبرا ودفا عا عن خاتم الانبیاء

اور وہ صبر کے باعث حق سے نہیں ہٹیں۔
اور خاتم الانبیاء کے دفاع سے۔

جی ہاں! معزز قارئین! جب رسول اللہ ﷺ اپنی رسالت کے ساتھ بشارت دینے اور ڈرانے کے لئے کھڑے ہوئے اور اپنی قوم کو اندھیروں سے اجالے کی طرف بلایا تو انھوں نے انہیں جھٹلایا اور ان کی دعوت میں تنگ کیا۔ اور حضرت خدیجہ اس پریشانی کی تاک میں صبر کے ساتھ رہتی تھیں اور بڑی محنت سے اپنی استطاعت کے مطابق آنحضرت ﷺ کی دل جوئی اور پریشانی دور کرنے میں لگی رہتیں، لیکن قریش اپنی سرکشی میں بہت بڑھ گئے اور بنی ہاشم کا تین سال تک کے لئے مقاطعہ (بائیکاٹ) کر دیا اور اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شعب کے حصار میں داخل ہوئیں۔

اور تکالیف شدید ہو گئیں اور حالات مشکل ہو گئے۔ قریش کے بت پرست سرداروں کی سرکشی اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے مابین امر مشکل ہو گیا، اور ان کے نامراد سروں میں ان کی عقلیں مضطرب تو ہوئیں مگر صرف سرکشی، ظلم اور ضعیفوں پر ظلم ہی سمجھ آیا اور ان کے دل سوائے فساد اور بت پرستی کی خواہش کے، خالی ہو گئے تھے مگر یہ کہ مسلمانوں نے وقار کے ساتھ صبر کیا اور انھوں نے اپنی ثابت قدمی اور سچائی کے ذریعے اپنے صبر پر دلیل قائم کر دی۔

اور ہماری ماں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی ہمت بڑھاتیں اور ان کی قوم کی طرف سے ملنے والی تکالیف میں راضی و صابر اور پُر امید نفس کے ساتھ ان کی

شریک ہوتیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس ظالم اور کڑوے مقاطعہ پر جو کہ محصور مومنین کی گردنوں پر ایک مسلط تلوار کی طرح تھا اور محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کی وجہ سے تھا۔ اپنا فیصلہ فرمادیا یعنی۔ حصار ختم ہو گیا حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا حصار سے کامیاب و کامران نکلیں جو کہ ان کے صبر کا ثمرہ تھا اور رسول اللہ ﷺ کی متابعت جو انہوں نے اپنی زندگی میں امانت دار اور وفاء کے سائے ایمان کی سچائی اور اچھے صبر کے ساتھ کی تھی، کی وجہ سے تھا۔

اور آنحضرت ﷺ کے ان ساتھیوں کی اس خوف ناک اور شدید مصیبت پر صبر، ثابت قدمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں آخرت میں بلند مقام کا مستحق اور دنیا میں زمین کا سردار بنادیا۔ یہ صبر کرنے والوں کو بدلہ اور شاکرین کو انعام ہے۔

وجزاهم في جنة الخلد فما. صبروا وهي منه خير جزاء

اور ان کی جزاء آخرت میں ہمیشہ جنت میں رہنا ہے۔ صبر کرنے کی وجہ سے اور یہ بہترین جزاء ہے۔

ہماری ماں طاہرہ رضی اللہ عنہا کی جدائی...... جب امّ المومنین طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا حصار شعب ابی طالب سے باہر نکلیں تو کچھ ہی عرصے زندہ رہیں اور پھر اپنے رب کی ندا پر راضی خوشی لبیک کہا اور انہیں آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ہاں سچے ٹھکانے اور ہمیشہ کی جنت کی خوش خبری دی تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہجرت سے تین سال قبل پینسٹھ برس کی عمر میں انتقال ہوا جب ان کا انتقال ہونے لگا تو آنحضرت ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ جو میں تمھاری حالت دیکھ رہا ہوں وہ تمہیں تکلیف دہ محسوس ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسی تکلیف میں خیر رکھی ہے۔ اور جب انہیں دفن کیا جانے لگا تو آپ ﷺ نے بنفس نفس خود قبر میں اتر کر انہیں [1] اپنے دست مبارک سے قبر میں اتارا جو جون پہاڑ (کے قبرستان) میں واقع ہے۔

اور آنحضرت ﷺ نے ان کی جدائی کو بہت محسوس کیا اور ان کی وفات نے

---

[1] المجتبیٰ (ص ۱۹)

آپ ﷺ پر گہرا اثر چھوڑا۔ کیونکہ یہ ایسی زوجہ تھیں جو آپ ﷺ کے نفس کا سکون روح کی راحت تھیں۔ اسی طرح آپ اس سے پہلے اپنے چچا ابو طالب کی وفات [۱] سے بھی بہت غمگین ہوئے تھے اور اپنے نفس میں بڑا اثر محسوس کیا اسی لئے آپ ﷺ نے اس سال کا نام "عام الحزن" یعنی غم کا سال رکھ دیا تھا یہ اس لئے کہ دعوت کے راستے میں تکالیف مزید بڑھ گئی تھیں۔

معزز قارئین! میں یہاں ڈاکٹر محمد سعید البوطی کے کچھ الفاظ جو انہوں نے اپنی بہترین کتاب "فقہ السیرۃ" میں عام الحزن کی بارے میں لکھے ہیں نقل کرنا پسند کروں گا۔ آپ لکھتے ہیں کہ

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ کا اس سال کو "عام الحزن" کہنا صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور چچا ابو طالب کی وفات کی وجہ سے تھا اور بعض نے تو علامات حزن اور غم سے جو ان کی وفات کی وجہ سے آپ ﷺ کو لاحق ہوئے اور کافی عرصے تک رہے استدلال بھی کیا ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ سمجھ اور اندازے کی غلطی ہے۔

نبی کریم ﷺ محض اپنے چچا اور زوجہ کی وفات سے ہی شدید غم میں مبتلا نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے اپنے ان اقارب کی جدائی کی وجہ سے اس سال کو عام الحزن کہا بلکہ اس کا سبب وہ حوادث اور عظیم تکالیف تھیں جو دعوت اسلام کے راستے کی رکاوٹ بنیں۔ کیونکہ ان کے چچا کی حمایت بہت سارے مقامات میں ارشاد تعلیم اور تبلیغ کے راستوں میں آنے والی رکاوٹوں کا سدباب کرتی تھی اور اس میں آنحضرت ﷺ رب جلیل کی طرف سے دیئے جانے والے احکامات کو خوش اسلوبی اور آسانی سے پورا فرما رہے تھے۔ [۲]

طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اولاد کی ماں...... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے آنحضرت ﷺ کی زندگی میں بڑا زبردست خلاء پیدا ہو گیا تھا۔ جس کو آنحضرت ﷺ نے بہت محسوس کیا اور اس وجہ سے بڑے غمگین ہوئے اور ان پر غم کا غلبہ ہو گیا حتیٰ کہ خشیت محسوس

---

[۱] کہا گیا ہے کہ ابو طالب رضی اللہ عنہ کا انتقال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تین دن قبل ہوا تھا۔
[۲] دیکھئے فقہ السیرۃ (ص ۵۳۰)

ہونے لگی۔ اور آپ کا گھر ان کی وفات سے خالی اور ویران ہو گیا تھا جہاں کوئی مونس اور غمگسار نہ تھا اور جب آپ ﷺ سے خولہ ؓ بنت حکیم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں آپ پر خدیجہ ؓ کی وجہ سے غم بہت زیادہ دیکھتی ہوں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا واقعی! وہ میرے بچوں کی ماں اور گھر کی ذمہ دار خاتون تھیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے

ولو کان النساء کمن فقدنا لفضلت النساء علی الرجال

اگر عورتیں ایسی ہوتیں جیسی جدائی کے بعد لگتی ہیں تو عورتوں کو مردوں پر فضیلت ہوتی۔

ابن اسحاقؒ نے "السیرۃ" میں لکھا ہے کہ

حضرت خدیجہ ؓ اور ابو طالب ؓ ایک ہی سال میں فوت ہوئے اور پھر آنحضرت ﷺ پر پے در پے مصائب آنا شروع ہو گئے اور حضرت خدیجہ ؓ اسلام پر تصدیق کی وزیر تھیں جہاں آپ ﷺ کو سکون ملتا تھا [1]

علامہ نوویؒ نے لکھا ہے کہ

حضرت خدیجہ ؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ چوبیس سال اور چند مہینے رہیں پھر آپ کی وفات ہو گئی [2]

<u>حضرت خدیجہ ؓ کو خراج عقیدت</u> ...... امام ذھبیؒ نے لکھا ہے کہ (حضرت خدیجہ اُمّ المومنین ؓ) کے مناقب بہت زیادہ ہیں اور یہ دنیا کی کامل ترین خواتین میں سے تھیں۔ یہ ایک عقلمند، ذی شعور، بلند مرتبہ، دیانتدار، محافظہ اور اھل جنت میں سے بزرگ ہستی تھیں۔

اور نبی کریم ﷺ ان کی تعریف کرتے اور دوسری اُمّھات المومنین پر انہیں فضیلت دیتے اور ان کی تعظیم حد سے زیادہ فرماتے۔ حتیٰ کہ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ۔

---

[1] دیکھئے سیرت ابن ھشام (ص ۴۱۶) تاریخ الاسلام للذھبی (ص ۱/۲۳۶) الاصابۃ لابن حجر (ص ۴/۴۷۴)۔

[2] تہذیب الاسماء واللغات (ص ۲/۳۴۱)

میں نے کسی عورت سے ایسی غیرت نہیں کھائی مگر جو آنحضرت ﷺ کے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو کثرت سے ذکر کرنے سے کھائی۔ [1]

اور نبی کریم ﷺ ان سے بہت محبت فرماتے ان کا اکرام کرتے اور ان کے حق میں تعریفی کلمات ادا فرماتے۔ کہ

مردوں میں بہت لوگ کامل ہوئے مگر عورتوں میں صرف تین خواتین کامل ہوئیں۔ (۱) مریم بنت عمران (۲) آسیہ زوجہ فرعون (۳) خدیجہ بنت خویلد

اور عائشہ کی فضیلت دوسری خواتین پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت دوسرے کھانوں پر۔

ایک فاضل محقق نے اس حدیث پر ایک بہترین علمی لطیفہ لکھا ہے، کہتے ہیں۔ لطیفہ کی بات یہ ہے کہ ان تینوں خواتین میں ایک بات مشترک ہے وہ یہ کہ ان میں سے ہر خاتون نے ایک نبی مرسل کی کفالت کی ہے اور ان کے ساتھ اچھی مصاحبت اختیار کی اور اس پر ایمان بھی لائی تو آسیہ بی بی نے حضرت موسیٰ ؑ کی پرورش کی ان سے نیک سلوک کیا اور مبعوث ہونے کے بعد ان کی تصدیق کی بی بی مریم نے عیسیٰ ؑ کی پرورش کی اور انھیں رسالت ملنے کے بعد ان کی تصدیق کی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ میں دل چسپی لی اور اپنے نفس اور مال سے ان کی خدمت کی اور ان کے ساتھ اچھی مصاحبت اختیار کی اور جب ان پر وحی نازل ہوئی تو سب سے پہلے ان کی تصدیق کی۔

اور نبی کریم ﷺ حضرت خدیجہ ﷺ طاہرہ کا ذکر بہت کرتے اور فرماتے کہ مجھے خدیجہ کی محبت عطا ہوئی ہے۔ [2]

اور آپ ﷺ نے ان کی تعریف میں یہ بھی فرمایا کہ ان کی بہترین عورتوں میں سے مریم بنت عمران اور خدیجہ ہیں یہ کہہ کر آپ ﷺ نے آسمان اور زمین کی طرف اشارہ فرمایا۔ [3]

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ ﷺ کی خوش گوار ازدواجی زندگی گزری حتیٰ

---

[1] سیر اعلام النبلاء (ص ۱۱۰/۱) اور یہ حدیث بخاری، مسلم اور ترمذی میں ہے۔

[2] اس حدیث کو امام مسلم ؒ نے کتاب الفضائل میں روایت کیا۔

[3] یہ حدیث بخاری، مسلم اور ترمذی میں ہے۔

کہ ان کا پینسٹھ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا اور اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک پچاس سال تھی اور یہ ان کے ساتھ آپ ﷺ کے خوب صورت ترین سال تھے۔ اور حضرت طاہرہ نے آپ ﷺ کے دل میں بہت اچھا نقش چھوڑا کہ ایام گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی برکت، وفا اور ان کے حق میں خراج عقیدت مزید ہوتا گیا۔

ان کو آنحضرت ﷺ سے ایک اعزاز یہ حاصل تھا کہ آپ ﷺ نے ان سے پہلے کسی خاتون سے شادی نہیں کی اور ان کی سب اولاد انہی سے پیدا ہوئی سوائے ابراہیم ؓ کے، جو حضرت ماریہ ؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اور آپ ﷺ نے ان کی موجودگی میں کسی خاتون سے نکاح نہیں کیا حتیٰ کہ ان کا وقت پورا ہو گیا۔

اور نبی کریم ﷺ ان کے ہمیشہ ثنا گو رہے اور جو حضرت خدیجہ ؓ سے محبت کرتا تھا وہ اس سے محبت فرماتے اور آپ ﷺ کا دل حضرت خدیجہ کی آواز سننے کو بھی چاہتا تو آپ کے پاس ہالہ بنت خویلد "حضرت خدیجہ کی بہن" تشریف لے آتیں تو ان کی آواز آپ کو حضرت خدیجہ کی آواز یاد دلاتی اور ان کی پاکیزہ باتیں اور گزرے ہوئے مبارک خوشگوار دنوں کی یاد دلاتی، آپ کے دل کو تسلی ہوتی اور چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہو جاتے۔

<u>وفا، خدیجہ ؓ کے لئے</u>...... نبی کریم ﷺ نے جو وفا منش شخصیت تھی۔ حضرت خدیجہ ؓ کے ساتھ اپنی ازدواجی زندگی کو اعزاز مصاحبت اور بہترین برتاؤ کے ساتھ نبھایا، اور آپ ﷺ نے ان کی وفات کے بعد بھی وفا کو اچھی طرح نبھایا۔ تو ہمیشہ ان کا تذکرہ اور ان کے فضائل اور خصوصیات کا ذکر فرماتے رہے اور ان کے لئے رحمت کی دعائیں فرماتے۔ بلکہ جس کی کسی بھی طور سے حضرت خدیجہ سے رشتہ داری ہوتی اس پر احسان فرماتے۔

اور نبی کریم ﷺ اس سے وفا کرتے جو مستحق وفا ہوتا تو حضرت طاہرہ تو وفا کا منبع اور تمام فضائل کا معدن تھیں تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ آپ ﷺ کی ان سے وفا بے نظیر وفا ہو۔

آپ ﷺ کی حضرت خدیجہ سے وفا کے، حیرت انگیز دلائل میں سے ایک بات

یہ ہے جو غزوۂ بدر کبریٰ میں واقعہ پیش آیا جب ابو العاص بن الربیع، نبی کریم ﷺ کے داماد حضرت زینب کے شوہر گرفتار ہو کر آئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے فدیہ کے طور پر وہ ہار بھیجا جو انہیں ان کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کی رخصتی کے دن انہیں تحفے میں دیا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ نے اس ہار کو دیکھا تو آپ ﷺ پر رقت طاری ہو گئی اور انہیں اپنی باوفا زوجہ، خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی یاد آ گئی تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ

اگر تم اس کے اسیر کو چھوڑنا چاہو اور ہار بھی واپس بھیج سکو تو ایسا کر لو۔

تو صحابہ اکرام نے نبی کریم ﷺ کی اس بات کی تعمیل میں دیر نہیں لگائی، جس بات نے آپ ﷺ کے اپنی باوفا خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا زوجہ کی یادوں کے جذبات و احساسات کو جگا دیا تھا۔

اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یہ وہ ہستی ہیں جن کا ہر مسلمان مرد و عورت کی گردن پر بڑا قرض ہے۔ رضی اللہ عنہما وارضاھا

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی صفات اولیات ...... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی چند صفات اولیات ایسی ہیں جن تک کوئی نہ پہنچ سکا وہ ایسے کہ امام عزالدین ابو الحسن بن الاثیرؒ فرماتے ہیں کہ

خدیجہ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں پہلی شخصیت ہیں جو اسلام لائیں اس پر امت کا اجماع ہے، اس معاملے میں کوئی مرد یا عورت ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکا۔ اور یہ بڑی عظیم منقبت ہے جس میں اُمّ المومنین کا کوئی ثانی نہیں۔ [1]

بڑے ائمہ، امام زہری، قتادہ، موسیٰ بن عقبہ، ابن اسحاق، واقدی، سعید بن یحییٰ الاموی رحمھم اللہ تعالیٰ، سب فرماتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں حضرت خدیجہ، ابو بکر اور علی رضی اللہ عنہم ہیں [2]

امام زہری فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ پر سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان

---

[1] دیکھئے، اسد الغابۃ ترجمہ (ص ۶۸۶۷) الکامل فی التاریخ (ص ۵۷/ ۲) سیر اعلام النبلاء (ص ۱۰۹/ ۱)
[2] تاریخ اسلام للذھبی (۱ص ۱۲۷)

لائیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے اپنے رب کی رسالت کو قبول کیا اور گھر کی طرف لوٹ گئے اور راستے جس درخت یا چٹان کے قریب سے گزرتے وہ آپ ﷺ کو سلام کرتا، تو آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو

انہیں ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اس کے بارے میں بتاؤں۔ کہ جو میں نے تمہیں پہلے بتایا تھا کہ میں نے اسے خواب میں دیکھا ہے۔ سنو وہ جبریلؑ ہیں انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے میرے پاس بھیجا ہے۔ [1]

پھر آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ کو وحی کے بارے میں بتلایا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ خیر کا ہی معاملہ کرے گا تو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس آیا ہے اسے قبول کرلو کیونکہ یہ حق ہے۔ [2]

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی بہترین کتاب "الفصول" میں حضرت خدیجہ کے اولیات ذکر کئے ہیں کہتے ہیں۔

سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کی تصدیق کرنے والی تھیں۔

اور دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ سے جن کی سب سے پہلے شادی ہوئی وہ خدیجہ ہیں اور انہی نے سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی [3]

اور دوسری صفات اولیات حضرت خدیجہ کی یہ ہیں۔

(۱) سب سے پہلے آپ ﷺ کے ساتھ انہوں نے نماز پڑھی۔

(۲) سب سے پہلے آپ ﷺ کی اولاد انہی سے ہوئی۔

(۳) آپ ﷺ کی ازدواج میں سب سے پہلے جنت کی بشارت انہیں ملی۔

(۴) سب سے اللہ تعالیٰ نے انہیں سلام کہلوایا۔

(۵) مومنات میں سے پہلی صدیقہ، خاتون۔

(۶) آپ ﷺ کی پہلی زوجہ وفات کے اعتبار سے بھی۔

(۷) یہ پہلی شخصیت ہیں جن کی قبر مبارک میں آپ ﷺ اترے۔

---

[1] تاریخ اسلام للذھبی (ص ۱۲۸/ ۱)
[2] الفصول (ص ۹۷) [3] الفصول (ص ۲۴۳)

حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ ﷞...... مشہور ثقہ راوی ،امام مسروق بن الاجدع الھمدانی تابعی جب حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ ﷞ سے حدیث نقل کرتے ہیں تو کہتے ہیں۔ کہ ہمیں صدیقہ بنت صدیق حبیبۂ رسول اللہ ﷺ نے جن کی آسمان سے برأت نازل ہوئی" بیان کیا۔

یہ صدیقہ ،عائشہ ﷞ ہیں جن کا آنحضرت ﷺ کے دل میں بڑا مرتبہ تھا ایک مرتبہ انہوں نے حضرت خدیجہ ﷞ کا تذکرہ ،دافع غیرت کے انداز میں کر دیا، لیکن انہیں بھی منع کر دیا گیا کہ آئندہ اُم المومنین حضرت خدیجہ ﷞ کا تذکرہ اس انداز سے نہ کریں کیونکہ وہ خدیجہ کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتیں۔ کیونکہ طاہرہ خدیجہ ﷞، سب سے پہلے اسلام لانے والی خاتون، پختہ رائے کی حامل، اور آنحضرت ﷺ کی مونس، ان کی فضیلت عظیم اور ان کی بھلائی عام ہے۔

اس بارے میں خود صدیقہ بنت صدیق رضوان اللہ علیہا کا بیان ہے فرماتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلنے سے پہلے خدیجہ کا تذکرہ اور ان کی تعریف ضرور کرتے۔ ایک دن اسی طرح آپ ﷺ نے ان کی تعریف کی تو مجھے (تقاضائے بشری کے تحت) غیرت آگئی اور میں نے کہا، وہ تو ایک بوڑھی خاتون تھیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کا بہترین نعم البدل عطا فرمایا ہے۔ تو آنحضرت ﷺ غصہ میں آگئے اور فرمایا خدا کی قسم! مجھے اس سے اچھا نعم البدل نہیں مل سکتا۔ وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب لوگ انکار کر رہے تھے ،اور میری تصدیق کی جب لوگ جھٹلا رہے تھے اور اپنے مال سے میری خدمت کی جب لوگوں نے مجھے مفلس کر دیا تھا اور اللہ نے مجھے اس سے اولاد عطا کی دوسری بیویوں سے نہیں۔

حضرت عائشہ ﷞ فرماتی ہیں کہ میں نے اس دن ،دل ہی میں فیصلہ کر لیا کہ آئندہ کبھی ان کا ذکر اس انداز سے نہیں کروں گی۔ [1]

اسی طرح حضرت عائشہ ﷞ فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی کسی عورت پر غیرت نہیں کھائی جیسی کہ خدیجہ ﷞ سے کھائی کہ آنحضرت ﷺ ان کا ذکر کثرت سے فرماتے تھے۔ [2]

---

[1] اس حدیث کو احمدؒ، طبرانیؒ نے روایت کیا۔ سیر اعلام النبلاء (۲ ص ۱۶۴)

[2] اس حدیث کو بخاریؒ و مسلمؒ و ترمذیؒ نے روایت کیا ہے۔

اور یہ بڑی عجیب بات تھی کہ حضرت عائشہ ؓ کو ایک ایسی خاتون پر غیرت آئی ہو جو انکے رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آنے سے کافی عرصہ قبل ہی انتقال کر چکی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ ؓ باقی ازواج مطہرات سے غیرت کھانے سے بچائے رکھا جو کہ نبی ﷺ کی زندگی میں حضرت عائشہ ؓ کے ساتھ شریک تھیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا خاص لطف و کرم تھا تاکہ انکی زندگی مکدر نہ ہو جائے۔ [۱]

اللہ اکبر حضرت خدیجہ ؓ کیا شان والی خاتون ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ زندگی بھر انکی یاد باقی رہی حالانکہ وہ مٹی کے نیچے جا چکی تھیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اللہ جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔

حضرت عائشہ ؓ کے گھر میں طاہرہ خدیجہ ؓ کی مزید کرامات بھی ہیں کہ ایک بوڑھی خاتون جو طاہرہ خدیجہ ؓ کی سہیلیوں میں سے تھیں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کی خوب اچھی طرح خاطر مدارات کی اور انہیں اچھی طرح بٹھلایا اور اپنی چادر انکے بیٹھنے کی لئے بچھادی اور ان سے انکے احوال دریافت کرنے لگے۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ جب میں اس بوڑھی خاتون کو دیکھنے نکلی تو ان بوڑھی خاتون کا یہ اعزاز مجھے عجیب لگا۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ ہمارے ہاں خدیجہ ؓ کے وقت میں بھی آیا کرتی تھیں اور انکا ایمان بہت اچھا رہا۔ [۲]

صحیح مسلمؒ میں حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب کوئی بکری ذبح فرماتے تو فرماتے کہ اسے خدیجہ ؓ کے رشتہ داروں کے ہاں بھی دو تو میں نے ایک دن اس بات کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ میں خدیجہ ؓ کے چاہنے والوں کو پسند کرتا ہوں۔

<u>حضرت خدیجہ طاہرہ ؓ اور جنت کی بشارت</u>...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "جو اعلیٰ درجہ کے ہیں وہ تو اعلیٰ درجہ ہی کے ہیں اور یہی لوگ مقرب ہیں آرام کے باغوں میں ہونگے پہلوں میں سے بڑا گروہ ہے۔ سورۃ الواقعہ (آیت نمبر ۱۰۔۱۳)"

اللہ تعالیٰ کا ایک اور جگہ ارشاد ہے۔ "جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل

۱۔ سیر اعلام النبلاء (ص ۱۶۵ / ۲)

۲۔ اس حدیث کو امام حاکمؒ اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

صالح کئے یہ لوگ ہیں بہترین خلائق، ان کا بدلہ یہ ہے کہ یہ بہتی نہروں والی جنت میں ہوں گے اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اس سے راضی ہیں اور یہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔ (سورۃ البینۃ آیت ۸۔۷)

حضرت طاہرہ اُمّ المومنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کا حیات مصطفیٰ ﷺ میں بڑا عظیم مرتبہ ہے اور ان کا یہ مرتبہ آنحضرت ﷺ کے ہاں پوری زندگی بلند ہی رہا۔ صحیحین میں موجود ہے کہ یہ اپنے زمانے کی خواتین میں علی الاطلاق سب سے افضل ہیں اور انہیں کئی مرتبہ جنت کی بشارت سنائی گئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جبریلؑ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ اور میری طرف سے سلام کہئے۔ اور جنت میں یاقوت سے بنے ہوئے گھر کی جس میں کوئی شور شرابا ہے نہ تھکاوٹ کی بشارت دیجئے۔[۱]

اور دوسری روایت میں بھی طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت کی بشارت ہے۔

کہ جبرئیل تشریف لائے اور فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے لئے ایک برتن میں کھانے پینے کچھ لارہی ہیں جب یہ آجائیں تو آپ انہیں اپنے رب کی طرف سے سلام کہئے اور جنت میں یاقوت سے بنے گھر کی بشارت دیں جس میں کوئی شور اور شرابا اور تھکاوٹ نہیں ہے۔[۲]

معزز قارئین! اس حدیث شریف میں بڑی عظیم اور مبارک بشارت ہے جو حضرت طاہرہ خدیجہ اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کو دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سلام کہلوایا اور اسی طرح جبریلؑ نے سلام پیش کیا۔ اور اللہ تعالیٰ صرف اسی کو سلام کہلواتے ہیں جس کا مرتبہ اللہ کے ہاں بلند ہو اور بلند شان ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت میں گھر کی بشارت دی جہاں کوئی شور جھگڑا نہیں اور نہ ہی مشقت اور تھکاوٹ کی کوئی وجہ ہے۔

علامہ سہیلیؒ نے اس حدیث پر ایک پُر لطف تعلیق کی ہے جو حضرت خدیجہ اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کی قدر و منزلت کی غماز ہے۔[۳]

---

[۱] یہ حدیث صحیحین میں۔ اور فضائل صحابہ نسائی (ص ۷۵) میں اور مجمع الزوائد (ص ۲۲۳/ ۹) اور (ص ۲۲۴/ ۹) پر موجود ہے۔ [۲] اس حدیث کو امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔
[۳] الروض الانف (ص ۸۲۴/ ۲)

حضرت طاہرہ خدیجہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ملا تو وہ اس وقت نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف فرما تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جبریلؑ تشریف لائے تو نبی کریم ﷺ کے پاس خدیجہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سلام کہلوایا ہے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ خود سلام ہے جبریلؑ کو بھی سلام ہو اور آپ پر بھی سلامتی ہو اس کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہوں۔ [1]

اہل علم نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب ان کی سمجھ اور عقلمندی، اور حسن ادب پر دال ہے۔

ایک اور حدیث میں، جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں بھی امّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جنت کی بشارت کی طرف اشارہ موجود ہے۔ فرماتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے زمین پر چند خطوط بنائے۔ اور فرمایا جانتے ہو! یہ کیا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ، جنت کی عورتوں میں افضل خواتین" خدیجہ بنت خویلد ، فاطمہ بنت محمد ، مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم، فرعون کی بیوی" ہیں۔ [2]

سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ ہماری والدہ خدیجہ کہاں ہیں۔ تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ یاقوت سے بنے ایک گھر میں جس میں نہ کچھ لغو، ہے نہ ہی تھکاوٹ ، مریم اور آسیہ کے درمیان والے علاقے میں۔ تو فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ کیا اس قصب یعنی نرکل بانس وغیرہ کے گھر میں۔ فرمایا نہیں بلکہ ہیروں، سچے موتیوں، اور یاقوت سے بنے گھر میں ہیں۔ [3]

جی ہاں! حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام پر تصدیق کی وزیر تھیں اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کی دنیا میں راحت کا ہر سامان مہیا کیا۔ تو اس کا بدلہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ راحت اور نعمت کے تمام وسائل آخرت میں انہیں مہیا فرمادے۔

ان ھذا کان لکم جزاء و کان سعیکم مشکورا

---

[1] فضائل صحابہ للنسائی (ص ۷۶ـ۷۵)	[2] حوالہ بالا

[3] دیکھئے مجمع الزوائد (ص ۲۲۳/۹)

یہ تمہارے لئے بدلہ ہے اور تمہاری کوشش مشکور تھی۔

(سورۃ الدھر آیت ۲۲)

یہ کچھ مہکتے، دمکتے صفحات، حضرت خدیجہ طاہرہ ؓ کی زندگی کے بارے میں تھے جو تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمام ازدواج مطہرات ؓ سے مقدم فرمایا۔

معزز قارئین!

اس موضوع پر گفتگو تو کافی مفید اور طویل ہو سکتی ہے لیکن میں نے چند مہکتے پہلوؤں پر، ان کی بزرگی کے بیان اور بشارت جنت کے بیان پر ہی اکتفا کیا ہے۔

رضی اللہ عنہ وارضاھا

ہم دوبارہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ، امّ المومنین حضرت خدیجہ طاہرہ ؓ سے راضی ہو۔ اس سے پہلے ہم اپنی والدہ خدیجہ کو علیّین میں اللہ العلی القدیر کے ہاں چھوڑیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھتے ہیں (بے شک متقی لوگ جنتوں اور نہر والی جگہوں میں ہیں اور سچے مقام پر اپنے رب مقتدر بادشاہ (جلّ جلالہ) کے ہاں ہیں۔ سورۃ القمر آیت (۵۴۔۵۵)

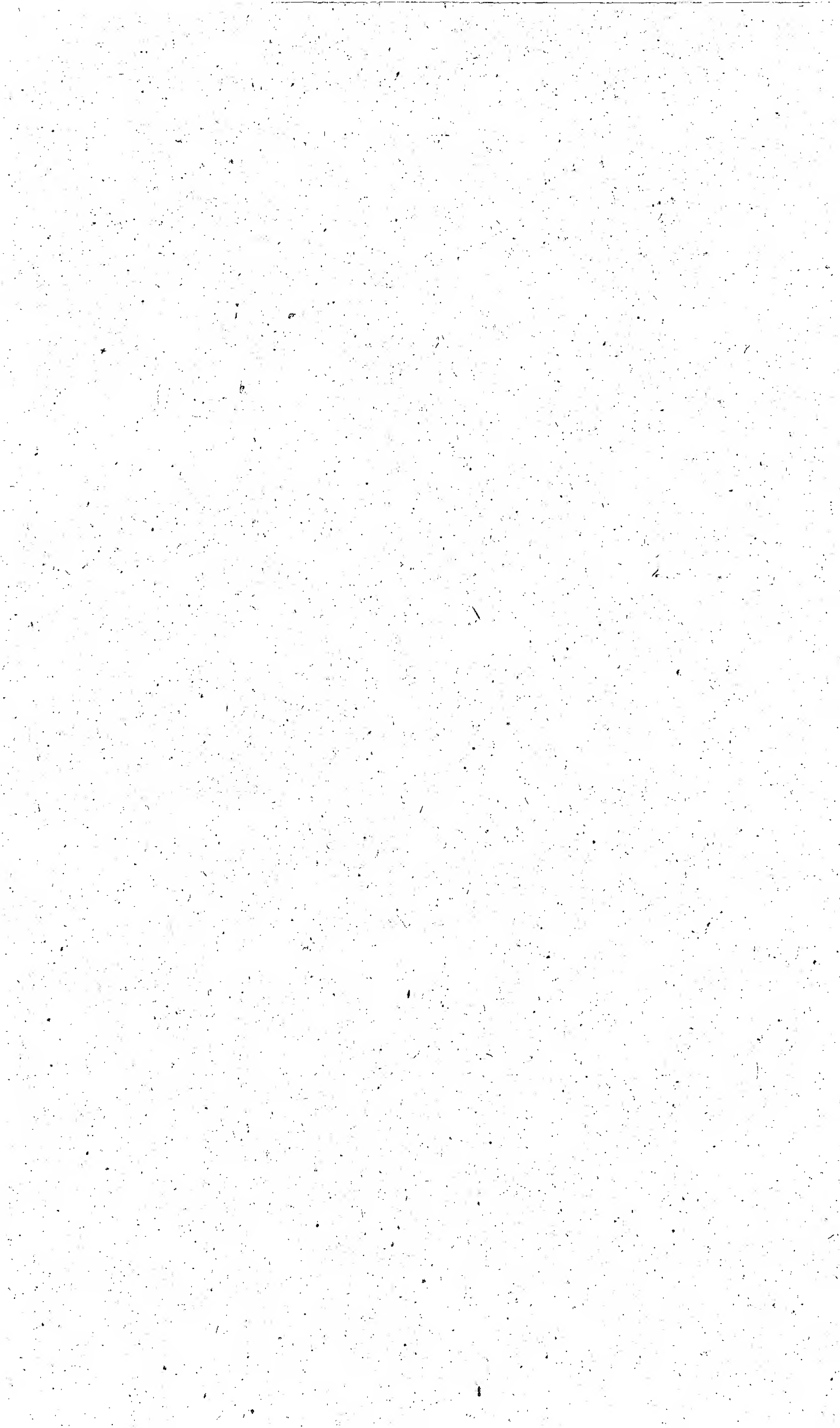
اول (۱)

فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

میں نے انہیں اپنی قمیص اس لئے پہنائی ہے تاکہ انہیں جنت کا لباس پہنایا جائے۔ (الحدیث)

اللہ وہ ذات اقدس ہے جو زندہ کرتی اور مارتی ہے اور وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے جسے موت نہیں آئے گی۔ میری والدہ فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما۔ (الحدیث)



فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا

تعارف و مقدمہ...... آج ہم ایک جلیل القدر صحابیہ کے بارے میں گفتگو کریں گے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی اس طرح محافظت کی جیسا کہ سینے سے دل کی، اور پلکوں سے آنکھوں کی حفاظت ہوتی ہے اور آپ ﷺ سے ایک مشفق ماں کی طرح محبت کی۔

یہ جلیل القدر سیدہ ان بافضیلت خواتین میں سے ایک ہیں جن کا تاریخ اسلام کے ابتدائی مراحل میں بڑا حصہ ہے اور ان کی عظیم خدمات اور حیرت انگیز کردار ہے۔

ان محترم صحابیہ کے کچھ واقعات و مناقب ہیں جنہوں نے ان کو کامیاب لوگوں میں سے بنادیا، ایک تو یہ کہ انہوں نے آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب کی وفات کے بعد تمام جہانوں کی افضل ترین شخصیت جناب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تربیت کی ذمہ داری سنبھالی۔

اسی طرح یہ چوتھے خلیفۂ راشد، جانباز نبی کریم ﷺ، جناب سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی والدہ محترمہ ہیں۔ اور جنت کے نوجوانوں کے سردار حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی دادی ہیں۔ مزید یہ کہ سیدنا جعفر طیار شہید کی بھی والدہ ہیں۔

اور ان سب میں بلند مرتبہ یہ کہ، اپنے زمانے کی تمام خواتین جہاں کی، سردار فاطمہ زہرہ بنت رسول اللہ ﷺ کی خوشدامن بھی تھیں۔

اور اب کونسی وہ صحابیہ ہیں جو اتنی بڑی قدر و منزلت کی حامل ہو اور اس میں اتنے فضائل جمع ہوں۔

امام شمس الدین ذھبیؒ نے ان کا تعارف یوں کرایا ہے۔ "فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی، الهاشمیہ، والدہ علی ابن ابی طالب" [1]

اور یہ فاطمہ، مھاجرات اول میں سے ہیں اور آنحضرت ﷺ سے ان کا نسب آپ ﷺ کے پردادا ہاشم میں جاکر مل جاتا ہے۔ [2]

---

[1] دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۱۱۸ / ۲) اسی طرح دیکھئے تاریخ الاسلام للذھبی (ص ۲۶۱ / ۳)

[2] ابو بکر بن حسن بن دریدؒ نے اپنی کتاب "الاشتقاق" (ص ۳۳) میں لکھا ہے کہ فاطمہ فطم، سے مشتق ہے جس کے معنی قطع کرنے کے ہیں۔ اسی سے فطم الصبی کہا جاتا ہے۔ جب بچے کا دودھ چھڑا لیا جائے اسی طرح لا فطمنك کے معنی لا منعتك کے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور نبی کریم ﷺ کی نگہداشت......جب نبی کریم ﷺ کے دادا، عبدالمطلب نے یہ محسوس کیا کہ ان کا آخری وقت قریب ہے تو انہوں نے اپنے بیٹے ابو طالب کو وصیت کی کہ وہ اپنے بھتیجے محمد بن عبداللہ کی پرورش کریں، اور شاید عبدالمطلب یہ سمجھتے تھے کہ امانتدار اور محبت کرنے والا ہاتھ ابو طالب کے گھر میں اور ان کی زوجہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا جو ایک مہربان دل کی مالک تھیں کے پاس ہے۔ اور ابو طالب اور ان کی زوجہ فاطمہ نے محمد ﷺ کی نگہداشت اور حسن رعایت کو ثابت کر دکھایا۔ اور فاطمہ اپنی خوب توجہ رکھتیں اور اپنے شوہر کے ساتھ ان کا خیال کرتیں اور وہ اس برکت کا مشاہدہ بھی کر رہی تھیں جو ان کی اولاد کے کھانے میں اس وقت ہوتی جب محمد ﷺ ان کے ساتھ کھانا کھاتے۔

اور ابو طالب کے گھر والے جب سب ساتھ کھاتے یا اکیلے ہی، بغیر محمد ﷺ کے کھانے کو سیر نہیں ہوتے تھے۔ لیکن جب محمد ﷺ کے ساتھ کھاتے، سیر ہو جاتے، اور ابو طالب جب بچوں کو صبح یا شام کو کھانا کھاتے دیکھتے تو کہتے کہ میرے بیٹے محمد ﷺ کو آنے دو پھر کھالینا۔ پھر جب آپ ﷺ تشریف لاتے تو ان کے ساتھ کھاتے اور کھانا بچ بھی جاتا تھا۔

اور اگر دودھ کا پیالہ آپ ﷺ منہ سے پہلے لگا لیتے، پھر دوسرا بچہ پیالہ لے لیتا تو ان میں سے آخری بچہ بھی اسی ایک پیالہ سے سیراب ہو لیتا لیکن اگر کوئی اور بچہ اکیلا پی لیتا تو ایسا نہ ہوتا۔ اس لئے ابو طالب کہتے کہ تم بڑی برکت والے ہو۔"

اور جب بچے صبح کو سو کر اٹھتے تو ابو طالب کی اولاد کے بال بکھرے اور آنکھوں میں گیڑے لگے ہوئے لیکن آپ ﷺ کے بال بنے ہوئے اور آنکھیں صاف ستھری سُرمگیں ہوتیں۔

فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا یہ سب کچھ دیکھتیں اسی لئے وہ آپ ﷺ سے زیادہ محبت اور رعایت کرتیں اور اپنی استطاعت کے مطابق ان سے اچھا سلوک کرتیں اور اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ۔ فاطمہ بنت اسد کی شخصیت کو اپنی والدہ محترمہ آمنہ بنت وھب کی شخصیت سے ملاتے۔ انہی فاطمہ نے آپ ﷺ کی رعایت ان کے بچپن اور جوانی میں کی۔

---

[1] دیکھئے عیون الاثر (ص ۵۱ / ۱) السیرۃ الحلبیۃ (ص ۱۸۹ / ۱)

تو آپ ﷺ کی والدہ کے بعد یہی ماں کے روپ میں نظر آئیں۔ اور دادا کے انتقال کے بعد محبت بھرا دل جو توجہ اور ایثار سے لبریز تھا انہی کے پاس تھا، اور یہ آپ ﷺ کی رعایت اسی طرح کرتی ہیں حتیٰ کہ آپ کا نکاح حضرت خدیجہ سے ہو گیا۔

اور فاطمہ بنت اسد، لوگوں کی محمد ﷺ کے بارے میں باتیں بھی سنتی رہتی تھیں اور زیادہ تر وہ اپنے شوہر ابوطالب سے یہ باتیں سنتیں کہ ہمارا بھتیجا بڑے شرف کی خبر لائے گا۔ [1]

اور اسی طرح انہوں نے اس برکت کے بارے میں بھی سنا جو آپ ﷺ کے اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ شام کے سفر میں پیش آئی۔ اور اسی طرح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کی باتیں بھی سنیں جس میں اس نے آپ ﷺ کی خیر کی خصلتیں اور برکات کا بتایا۔

اور اسی لئے انہوں نے اپنے جگر کے ٹکڑے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کے سایۂ عطوفیت میں آپ ﷺ کے گھر میں رہنے کے لئے چھوڑ دیا تھا اور وہ آپ ﷺ میں ایک مہربان باپ کو دیکھتی تھیں اور وہ اس سے پہلے بھی اپنے بیٹے علی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی عنایت دیکھ چکی تھیں۔

مروی ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے ہی ان کا نام رکھا اور علی کے منہ میں اپنی زبان دی اور علی اسے چوستے چوستے سو گئے اور دوسرے دن ہم نے مرضعہ کو بلوایا مگر شیر خوار علی رضی اللہ عنہ نے کسی عورت کا دودھ قبول نہ کیا تو ہم نے محمد ﷺ کو بلوایا اور آپ ﷺ نے اپنی زبان ان کے منہ میں دی وہ اسے چوستے ہوئے سو گئے اور یہ اسی طرح سلسلہ آگے تک چلتا رہا جہاں تک اللہ نے چاہا۔ [2]

ان تمام وجوہات کی بناء پر فاطمہ بنت اسد آپ ﷺ کا خصوصی احترام کرتیں اور جو آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے صفات کمال عطا فرمائی تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جاہلیت کے فضول کاموں اور اس کے میل کچیل سے..... بچائے رکھا۔ اور آپ ﷺ

---

[1] دیکھئے السیرۃ الحلبیۃ (ص ۱۸۹/۱)

[2] حوالہ بالا

سچائی، خیر اور فضیلت کی ایک زندہ مثال تھے۔

فاطمہ بنت اسد کا اسلام لانا...... اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو وحی نازل فرمائی کہ وہ اپنے خاندان والوں کو اللہ سے ڈرائیں۔ سورۃ الشعراء (آیت نمبر ۲۱۴) تو نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کے حکم کے مطابق اپنے رشتہ داروں کو دنیا و آخرت کی بھلائی (توحید) کی دعوت دی۔ تو فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا ان خواتین میں سے تھیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے میں جلدی کی۔ اور ان کے شوہر ابو طالب نے (دبے لفظوں میں معذورت کی حالانکہ ان کی اولاد مشرف با اسلام ہو چکی تھی جن میں سر فہرست علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ تھے۔

اور یہاں سے اس بافضیلت صحابیہ کی داستان شروع ہوتی ہے جو اپنے لوگوں سے ہٹ کر دوسرے راستے پر چلی۔ اور قریش نے آنحضرت ﷺ کو ستانا شروع کر دیا اور وہ اسلام کے راستے میں رکاوٹ بنے اور ہر راستے سے آپ ﷺ سے مقابلہ شروع کر دیا اور بنو ہاشم بھی اپنی وجہ سے لڑنے لگے۔ لیکن انہیں اس وقت خوف محسوس ہوا جب دیکھا کہ ابو طالب اپنے بھتیجے کی طرف جھک گئے ہیں اور ان کا دفاع و حمایت کرنے کھڑے ہو گئے ہیں اور انہیں محمد ﷺ تک پہنچنے نہیں دیتے۔ اور قریش کو، ایمان لا کر نبی کریم ﷺ کی اتباع کرنے والوں پر ظلم کرنے میں مزہ آنے لگا۔

جب نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ قریش ان کے ساتھیوں پر حد سے زیادہ ظلم کر رہے ہیں تو انہیں آپ ﷺ نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا اشارہ دیا اور فاطمہ بنت اسد نے بھی اپنے صاحبزادے جعفر اور ان کی اہلیہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو رخصت کیا اور ان کا دل غم کی شدت سے پھٹا جا رہا تھا۔ اور وہ اپنے صاحبزادے جعفر رضی اللہ عنہ میں نبی کریم ﷺ کی شباہت پاتی تھیں۔[1] اور یہ جعفر رضی اللہ عنہ مہاجرین حبشہ کے امیر تھے۔

جب قریش نے دیکھا کہ معاملہ ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہے تو وہ بنی ہاشم کے

---

[1] آنحضرت ﷺ سے پانچ افراد مشابہ تھے اور پانچوں قریش سے تعلق رکھتے تھے۔ (۱) جعفر بن ابی طالب (۲) قثم بن عباس (۳) سائب بن عبید ابن عبد یزید بن ہاشم بن عبد المطلب (۴) ابو سفیان الحارث ابن عبد المطلب (۵) حسن بن علی بن ابی طالب یہ پانچ افراد شکل میں آنحضرت ﷺ سے مشابہ تھے۔

بائیکاٹ پر مجبور ہو گئے۔ اور بنو ہاشم، اور بنو عبد المطلب اپنی عورتوں اور بچوں کے ساتھ ایک گھاٹی میں محصور کر دیئے گئے۔ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد نے اس وقت دوسری صابر خواتین کے ساتھ صبر کیا اور اللہ کی رضا چاہی اور ان پر مصیبت شدید ہو گئی تو انہوں نے دوسرے محصور مسلمانوں کے ساتھ درخت کے پتّے بھی کھائے۔

جب قریش نے یہ دیکھا کہ بنو ہاشم اس مصیبت پر بڑے وقار کے ساتھ صبر کر رہے اور اس مصیبت کو بڑے تحمل کے ساتھ برداشت کر رہے ہیں۔ بلکہ انہیں ان کی خواتین کے اس مصیبت پر صبر کرنے پر تعجب ہوا جو تین سال تک جاری رہی۔ ابن سعدؒ نے طبقات میں اس بات کو لکھا ہے کہ جب قریش نے ان کو صبر کرتے دیکھا تو ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور انہیں پتہ چل گیا کہ یہ لوگ قابو نہیں آئیں گے اور یہ لوگ گھاٹی سے نبوت کے دسویں سال باہر آئے۔

اور اسی سن میں اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اور پھر آپ ﷺ کے چچا ابو طالب بھی رخصت ہو گئے تو مسلمانوں پر مصائب میں شدّت آگئی اور قریش رسول کریم ﷺ کو زیادہ ستانے لگے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔

جب آنحضرت ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد نے بھی دوسرے مہاجرین کی طرح ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ سے ہجرت کا اجر پایا۔ زبیر بن بکارؒ نے ان کا اسلام لانا اور ہجرت کرنا لکھا ہے۔ [1]

حضرت فاطمہ بنت اسد کا مرتبہ اور مناقب...... "امام شعبیؒ جو بڑے تابعین میں سے ہیں" نے حضرت فاطمہ بنت اسد کے اسلام اور ہجرت کے بارے میں لکھا ہے فرمایا۔

علی ابن ابی طالب کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہیں جو اسلام لائیں اور مدینہ کی طرف ہجرت بھی کی [2]

---

[1] الاستیعاب (ص ۳۷۰ / ۴)

[2] دیکھئے اسد الغابۃ (ترجمہ ۷۱۹ / ۸) الاصابۃ (ص ۳۶۸ / ۴)

علامہ ابن سعدؒ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کی رسول اللہ ﷺ کے ہاں قدر و منزلت کے بارے میں لکھا ہے۔ لکھتے ہیں۔

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا اور یہ ایک نیک بی بی تھیں اور رسول اللہ ﷺ ان کی زیارت کو حاضر ہوتے اور ان کے ہاں قیلولہ فرماتے۔ [1]

اور نبی کریم ﷺ ان کا بہت زیادہ، احترام فرماتے ان کی بزرگی اور دین کی وجہ سے اور ان کے اخلاق اور حسن رعایت اور نبی کریم ﷺ سے اچھے سلوک کی وجہ سے ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آتے۔

اور جب ان کے صاحبزادے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی شادی ہوئی تو فاطمہ بنت اسد بہترین نگہبان اور مشفق ماں کی مثال ثابت ہوئیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد کو کہا کہ آپ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کو پانی بھرنے اور حاجت ضروریہ میں جانے میں مدد کریں اور یہ آپ کو گھر کے داخلی کاموں مثلاً آٹا پیسنے اور کھانے پکانے میں کافی ہو جائے گی۔ [2]

ان کے بلند مرتبہ کی وجہ سے نبی کریم ﷺ انہیں تحفہ وغیرہ بھی بھیجا کرتے۔ جعدہ بن ھبیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے ایک ریشم کا بنا ہوا حُلّہ دیا اور فرمایا کہ انہیں چاروں فاطماؤں کو دے دو تو میں نے انہیں چار حصے کر کے چادریں بنائیں اور ایک فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کو ایک فاطمہ بنت اسد کو ایک فاطمہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔" اور چوتھی فاطمہ کا ذکر نہیں کیا۔ [3]

فاطمہ نامی خواتین کے ذکر میں خاص بات ہے کہ فاطمہ نام کی چوبیس خواتین صحابیہ گزریں ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ کے نسب میں جو فاطمہ نامی خواتین گزری ہیں ان میں ایک قریشی، دو قیس قبیلے کی، دو یمانی، ایک ازدی، اور ایک خزاعی تھیں [4]

اور یہاں لطیفے کی بات یہ ہے کہ فاطمہ بنت اسد کی تاریخ میں کچھ صفلت اولیات ہیں ابن اثیرؒ نے لکھا ہے کہ وہ یہ ہیں کہ یہ سب سے پہلی ہاشمیہ ہیں جنہوں نے

---

[1] دیکھئے الطبقات الکبریٰ (ص ۲۲۲ / ۸) صفۃ الصفوۃ (ص ۵۴ / ۲)

[2] دیکھئے صفۃ الصفوۃ (ص ۵۴ / ۲) تاریخ الاسلام للذھبی (ص ۶۲۱ / ۳) مجمع الزوائد (ص ۲۵۶ / ۹)

[3] دیکھئے الاصابۃ (ص ۳۷۰ / ۴) اسد الغابۃ (ترجمہ ۷۱۷۲) علامہ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ شاید چوتھی فاطمہ عقیل بن ابی طالب کی زوجہ فاطمہ بنت شیبۃ ہیں۔ [4] دیکھئے لسان العرب (مادۃ حطم)

ہاشمی بیٹے کو جنم دیا اور یہ پہلی ہاشمیہ ہیں جن کا بیٹا خلیفہ بنا، اور دوسری فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ہیں جن سے حسن بن علی تولد ہوئے۔ پھر زبیدہ، رشید کی زوجہ جن سے امین الرشید پیدا ہوئے۔ ان کے علاوہ کے ہمیں نام معلوم نہیں۔

اور حضرت فاطمہ بنت اسد کی صحابہ کے دلوں میں بڑی قدر و منزلت تھی خاص طور پر شاعر صحابہ میں۔ حضرت [1] حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کی مدح کی ہے جب انہوں نے جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت پر [2] قصیدہ کہا تھا اور اسی طرح حجاج بن علاط السلمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدح میں اشعار کہے تو ان کی والدہ کا ذکر بھی کیا، یہ اشعار اس نے یوم احد میں مشرکین کے علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ کی ہلاکت پر کہے تھے۔

للہ ای مذنب عن حرمة
اعنی ابن فاطمه المعم المخولا

خدا کی قسم کون ہے وہ عظمت کا ستارا
میری مراد فاطمہ نجیب الطرفین کے بیٹے سے ہے۔

جادت يداك له بعاجل طعنة
تركت طليحة للجبين مجدلا [3]

ترے ہاتھوں نے جلدی سے نیزہ مار کر
طلیحہ کو اوندھے منہ زمین پر دے مارا

فاطمہ بنت اسد کی وفات و کرامات ...... علامہ سمہودیؒ نے اپنی بہترین کتاب "وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ" میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت اسد کو مدینہ منورہ کے مقام "روحاء" میں دفن فرمایا۔

حضرت فاطمہ کی آنحضرت ﷺ کے دل میں بڑی قدر تھی آپ ﷺ ان کی وفات کے بعد بھی ان کے اکرام کو نہیں بھولے اور آپ ﷺ نے اپنی قمیص ان کے

[1] دیکھئے دیوان حسان بن ثابت۔
[2] دیکھئے دیوان حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (ص ۲۲۲)
[3] دیکھئے دیوان حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (ص ۹۰) السيرة النبوية لابن ہشام (ص ۱۵۱ / ۲) مزید دیکھئے البداية والنهاية (ص ۳۳۶ / ۷)

کفن کے لئے عنایت فرمائی اور پہلے خود ان کی قبر میں لئے، اور ان کے لئے خیر کی دعا فرمائی۔[۱]

حضرت فاطمہ کی کرامت یہ ہے جو علامہ سمہودیؒ نے ذکر کی ہے کہ آپ ﷺ پانچ قبور میں اترے جن میں سے تین خواتین کی اور دو مردوں کی ہیں ان میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قبر مکہ میں اور چار مدینہ میں ایک تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ایک صاحبزادے جو ان کے پہلے شوہر سے تھے اور آنحضرت ﷺ کی تربیت اور نگرانی میں رہے۔ دوسری عبد اللہ المزنی رضی اللہ عنہ کی جنہیں "ذوالبجادین" کہا جاتا ہے۔ تیسری اُمّ رومان رضی اللہ عنہا[۲] کی جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ تھیں۔ چوتھی فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی قبر ہے۔[۳]

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی وفات کا آنحضرت ﷺ اور صحابہ پر بڑا اثر ہوا آنحضرت ﷺ نے ان کی مدح فرمائی اور اپنی قمیص کی چادر انہیں کفن کے لئے دی اور ان کے لئے دعا فرمائی۔

ابن شیبہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا کہ یارسول اللہ ﷺ علی، جعفر اور عقیل کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا "اٹھو میری والدہ کے لئے" تو ہم سب اٹھے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے منڈلا رہے تھے (یعنی تیز چلے) جب دروازے کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے اپنی قمیص دے کر فرمایا جب تم انہیں غسل دے چکو تو یہ چادر کفن کے کپڑوں سے پہلے پہنا دینا" اور جب انہیں دفن کے لئے لے کر نکلے تو آپ ﷺ کبھی جنازہ اٹھاتے، کبھی آگے ہو جاتے اور کبھی پیچھے ہو جاتے، حتیٰ کہ ہم قبر تک جا پہنچے۔ تو آپ ﷺ قبر میں اترے پھر نکلے اور فرمایا کہ۔ اللہ کے نام سے، اور اللہ کے نام پر اسے قبر میں داخل کر دوں۔ اور جب لوگ انہیں دفن کر چکے تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میری ماں اور ربیبہ کو جزائے خیر عطا فرمائے، یہ بہترین ماں اور بہترین ربیبہ (پرورش کرنے والی) تھیں۔ تو ہم نے

[۱] اسد الغابۃ ترجمہ (ص ۱۶۸/۷)
[۲] سیرۃ اُمّ رومان اسی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔
[۳] وفاء الوفاء علامہ سمہودی (ص ۸۹۷/۳)

آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! آج ہم نے ایسی دو باتیں دیکھیں جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں فرمایا وہ کیا۔ تو ہم نے کہا کہ آپ ﷺ نے انہیں اپنی قمیص کی چادر کفن کے لئے دی اور ان کی قبر میں بھی اترے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قمیص میں نے اس لئے دی کہ انہیں کبھی آگ نہ چھوئے اور قبر میں اس لئے اترا کہ اللہ تعالیٰ قبر کو وسیع فرمادے۔[1]

ان کے اکرام کی ایک بات یہ ہے کہ آپ ﷺ ان کی قبر میں لیٹ گئے اور پھر فرمایا۔ اے اللہ زندہ کرنے اور موت دینے والے اور جو خود زندہ کبھی نہ مرنے والا ہے۔ میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرمادے، اور انہیں ان کی حجت تلقین کرادے اور ان کی قبر کو وسیع و فراخ فرمادے، تیرے نبی (خود محمد ﷺ) اور مجھ سے پہلے والے انبیاء کے صدقے، بے شک تو ارحم الراحمین ہے۔ پھر انپر چار تکبیریں پڑھیں اور انہیں لحد میں داخل کردیا اور قبر میں اتارنے والے افراد خود آپ ﷺ حضرت عباس، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔[2]

آپ ﷺ کو جنت کی بشارت...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور وہ لوگ جنت میں داخل کئے جائیں گے جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے (، ایسی جنتوں میں) کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اس میں اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ رہیں گے ان کا ملنا "سلام" ہوگا۔

فاطمہ بنت اسد جو جلیل القدر تابعیہ ہیں ان خواتین میں سے ہیں جو ہمیشہ اپنی استطاعت کے مطابق اسلام اور رسول ﷺ کی مدد کے لئے کوشاں رہیں اور رسول اللہ ﷺ کے لئے جرأت مندانہ کام کئے اور اسلام کے طلوع کے وقت ان کا اہم اور مبارک کردار رہا یہاں تک کہ وہ اپنے رب سے جاملیں۔

اور رسول اللہ ﷺ تو وہ رحیم و کریم شخصیت تھے جو احسان کو ضائع نہیں فرماتے تھے اور اس اچھائی کو فراموش نہیں فرماتے تھے جو کسی نے آپ کے ساتھ کی ہو اور فاطمہ بنت اسد تو آپ کی والدہ کے قائم مقام تھیں اور جنہوں نے اللہ اور رسول کے

---

[1] دیکھئے وفاء الوفاء (ص ۸۹۷/ ۳) [2] دیکھئے مجمع الزوائد (ص ۲۵۷/ ۹)

لئے ہجرت کی[1] اور کسی ایک دن کے ہی احسان و عطیہ تک نہیں رکیں۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے آپ کو فضیلت اور خیر کے ساتھ ان کی وفات کے دن یاد فرمایا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب حضرت فاطمہ بنت اسد کی رحلت ہوئی تو آپ ﷺ ان کے ہاں تشریف لے گئے اور ان کے سر کے پاس بیٹھ کر ارشاد فرمایا۔

اے میری ماں! اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ میری ماں کے بعد ہو۔ خود بھوکی رہتیں اور مجھے پیٹ بھر کر کھلاتیں، اپنے بجائے مجھے کپڑے پہناتیں، اچھی چیزوں سے خود باز رہتیں مجھے کھلا دیتیں۔ اور ان کاموں سے اللہ کی رضا اور دار آخرت چاہتی تھیں۔[2]

حضرت فاطمہ بنت اسد نے جنت کی بشارت بھی پائی تھی۔ ہم سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس بشارت عظیمہ کا قصہ سنتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

جب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے اپنی قمیص انہیں پہنوائی اور ان کی قبر میں بھی لیٹے۔ پوچھا گیا کہ ہم نے آپ کو ایسا کرتے دیکھا۔ کیا وجہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابو طالب کے بعد، ان سے زیادہ مجھ سے کوئی اچھا سلوک کرنے والا نہ تھا میں نے اپنی قمیص انہیں اس لئے پہنائی کہ انہیں جنت کے حُلّے پہنائے جائیں اور ان کی قبر میں اس لئے لیٹا تاکہ ان پر آسانی کا معاملہ کیا جائے۔[3]

میں چاہتا ہوں کہ اس مقام پر ایک مبارک قصہ حضرت فاطمہ بنت اسد کے بارے میں جو سیرت حلبیہ میں قرطبی سے نقل کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت رکھی ہے کہ وہ قبر میں بھینچے نہ جائیں گے اور فاطمہ بنت اسد بھی آپ ﷺ کی برکت سے قبر کے بھینچنے سے اس وقت محفوظ ہو گئیں جب آپ ﷺ ان کی قبر میں

---

[1] دیکھئے النجوم الزاہرة (ص ۱۱۹/ ۱)

[2] دیکھئے مجمع الزوائد (ص ۲۵۶/ ۹) ھیثمی نے لکھا ہے کہ طبرانی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

[3] دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۱۱۸/ ۲) اور علامہ ھیثمیؒ نے ملتے جلتے الفاظ سے مجمع الزوائد (ص ۲۵۷/ ۹) پر بھی روایت کیا ہے اور فرمایا کہ طبرانی نے "الاوسط" میں یہ حدیث نقل کی ہے۔ مزید دیکھئے الاستیعاب (ص ۴/ ۳۷۰) اسد الغابہ ترجمہ (۷۱۶۸)

لیئے۔[1]

اور آخر میں، کہ یہ فاطمہ بنت اسد جلیل القدر صحابیہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول اللہ ﷺ کی تکریم حاصل تھی اور پوری جزاء انہیں ملی۔ اور ہم ان کی مہکتی سیرت کے اخیر میں ان کی منقبت جو بہت اعزاز والی ہے لکھتے ہیں کہ یہ حدیث کی روایات میں سے ہیں ان کی آنحضرت ﷺ سے ۴۶ چھیالیس احادیث مروی ہیں اور صحیح بخاری اور مسلم میں ان کی ایک حدیث نقل کی گئی ہے۔

اور آنحضرت ﷺ نے خیر کے حوالے سے ایک ارشاد فرمایا ہے وہ یہ کہ قریش کی عورتیں بہترین عورتیں ہیں جو اونٹوں پر سوار ہوئیں۔ اور اس کی حفاظت اور نگرانی اس کے بچپن میں کی اور اس کی جوانی میں اس کی رعایت کی۔ اور[2] ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مریم بنت عمران اونٹ پر کبھی سوار نہیں ہوئیں[3]

اللہ تعالیٰ فاطمہ بنت اسد پر رحمت نازل فرمائے، اہل جنت کے مختار لوگوں سے تھیں اور جن کے لئے ملائکہ، نے رحمت کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو تروتازہ رکھے آمین۔

ہم ان مبارک صحابیہ کی سیرت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھتے ہیں کہ "بے شک متقین جنتوں اور نہروں (والے باغیچوں) میں ہوں گے سچے ٹھکانہ پر طاقتور بادشاہ کے" سورۃ القمر (آیت ۵۴۔۵۵)

---

[1] دیکھئے سیرت حلبیہ (ص ۳ ۲۷۲)

[2] جامع الاصول لا بن الاثیر (ص ۲۱۰ / ۹) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا مکمل ارشاد یوں منقول ہے۔ اور اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ وہ اونٹ پر سوار ہوئیں تو ان پر کبھی کسی کو فضیلت نہ دے۔

[3] اس حدیث کو امام بخاری نے کئی جگہوں میں روایت کیا ہے۔ مثلاً کتاب الانبیاء کتاب النکاح، النفقات اور امام مسلم اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔



اُمّ حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا

میری امت میں سے جو پہلا لشکر بحری جنگ لڑے گا ان پر جنت واجب ہو گئی ہے۔ اُمّ حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ !کیا میں ان میں شامل ہوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایاہاں تم ان میں شامل ہو گی۔ (الحدیث)

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

کہ تم (اُمّ حرام) اولین میں سے ہو آخرین میں سے نہیں (الحدیث)

اُمِّ حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا

کامیابوں میں کامیاب......ام حرام بنت ملحان بن خالد الانصاریہ النجاریہ المدنیۃ ان بلند مرتبہ خواتین میں سے ہیں جن کے لئے ہمیشہ کے لئے امر ہونا لکھ دیا گیا ہے اور اسلام کی خواتین کے درمیان ان کی امتیازی شان ہے۔

اُمِّ حرام رضی اللہ عنہا نبوت کے ابتدائی دنوں میں مدینہ میں تھیں اور یہ ان خوش قسمت خواتین میں سے ہیں جنہیں صحابیت رسول ﷺ کا شرف حاصل ہوا۔ یہ اسلام لائیں اور رسول ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسلام کے رنگ میں رنگی گئیں اور اسلام کی حلاوت سے محظوظ ہوئیں۔ اور پھر اسلام کی محبت ان کے صاف دل میں اتر گئی اور ان کا صاف ستھرا نفس نور نبوت سے منور ہو گیا۔ اور یہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے، ایثار کرنے اور بھلائی میں سب سے نمبر لے گئیں۔

اُمِّ حرام رضی اللہ عنہا اسلام پہلے قبول کرنے والی انصاری خواتین میں سے اور ان خواتین میں سے ہیں جنہوں نے اپنے اسلام کا ہجرت سے پہلے ہی اعلان کر دیا تھا۔ اور اسی طرح ان مومن خواتین میں سے ہیں جن کے لئے اور دوسرے مومنین کے لئے اللہ تعالیٰ نے کمال احسان کی گواہی دی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اور پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار میں سے اور وہ جو ان کی احسان کے ذریعے اتباع کریں۔ اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آرام والے باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ تیار کی ہیں یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

پاکیزہ درخت......اُمِّ حرام بنت ملحان، غمیصاء کی بہن ہیں اور غمیصاء، اُمِّ سلیم بنت ملحان ہیں جو کہ خود بھی بڑی بافضیلت اور جنت کی خوش خبری پانے والی خاتون ہیں۔ جنہوں نے زمانۂ نبوت میں بڑا مبارک اثر اور روشنی چھوڑی۔

اور یہ ہماری مہمان اُمّ حرام سیدنا انس بن مالک ؓ کی خالہ محترمہ ہیں اور دو بہادر شہیدوں حرام اور سلیم بن ملحان کی بہن ہیں یہ دونوں بدر واحد میں شریک تھے اور بئر معونہ کے واقعہ میں شہید ہوئے۔ اور ان کے بھائی حرام بن ملحان وہ شخصیت جو آنحضرت ﷺ کا خط لیکر عامر بن طفیل کے پاس گئے تھے۔ جو بنی عامر کا سردار اور ایک شاعر اور بہادر شہسوار شخص تھا جب یہ اس کے پاس خط لیکر گئے تو اس نے خط کی طرف دیکھا تک نہیں اور حرام بن ملحان ؓ پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ [1]

اور سیدنا انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ میرے ماموں حرام بن ملحان کو بئر معونہ کے دن سر پر تیر لگا تو انہوں نے خون ہتھیلی پر رکھا اور فرمایا رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ [2]

اور اسی طرح اُمّ حرام ایک شہید قیس بن عمرو بن قیس کی والدہ اور ایک شہید عمرو بن قیس بن زید کی زوجہ ہیں اور ان کے صاحبزادے قیس بدر میں شریک تھے اور احد میں اپنے والد کے ساتھ شریک ہوئے اور دونوں اسی دن شہید ہوئے۔

اس پاکیزہ درخت کی ٹہنیاں یہاں کامل ہوتی ہیں کہ انہوں نے اسلام کے جاں باز سپاہی اور عالم سیدنا عبادہ بن الصامت ؓ سے نکاح کیا اور عبادہ بن الصامت یہ وہ شخصیت ہیں جو دوسرے ستّر انصاریوں کے ساتھ بیعت عقبہ میں شریک تھے اور بارہ نقباء میں سے ایک ہیں اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے اور یہ عقبی نقیب اور بدری، انصاری صحابی ہیں ان مبارک نشانیوں کے ساتھ ان کی شان امتیازی ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت کے ایک ذہین بیٹے محمد بن عبادہ انہی سے پیدا ہوئے اور خود عبادہ بن صامت اپنی زوجہ اُمّ حرام اور ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرو بن قیس کے ساتھ اچھا سلوک کرتے اور یہ عبداللہ انتہائی ذہین فاضل شخصیت تھے۔ انہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی نبی کریم ﷺ کی صحبت میں رہے اور ان سے روایت بھی کی۔ [3]

اس پاکیزہ گھرانے میں جس سے برکت اور خیر پھوٹتی تھی اُمّ حرام ؓ کی زندگی گذری اور انہوں نے اپنے شوہر سے ہر بھلائی اور فضائل حاصل کی جو انہوں میں تھی وہ

---

1. الدرر فی اختصار المغازی والسیر (ص ۱۸۰) 2. دیکھئے الاستبصار (ص ۳۶)
3. دیکھئے الاستبصار (ص ۶۸)

وحی کے کاتب، قرآن کے معلم اور جامع لیلۃ عقبہ کے ایک چمکتے ستارے یوم بدر اور دوسرے غزوات کے ایک بہادر شہسوار بیعت رضوان کے ایک روشن نشان تھے اور اس کے علاوہ جتنے مکارم ان میں تھے سب سے خوشہ چینی کی اور پھر اسلام کی نصرت اور اشاعت میں ان کی شریک رہیں۔

بلند مرتبہ...... یہ جلیل القدر صحابیہ اُمّ حرام رضی اللہ عنہا تقویٰ اور پرہیزگاری میں مشہور ہوئیں اور یہ ایسی ہی تھیں جیساکہ امام ذھبی نے لکھا ہے کہ۔

اُمّ حرام بلند مرتبہ خواتین میں سے تھیں ۔[1]

اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ ان کا بہت اکرام کرتے اور ان کے گھر جو قباء میں تھا حاضر ہوتے اور یہ وہی گھر ہے جہاں آپ ہجرت کے وقت آکر ٹھہرے تھے۔ تو نبی کریم ﷺ جب قباء [2] تشریف لیجاتے تو ان کے ہاں آرام فرماتے وہ بہت خوش ہوتیں اور اکرام میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتیں، اور نبی کریم ﷺ ان کے اور ان کی بہن اُمّ سلیم کے ہاں تشریف لیجاتے۔ اس بات کو حضرت انس یوں بیان کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اور وہاں میں میری والدہ (اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا) اور خالہ اُمّ حرام تھیں آپ ﷺ نے فرمایا اٹھو میں تمھیں نماز پڑھاؤں پھر ہمیں غیر وقت میں نماز پڑھائی [3] اور جب نماز ختم کی تو تمام گھر والوں کیلئے دنیا و آخرت کی بھلائی کیلئے دعا فرمائی۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ علماء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ اُمّ حرام اور اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی محرم خواتین تھیں۔ علامہ ابن عبدالبر نے تو لکھا ہے کہ یہ آپ ﷺ کی رضاعی خالائیں تھیں۔ اور دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ یہ ان کے والد یا دادا کی طرف سے آپ ﷺ کی خالہ تھیں اس لئے کہ جناب عبدالمطلب کی والدہ بنی نجار سے تعلق رکھتی تھیں۔[4]

---

[1] سیر اعلام النبلاء (ص۲/۳۱٦)
[2] دیکھئے وفاء الوفاء علامہ سمہودی (ص ۳ / ۸۸۲)
[3] یہ حدیث امام مسلم نے باب جواز الجماعۃ فی النافلۃ میں روایت کی ہے۔ دیکھئے الاستبصار (ص ۳۹)
[4] دیکھئے شرح النووی علی مسلم (ص ۱۳/۵۷) دیکھئے سیرت حلبیہ (ص ۳/۷۲)

اُمّ حرام رضی اللہ عنہا کی نبی کریم ﷺ کے ہاں بڑی قدر و منزلت تھی۔ مروی ہے کہ آپ ﷺ اُمّ سلیم کی بہن یعنی اُمّ حرام رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لیجاتے۔ تو وہ آپ کے سر مبارک کی صفائی فرماتیں اور آپ وہیں سو بھی جاتے تھے۔ [۱]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے رسول اللہ ﷺ حضرت اُمّ حرام کے ہاں تشریف لیجاتے تو وہ انہیں کھانا کھلاتیں اور اُمّ حرام اس وقت حضرت عبادہ بن الصامت کی زوجہ تھیں تو ایک مرتبہ آپ ﷺ وہاں تشریف لائے انہوں نے آنحضرت ﷺ کو کھانا کھلایا پھر بیٹھکر آپ ﷺ کے سر کی صفائی کرنے لگیں تو آپ ﷺ کو نیند آگئی۔ [۲]

ان کی جہاد سے محبت...... یہ معزز صحابیہ اُمّ حرامؓ تمنا رکھتی تھیں کہ وہ شھداء کی سواریوں کے ساتھ ہوں اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شھداء کا بڑا رتبہ اور اعزاز ہے اور شھادت فی سبیل اللہ ان کا نصب العین بن گئی تھی اور وہ اس کی تلاش میں رہتی تھیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے اکثر دعا کرتیں کہ وہ انہیں اپنے راستے میں شھادت سے سرفراز فرمائے۔ حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ نے انہیں شھادت کی خوشخبری سنائی اور دعا بھی کی اور انہیں بتلایا کہ وہ شھید ہونگی [۳] اور بحری جنگ میں شریک ہونگی۔ [۴]

اپنی بہترین کتاب "الاستبصار" میں علامہ ابن قدامہؒ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت اُمّ حرام کو شھیدہ کہہ کر پکارا جاتا تھا ان کی روایت کردہ حدیث کی بناء پر جس میں آنحضرت ﷺ نے انہیں بشارت دی تھی کہ وہ اولین میں سے ہونگی۔ [۵]

ان کے مناقب...... حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا کے برکت سے بھرپور اور اعزاز سے موسوم مناقب ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ وہ آنحضرت ﷺ کی احادیث کی حافظہ تھیں اور آنحضرت ﷺ سے پانچ احادیث روایت بھی کیں۔ اور ان میں سے ایک

۱۔ دیکھئے نسب قریش (ص ۱۲۴) السیرۃ الحلبیۃ (ص ۳ / ۷۳)
۲۔ دیکھئے دلائل النبوۃ للبیھقی (ص ۶ / ۴۵۰) مزید دیکھئے وفاء الوفاء (۳ / ۸۸۲)
۳۔ الاستیعاب (۴ / ۴۲۴)
۴۔ دیکھئے اسد الغابۃ (ترجمہ ص ۷۳۰۳)
۵۔ دیکھئے نسب قریش (ص ۱۲۵)

حدیث صحیحین میں مروی ہے[1]۔ اور ان سے سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اور خود انس رضی اللہ عنہ حضرت عمیر بن الاسود، عطاء بن یسارا ،یعلی بن شداد بن اوس رحمھم اللہ[2] نے بھی روایت لی ہے۔

اُمّ حرام رضی اللہ عنہا کی مناقب میں ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ خرچ کرنے اور ایثار کرنے میں، اسی طرح آپ علیہ السلام کی خدمت کے لئے کوشاں رہنے میں آگے تھیں اور سخاوت اور ایثار انصار کی صفات میں شامل تھے اور انصار اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔ اور اسی طرح یہ اصحاب رسول میں سے مہاجرین کا خاصّہ بھی تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ صفت ان کی دنیا کی گندگیوں اور ملمع سازیوں سے دوری پر دلالت کرتی ہے اور روح کی قوت اور لالچ و حرص سے دوری پر بھی دلیل ہے۔ اس لئے کہ حرص اتنی سخت بیماری ہے جس سے خیر صادر نہیں ہوسکتی اور اللہ تعالیٰ نے یہ امتیاز مبارک انصار کے لئے لکھ دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ وَ الدَّار وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ الآية (ع ۹ سورۃ الحشر)

اور وہ لوگ جو مدینہ میں مہاجرین کے آنے سے پہلے سے ہی رہتے ہیں اور جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں اور اپنے دل مین کوئی رشک نہیں پاتے اور ان کو اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں۔

جنت کی بشارت...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل صالح کرتے رہے ایسی جنتوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ان کو سونے اور یاقوت کے کنگن پہنائے اور ان کا لباس ریشم کا ہوگا۔ اور انہیں اچھی بات کی طرف ھدایت دی گئی اور محمود راستے کی جانب ہدایت دی گئی۔ (سورۃ الحج آیت ۲۳۔۲۴)

یہ سخی صحابیہ اُمّ حرام رضی اللہ عنہا ان خواتین میں سے تھیں جو خالص نیت اور سچے

---

[1] المجتبیٰ (ص ۱۰۵) ایک قول سات احادیث کا بھی ہے۔

[2] دیکھئے الاصابہ (ص ۴/۴۲۴) تاریخ الاسلام (ص ۲/۳۱۸)

ایمان اور عبادت میں اخلاص کے ساتھ معروف تھیں، اور انہیں ان کا شوق ہی جنت لے گیا اور یہ خود بھی اللہ تعالیٰ سے اس کے راستے کی شہادت مانگا کرتی تھیں اور نبی کریم ﷺ سے بھی عرض کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ انہیں، شہداء، میں سے بنادے تو آپ ﷺ نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی تو ان کا دل خوشی اور اس بشارت کے مارے اڑنے لگا، اور ان کے دل میں شہادت کی صورت بیٹھ گئی اور وہ اس کی امید میں دن رات گزارنے لگیں۔ اور نبی کریم ﷺ تو جو بات فرماتے وہ وحی سے ہی ہوتی تھی جو انہیں ایک مضبوط قوی والا سکھ کر جاتا تھا۔

نبی کریم ﷺ رفیق اعلیٰ کی طرف منتقل ہوئے تو وہ اُمّ حرام سے راضی تھے۔ اور پھر خلفاء راشدین کا دور آیا اور جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور مبارک آیا تو فتوحات مسلسل ہونے لگیں اور ان کا دائرہ وسیع ہو گیا اور سن ۲۷ھ میں حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے قبرص پر جنگ کی اور یہ بحری جنگ تھی اور اُمّ حرام رضی اللہ عنہا بھی اپنے شوہر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ بحری جنگ میں نکلیں اور یہاں گذشتہ سالوں کی باتوں یاد آئیں اور نبی کریم ﷺ کی بشارت بھی یاد آئی کہ وہ بحری جنگ میں شریک ہوں گی اور شہید بھی ہوں گی۔

اور یہاں ہم خود صاحبہ بشارت کی زبانی بشارت کا قصہ سنتے ہیں۔

عمیر بن الاسود العنسی بیان کرتے ہیں کہ وہ سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ بن صامت کے پاس آئے وہ اس وقت حمص کے ساحل پر ایک عمارت میں تھے اور ان کے ساتھ ان کی زوجہ اُمّ حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ تو اُمّ حرام رضی اللہ عنہا نے ہمیں بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ۔

میری امت میں جو پہلا لشکر بحری جنگ لڑے گا اس پر جنت واجب ہو گئی تو اُمّ حرام رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا میں ان میں سے ہوں گی؟

فرمایا ہاں تم ان میں ہو گی۔ [1]

اور اس امینہ مجاہدہ نے شہادت حاصل بھی کر لی جب یہ غزوۂ بحر میں تھیں اور یہ

---

[1] اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الجہاد میں "باب فیما قبل فی قتال الروم" تحت بیان کیا ہے (حدیث ۲۹۲۴) دیکھئے جامع الاصول (ص ۱۴۹/ ۹) مزید دیکھئے صفۃ الصفوۃ (ص ۷۰/ ۲) مزید دیکھئے تاریخ الاسلام (ص ۳۹۵/ ۱)

تب ہوا کہ جب یہ بحر (سمندر) سے نکلیں تو اپنی سواری سے گر گئیں اور خچر نے انہیں گرا دیا تو یہ رحلت کر گئیں رضی اللہ عنہا

اور یہ قصہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی سنتے ہیں جو اپنی خالہ اُمّ حرام رضی اللہ عنہا کی شہادت کا واقعہ بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنت ملحان رضی اللہ عنہا (اُمّ حرام) کے ہاں تشریف لائے اور ٹیک لگا کر تشریف فرما ہوئے اور ہنسے تو اُمّ حرام رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کیوں ہنس رہے ہیں۔ فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ ہرے سمندر پر اللہ کے راستے میں سوار ہوں گے ان کی مثال ایسی ہے جیسے خاندان پر کوئی حاکم (حکم چلاتا) ہو۔

تو اُمّ حرام رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے بنا دے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ اُمّ حرام کو ان لوگوں میں شامل کر دے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ ہنسے۔ اُمّ حرام رضی اللہ عنہا نے اسی طرح دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح جواب دیا پھر اُمّ حرام رضی اللہ عنہا نے دعا کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"کہ تو اولین میں سے ہے آخرین میں سے نہیں۔"

حضرت انس فرماتے ہیں اس کے اُمّ حرام کا نکاح حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہوا تو یہ بنت قرظہ [1] کے ساتھ سمندر میں سفر جہاد پر نکلیں اور جب واپس ہو رہی تھیں تو سواری کے جانور نے انہیں گرا دیا اور یہ گر کر وفات پا گئیں [2]

اس طرح اُمّ حرام رضی اللہ عنہا نے جنت کو پایا اور شہادت سے محظوظ ہوئیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خوشخبری سنائی تھی۔

ان کی وفات کے بعد کرامت...... شہداء کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا مرتبہ ہے اور اُمّ حرام رضی اللہ عنہا شہیدہ کو اللہ تعالیٰ نے وفات کے بعد اعزاز عطا فرمایا اور ان کی قبر حمص میں قبر موجود ہے جو "نیک خاتون کی قبر" سے معروف ہے۔

---

[1] فاختہ بنت قرظہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔

[2] اسے امام بخاریؒ نے کتاب الجہاد میں اور امام مسلم نے کتاب الامارۃ میں نقل کیا ہے۔ مزید دیکھئے البدایۃ والنھایۃ (ص ۲۲۲/ ۶) مجمع الزوائد (ص ۲۶۳/ ۹) اسی طرح مزید دیکھئے دلائل النبوۃ للبیہقی (ص ۴۵۰/ ۶ـ ۴۵۱ـ ۴۵۲)

لطف کی بات یہ ہے کہ علامہ بلاذریؒ نے "فتوح البلدان" میں یہ مبارک خبر نقل کی ہے اور فرمایا ہے کہ جب قبرص پر پہلی جنگ ہوئی تو اُمّ حرام بھی اپنے شوہر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھیں، تو جب یہ لوگ قبرص پہنچے تو یہ پالان سے نکلنے لگیں کہ اچانک سواری آگے ہو گئی اور [1] یہ پھسل گئیں اور اس طرح ان کا انتقال ہو گیا آج بھی ان کی قبر "قبرص میں" نیک خاتون کی قبر سے معروف ہے۔

علامہ ابوالحسن ابن الاثیر وغیرہ نے بھی اس غزوہ کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ

یہ غزوہ، غزوۂ قبرص کہلاتا ہے اور قبرص ہی میں اُمّ حرام مدفون ہیں اور اس لشکر کے امیر حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھے یہ خلافت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا وقت تھا۔ اور ان کے ساتھ حضرت ابوذر، ابوالدرداء اور دوسرے صحابہ بھی شریک تھے یہ سن ۲۷ھ کی بات ہے [2] جو سن ۶۴۸ء کے مطابق ہے۔

اسی طرح ہشام بن الخاز نے بھی لکھا ہے کہ

حضرت اُمّ حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کی قبر قبرص میں ہے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ نیک خاتون کی قبر ہے۔ [3]

اور ہشام نے یہ بھی کہا ہے میں نے ان کی قبر دیکھی ہے اور میں سن ۹۱ء میں وہاں ساحل بقاقیس [4] پر رکا بھی ہوں۔ امام ذھبیؒ نے لکھا ہے کہ مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ ان کی قبر "فرنج [5] نامی جگہ میں ہے۔ علامہ زبیدیؒ نے تاج العروس میں ان کی کرامت اور اپنے مشاہدے کو لکھا ہے کہ۔

ان کی قبر ایک بڑی جگہ میں جزیرے کے نمایاں مقام پر ہے اور میں جب بیت المقدس جارہا تھا تو وہاں سے گزرا مجھے بتایا گیا کہ ان کا یہاں اوقاف کا نظام اور خادمین بھی ہیں جو ان کی کرامتوں کی باتیں نقل کرتے ہیں۔

اُمّ حرام رضی اللہ عنہا کے اعزاز کی ایک بات یہ بھی ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ نیک

---

[1] فتوح البلدان (۱ص ۱۸۲) اسی طرح دیکھئے الاعلام للزرکلی (۲ص ۱۸۲)

[2] دیکھئے اسد الغابتہ (ترجمہ ۷۳۰۲) النجوم الزاہرۃ (۱ص ۸۵) الاعلام (۲ص ۱۸۲)

[3] دیکھئے الحلیتہ (۲ص ۶۲) صفتہ الصفوۃ (۲ص ۷۰) معجم البلدان میں قبرص۔ سین کے ساتھ ہے۔

[4] دیکھئے صفتہ الصفوۃ (۲ص ۷۰) دلائل النبوۃ بیہقی (۶ص ۴۵۲)

[5] دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۲ص ۳۱۷)

خاتون کی قبر ہے اور قحط وغیرہ میں ان کے توسل سے دعا، باران رحمت بھی کرتے ہیں۔
بہتر یہ ہوگا کہ ہم یہاں ڈاکٹر وھبہ الزحیلی کی تخلیق جو انہوں نے توسل بالصالحین اور ان کی زیارت کے بارے میں نقل کی ہے [1] درج کر دیں، لکھتے ہیں۔
اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تعظیم، عبادت اور شرکت نہیں بلکہ یہ صرف محبت اور احترام ہے۔ اور صالحین کے توسل سے دعائے باران، یا وسیلہ سے دعا کرنا جیسا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعے مانگی گئی، آثار سے ثابت ہے اور حقیقت میں مرجع اللہ تعالیٰ ہی ہوتے ہیں۔ اور اس پر قرآن کریم میں بھی اشارہ موجود ہے اور یہ اصل میں اللہ تعالیٰ ہی سے دعا ہے، توسل کے علاوہ۔ ۱۲
یہ چند، خوشبو سے مہکتے لمحات تھے ایک صحابیہ کی زندگی کے جو انہوں نے قابل تعریف گزاری۔ اور شہید ہو کر فوت ہوئیں اور ان کے لئے آپ ﷺ کی یہ بشارت صادق ہوئی کہ وہ زمین پر فرشتہ ہیں تو یہ پہلی بحری خاتون مجاہدہ ہیں جنھوں نے بحرابیض متوسط میں جہاد میں حصہ لیا۔
اللہ تعالیٰ "ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا" پر رحم فرمائے اور اللہ تعالیٰ ابو نعیم پر بھی رحم فرمائے جنھوں نے ام حرام کی سیرت کے بیان میں کہا کہ [2] کہ قابل تعریف سلوک واحسان والی، سمندر کی شہید۔ جنت دیکھنے کی مشتاق ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا اور ہم ان کی پاکیزہ سیرت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھتے ہیں۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّٰتٍ وَنَهَرٍ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ

پرہیز گار لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے ایک عمدہ مقام پر قدرت والے بادشاہ کے پاس (سورۃ القمر آیت نمبر ۵۰)

---

[1] کتاب "عبادہ بن صامت" للزحیلی (ص ۲۹)
[2] الحلیۃ (حلیۃ الاولیاء) (ص ۶۱ / ۲)

اُمّ عمارۃ نسیبۃ بنت کعب رضی اللہ عنہا

اے اللہ انہیں جنت میں میرا رفیق بنادے

(الحدیث)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ احد کے دن نسیبہ کے بارے میں

کہ میں جب بھی اپنے دائیں یا بائیں دیکھتا تو نسیبہ کو اپنے دفاع میں لڑتا ہوا پاتا تھا۔
(الحدیث)



اُمّ عمارہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا

انتہائی محنت اور کوشش کرنے والی خاتون..... ان صحابیہ کے بارے میں گفتگو کرنا شوق دلانے والا اور خوبصورت مشغلہ ہے۔ اور اس کی تاثیر نفوس کو قید کر لیتی ہے۔ تو ان صحابیہ نے فضیلت کو تمام پہلوؤں سے حاصل کر لیا تھا۔

جب ہم کسی مثالی ماں کے بارے میں گفتگو کریں تو یہ ایک شفیق ماں نظر آتی ہے اور جب ہم کسی وفا شعار بیوی کی بات کریں تو ان کا نام سرفہرست آتا ہے۔ اور جب پہلے ایمان لانے والوں کی بات ہو تو یہ سرفہرست نظر آتی ہے۔ اور اگر انہیں جہاد میں دیکھنا چاہو تو انہیں گنے چنے ان بہادروں سے میں نظر آئیں گی جو نبی کریم ﷺ کا دفاع کر رہے ہوتے ہیں۔ اور جب عبادت اور زہد کی بات ہو تو انہیں ایک خشوع و خضوع سے عبادت کرنے والی پاؤ گے۔ اور جب حدیث اور علم کے بارے میں پوچھو گے تو انہیں محدّثہ، راویۂ حدیث رسول اللہ ﷺ پاؤ گے۔

تو وہ کون سی عورت ہے۔ جو ان تمام فضائل کی جامع ہو۔ اگر آپ چاہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ ان ہی صحابیہ میں یہ سب مکارم جمع تھے۔

معزز قارئین!

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کو ان جلیل القدر صحابیہ کو جاننے کا شوق ہو چلا ہے۔ حلیۃ الاولیاء میں امام ابو نعیم الاصبہانی نے ان صحابیہ کی تعریف یوں بیان کی ہے۔

اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا، جنہوں نے عقبہ میں بیعت کی، مردوں اور بوڑھوں سے جنگ کی انتہائی کوشش اور محنت والی روزے زہد اور اعتماد والی خاتون تھیں۔

امام شمس الدین ذہبیؒ نے ان کا تعارف یوں کرایا ہے کہ۔

اُمّ عمارہ نسیبہ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول، جو کہ بافضیلت، مجاہدہ انصاری خزرجی، بخاری، مازنی، مدنی خاتون ہیں [1]

[1] دیکھئے سیر اعلام النبلاء للذھبی (ص ۲/۱۷۸)

تو یہ خاتون صحابیہ فاضلہ انصار سے تعلق رکھتی تھیں جن کی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انہیں تنگی ہو۔ اور بنو نجار سے ان کا تعلق تھا جو کہ نبی حبیب ﷺ کے "ماموں" ہیں اور یہیں آپ ﷺ ہجرت مبارکہ کے وقت اترے تھے۔

حضرت نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا [1] نے اپنی زندگی میں بہادری کی داستانیں رقم کی ہیں اور کئی زمانے گزرنے کے باوجود اہل زمانہ ان کی بہادری کو تعجب و تقدیر کے ساتھ نقل کرتے چلے آئے ہیں۔ اور حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا کو اسلام کی خواتین میں ایک امتیازی مقام حاصل رہا جب سے انہوں نے عقبہ میں بیعت کی حتیٰ کہ وفات ہو گئی اور اللہ تعالیٰ جب زمین اور اہل زمین کا وارث ہو جائے گا (قیامت تک) جب تک یہ مقام انہیں حاصل رہے گا۔

دو اہم خواتین...... عظیم مؤرخین، سیرت لکھنے والے اور جہادی قصے اور تاریخ لکھنے والے مصنفین نے لکھا ہے کہ

جب انصار، بیعت عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے تو وہ تہتر مرد اور دو عورتیں تھیں اور امام محمد بن اسحاق نے سیرت نبویہ میں ان کے اور ان کے قبائل کے نام درج کئے ہیں اور انہی کی تابعت میں دوسرے مؤرخین مثلاً ابن کثیرؒ نے البدایۃ و النہایۃ [2] میں نام وغیرہ درج کئے ہیں۔

ان دو خواتین میں سے ایک تو ہمارے ان صفحات کی مہمان اُمِّ عمارہ حضرت نسیبہ بنت کعب مازنیہ نجاریہ ہیں اور دوسری اُمِّ منیع اسماء بنت عمرو بن عدی السَّلمیۃ رضی اللہ عنہا ہیں۔

اور اسی رات میں اُمِّ عمارہ رضی اللہ عنہا کا ستارہ چمکا اور ان کا دل اسلام سے تو پہلے ہی منور

---

[1] نسیبہ، ن کے زبر، اور سین کے زیر کے ساتھ بیان کیا گیا ہے فیروز آبادی نے قاموس محیط میں، زبیدی نے شرح قاموس میں۔ الامیر ابن ماکولا نے، ابن جوزیؒ نے صفۃ الصفوۃ میں اسی طرح لکھا ہے۔ اور بعض حضرات نے ن کے پیش اور سین کے زبر کے ساتھ مصغر بیان کیا ہے اور یہ زیادہ مشہور ہے۔ کیونکہ عرب اس طرح کے ناموں میں تصغیر زیادہ لاتے تھے۔ تاج العروس میں زبیدی نے کئی ایک مثالیں بھی دی ہیں (ص ۲۶۴ / ۴)

[2] دیکھئے البدایہ والنہایہ (ص ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸ / ۳)

ہو چکا تھا، انھوں نے جلیل القدر صحابی، سفیر رسول، مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔ یہ وہ صحابی ہیں جنھوں نے اپنے معطر اخلاق کے ذریعے مدینے میں خاصا اثر چھوڑا تھا اور اپنے لوگوں کے دلوں میں "اپنے سحر انگیز بیان اور لطیف حجت، اور ہدایت کے ساتھ جوڑ دینے والے اسلوب سے" گھر کر لیا تھا اور یہ مدرسۂ نبوت کے ذہین فاضل اور نبی کریم ﷺ کے ان شاگردوں میں سے تھے جنھوں نے اللہ سے کئے ہوئے وعدے کو نبھایا اور سچ کر دکھایا۔

مبارک بیعت...... اس مبارک رات میں رسول اللہ ﷺ نے انصار سے عہد لیا کہ وہ آپ ﷺ سے بیعت کریں اور ان سے گفتگو کی اور قرآن کی تلاوت فرمائی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اور انہیں اسلام میں رغبت دلائی۔ پھر فرمایا "[1] میں تمہیں اس بات پر بیعت کرتا ہوں کہ تم جن چیزوں پر اپنی اولاد اور خواتین کی محافظت کرتے ہو میری بھی کرو گے۔"

اور انصار نے اس رات میں آپ ﷺ کی آواز پر لبیک کہا اور نبی کریم ﷺ سے بیعت کی اور بیعت مکمل کر لی تو پھر اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے بیعت کی جس طرح عورتوں سے آپ ﷺ بیعت فرماتے تھے [2] اور تاریخ نے یہاں ایک نیا باب کھولا اور اس میں اس بیعت کو لکھ دیا اور اس میں نسیبہ بنت کعب کا نام بھی شامل ہو گیا جو ان انصاری خواتین میں سے تھیں جنھوں نے پورے عہدِ مدنی میں اسلام کا ساتھ دیا۔

اور اس عظیم بیعت کے بارے میں خود اُمّ عمارہ فرماتی ہیں کہ

میں نبی کریم ﷺ کے اس عہد اور بیعت میں شامل ہوئی جو لیلۃ العقبہ میں منعقد ہوئی اور اپنی قوم کے ساتھ میں نے بھی بیعت کی۔ [3]

لیکن اُمّ عمارہ نے آپ ﷺ سے بیعت کس طرح کی۔ کیونکہ آپ ﷺ تو عورتوں سے مصافحہ نہیں فرمایا کرتے تھے۔ اُمّ عمارہ خود اس بارے میں فرماتی ہیں۔

مرد آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے تھے اور عباس رضی اللہ عنہ (نبی ﷺ کے چچا)

---

[1] دیکھئے سیرت الحلبیہ (ص ۱۷۵ / ۲)
[2] انسان الاشراف (ص ۲۵۰)
[3] طبقات ابن سعد (ص ۴۱۲ / ۸)

آپ ﷺ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ تو میں اور اُمّ منیع باقی رہ گئے تو میرے شوہر غزیہ بن عمرو نے آواز لگائی کہ یا رسول اللہ! یہ دو عورتیں بھی ہیں جو آپ سے بیعت کرنے حاضر ہوئی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میں نے ان کو بھی اسی بنیاد پر بیعت کر لیا جس پر تمہیں کیا ہے، اور میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا۔ [۱]

توجب انصار بیعت عقبہ، سے مدینہ واپس لوٹے تو اُمّ عمارہ ان کے ساتھ اسلام کی اشاعت میں شریک ہو گئیں اور خواتین کو تبلیغ کرنے لگیں اور ان کا اور ان کے دونوں بیٹوں گھر والوں اور قوم کو ایمان بڑا معزز ہوا۔

اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا کا خاندان...... اُمّ عمارہ پہلے زید بن عاصم المازنی کی زوجہ تھیں اور ان سے عبداللہ اور حبیب نامی دو صاحبزادے پیدا ہوئے جو صحابئ رسول تھے۔ اور پھر اس کے بعد غزیہ بن عمرو المازنی سے نکاح ہوا اور ان سے خولہ نامی لڑکی پیدا ہوئی۔ اور ان کی اولاد اور خاندان کا اسلام میں بڑا اہم کردار ہے۔ اور قربانی اور ثابت قدمی میں ان کے بیٹے حبیب رضی اللہ عنہ نے بڑی مبارک تاریخ رقم کی جو آج تک ہمارے کانوں میں گونجتی رہتی ہے۔

جنگی معرکے...... مصنفین سیرت، ومغازی اور مؤرخین نے لکھا ہے کہ جلیل القدر صحابیہ اُمّ عمارہ کئی معرکوں اور واقعات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر ہوئیں ان میں سے بیعت عقبہ، غزوۂ احد، حدیبیہ، خیبر، اور عمرۃ القضاء، فتح مکہ، حنین، [۲] وغیرہ ہیں اور اسی طرح مرتدین سے قتال یعنی یوم یمامہ ہیں، اور مسیلمہ کذاب سے جنگ میں حاضر تھیں۔

امام ذہبیؒ نے اپنی بہترین کتاب "سیر اعلام النبلاء" میں اُمّ عمارہ کے جہاد، اور دوسرے واقعات کی شرکت کے بارے میں لکھا ہے فرماتے ہیں۔

اُمّ عمارہ لیلۃ العقبہ میں حاضر ہوئیں اور احد، حدیبیہ، یوم حنین، یوم یمامہ،

---

[۱] یہ حدیث امام مالکؒ نے مؤطا "کتاب البیعۃ" میں نقل کی ہے اور امام احمدؒ نے اپنی مسند میں روایت کی ہے۔ مزید دیکھئے الاصابۃ (ص ۴۵۷ / ۴)

[۲] اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے۔ طبقات ابن سعد (۸ ص ۴۱۲) صفۃ الصفوۃ ۲ ص ۶۳) الاصابۃ (ص ۴۵۷ / ۴) الاعلام للزرکلی (ص ۳۴۴ / ۸)

میں شریک ہو کر جہاد میں حصہ لیا اور بہادری دکھائی

ان تمام واقعات میں اُمّ عمارہ نے ایک کے بعد دوسرا اپنا کردار رقم کر دیا، اور یہ پہلی خاتون ہیں جو اسلامی تاریخ میں، قتال میں شریک ہوئیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے "نصرت" پر بیعت کی تھی اور غزوۂ احد میں اس کو پورا کر دکھایا، بلکہ خوب اچھی طرح نبھا کر دکھایا۔ بلکہ اس دن تو ان کا کردار بڑا ہی عظیم تھا جس بناء پر انہوں نے اپنے پورے خاندان سمیت جنت کی بشارت پائی۔ ان مبارک جگہوں میں ان صحابیہ کا مقام نبی کریم ﷺ کے بالکل قریب ملتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ اس مقام پر پہنچ گئیں جہاں کیلئے بہت سے لوگ کوشش کرتے ہیں۔

اُمّ عمارہ کا احد کے دن، کردار اور بہادری...... اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا کا غزوۂ احد میں بے مثال کردار اور حیرت انگیز بہادری دیکھنے میں آئی اور ان کا ہر کردار برکت، قربانی اور نبی کریم ﷺ سے محبت اور وفا کا غماز ہے۔ آنے والے صفحات میں ہم اس کردار کی برکت سے بحث کریں گے۔

اُمّ عمارہ، رسول اللہ ﷺ کے قریب...... یہ مومن خاندان غزوۂ احد میں جنگ کے لئے نکلا، اُمّ عمارہ اور ان کے دونوں بیٹے، اور شوہر، ان کے بیٹے اور شوہر تو اللہ کے راستے میں جہاد میں لگ گئے اور اس دوران ام عمارہ پیاسوں کو پانی پلانے، اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے میں لگ گئیں۔ لیکن جنگ کے حالات نے پلٹا کھایا اور اُمّ عمارہ مشرکین سے لڑائی پر مجبور ہو گئیں اور یہ بہادروں کی جگہ کھڑے ہو کر آنحضرت ﷺ کی طرف سے دفاع کرنے لگی انہیں نہ کوئی ڈر لگا نہ خوف محسوس ہوا، اور ایسے وقت میں، جب کہ لوگ پشت پہ ہونے والے حملے کی تاب نہ لا کر منتشر ہو گئے تھے۔ ایسے وقت میں انہوں نے ایک تلوار اور ایک ڈھال ہاتھ میں لی اور آنحضرت ﷺ کے ایک طرف کھڑی ہو گئیں اور آنحضرت ﷺ کے لئے ڈھال بن گئیں۔ ہم یہاں خود ام عمارہ کی زبانی اس خطرناک اور تنگ جگہ کی بابت سنتے ہیں۔ فرماتی ہیں۔

میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ لوگ تو منتشر ہو چکے اور ہم کُل تقریباً دس افراد

وہاں رہ گئے۔ میں، میرے شوہر، میرے دونوں بیٹے۔ آنحضرت ﷺ کا دفاع کر رہے تھے اور لوگ شکست دیکھ کر فرار ہو رہے تھے اور میرے پاس کوئی ڈھال نہ تھی تو اتنے میں ایک شخص وہاں سے فرار ہوتے ہوئے گزرا۔ اس نے اپنی ڈھال یہاں چھوڑ دی اور وہ میں نے لے لی اور رسول ﷺ کا دفاع کرنے لگے اور ہمیں گھڑ سواروں نے جو تکلیف پہنچائی اگر وہ ہمارے برابر کے ہوتے تو ہم انہیں مزہ چکھا دیتے انشاء اللہ [۱]

اور اس جگہ میں اُمّ عمارہ کے ہاتھوں ایک گھڑ سوار بھی مارا گیا ہم انہی سے یہ بات سنتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں۔

ایک گھڑ سوار شخص نے مجھ پر حملہ کیا میں نے ڈھال سے اسے روکا تو مجھے کچھ نہ ہوا اور وہ واپس جانے لگا تو میں نے گھوڑے کی کونچوں پر وار کیا تو وہ پیٹھ کے بل گر گیا اتنے میں نبی کریم ﷺ نے زور سے آواز لگائی۔ اے اُمّ عمارہ کے بیٹے اپنی ماں کی مدد کرو تو اس نے میری مدد کی حتیٰ کہ میں نے حملہ آور کو موت کی نیند سلا دیا [۲]

انسان ایک ہی وقت میں دہشت زدہ اور ساتھ ہی مسرور بھی ہو جاتا ہے اگر وہ اُمّ عمارہ کی شجاعت دیکھ لے اور ہمیں خواتین کی تاریخ میں اس طرح کی دوسری مثال نہیں ملی بلکہ ان صحابیہ ہی کی عطیہ کی ہوئی تاریخ ہے جو جہاد سے مرصّع ہے اور اپنی خوبصورتی اور خلوص سے زمانے کو مزیّن کرتی ہے اور آنے والے صفحات میں ہم اس کا مصداق بھی دیکھ لیں گے۔

اُمّ عمارہ، تم نے آج بدلہ چکا دیا...... دوسری مرتبہ بھی ہم اُمّ عمارہ کو رسول اللہ ﷺ کے گرد دیکھتے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے انہیں دیکھا کہ ان کے کندھے سے خون بہہ رہا ہے لیکن یہ تکلیف بھی انہیں جہاد سے نہ روک سکی بلکہ لڑائی اور جنگ پر اصرار ہی بڑھایا حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ سے رحمت کی دعا سے مشرف ہوئیں۔ ہمیں عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ، اُمّ عمارہ کے صاحبزادے اس بارے میں بتاتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

میں احد میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھا جب لوگ منتشر ہو چکے تھے تو

---

[۱] دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۲۷۹/ ۲) المغازی (ص ۲۷۰/ ۱)
[۲] دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۴۱۴/ ۸)

میں اور میری والدہ آپ ﷺ کے قریب ہو گئے اور ان کا دفاع کرنے لگے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے اُمِّ عمارہ کے بیٹے! میں نے کہا جی! آپ ﷺ نے فرمایا پھینکو! تو میں نے ایک گھڑ سوار مشرک کو پتھر مارا، وہ اس کے گھوڑے کی آنکھ پر لگا تو گھوڑا مضطرب ہوا اور سوار سمیت گر گیا تو میں نے اسے پتھروں پر رکھ لیا اور مسلسل پتھر مار کر زبردست چوٹ پہنچا دی اور آپ ﷺ دیکھ دیکھ کر مسکراتے رہے اور آپ ﷺ نے میری والدہ کی گردن کے قریب زخم دیکھا تو تو فرمایا۔ اپنی ماں کو سنبھالو ان کے زخم پر پٹی کرو۔ اے خاندان والو اللہ تم پر رحمت کرے اور تمہارے سوتیلے والد کا مرتبہ فلاں فلاں سے بہتر کرے اے خاندان والو! اللہ تم پر رحم کرے [1]

پھر اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اس خاندان کے لئے جنت میں اپنے ساتھ رفاقت کی دعا فرمائی۔ اور اس مبارک دعا کا سننا تھا کہ اُمِّ عمارہ اور ان کے بیٹے وغیرہ دشمن کی صفوں میں گھس کر لڑنے لگے اور عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا ایک مشرک سے مقابلہ ہوا تو مشرک نے انہیں ان کے بازو پر ایک کاری زخم لگایا اور پھر انہیں چھوڑ کر دور بھاگ گیا اور خون ان کے زخم سے بہہ رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھا تو فرمایا اپنے زخم پر پٹی کرواتے میں اُمِّ عمارہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کو دیکھا تو لپک کر آئیں اور پٹیاں نکال کر ان کے زخم پر پٹی کی۔ اور آنحضرت ﷺ ان دونوں بہادروں کو دیکھ رہے تھے پھر اُمِّ عمارہ نے اپنے بیٹے کو کہا جاؤ بیٹا دشمنوں سے لڑو! نبی کریم ﷺ بڑے مسرور ہوئے اور فرمایا کہ اُمِّ عمارہ تیری طرح کس میں اتنی طاقت ہے۔

اور اُمِّ عمارہ تلوار ہاتھ میں لئے مسلسل آنحضرت ﷺ کے قریب ہی رہیں اور جو کوئی دشمن آپ ﷺ کے قریب ہونے لگتا اس کی مرمّت کر دیتیں۔ تھوڑی ہی دیر گزری کہ وہ مشرک سامنے آیا جس نے ان کے بیٹے کو زخمی کیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص نے تیرے بیٹے کو مارا تھا تو اُمِّ عمارہ نے اس سے مقابلہ کیا اور اس کی پنڈلی پر وار کیا وہ گر گیا اور پھر دوسرے لوگوں نے تلواریں چلا کر اس کا خاتمہ کر دیا وہ مر گیا۔ تو اُمِّ عمارہ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اُمِّ عمارہ! تم نے آج بدلہ چکا دیا۔

---

[1] دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۴۱۵ / ۹)
[2] دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۴۱۵ / ۸)

اُمّ عمارہ اس واقعہ میں آپ ﷺ کی مسکراہٹ کو بیان کرتی ہیں کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسکراتے دیکھا حتیٰ کہ ان کے نواجذ (عقل ڈاڑھ) دیکھے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اُمّ عمارہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے تجھے کامیاب کیا تیری آنکھ کو دشمن سے ٹھنڈا کیا اور تیرا بدلہ تجھے تیری آنکھوں کے سامنے دلوادیا۔ [1]

اس طرح اُمّ عمارہ نے آنحضرت ﷺ سے خوشبو بھری تعریف پائی اور اسی طرح پہلے درجہ کی بہادری کی گواہی بھی آپ ﷺ سے ملی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ

احد کے دن میں جب بھی اپنے دائیں بائیں دیکھتا تو اپنے دفاع میں اُمّ عمارہ کو لڑتے پاتا۔ [2]

عمارہ بن عربہ جو اُمّ عمارہ کے بیٹے ہیں فرماتے ہیں کہ ان کی والدہ نے یوم احد میں مشرک سواروں میں سے ایک سوار کو قتل کیا تھا۔ [3]

اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا ہجوم کو توڑتی ہیں...... یہ بہادر صحابیہ اُمّ عمارہ، صرف ایک آدھ لمحہ ہی رسول اللہ ﷺ کے دفاع میں نہیں رہی بلکہ انہیں دس سے زائد زخم آئے اور سب سے بڑا زخم انہیں، ابن قمیئہ کے ہاتھوں آیا، ہم ایک صحابیہ کی زبانی اس واقعہ کو بیان کرتے ہیں جنہیں اُمّ عمارہ نے اپنی بہادری کا واقعہ خود بتلایا تھا۔ یہ راویہ اُمّ سعد بنت سعد بن الربیع ہیں۔ اُمّ سعد کہتی ہیں کہ

میرے ہاں اُمّ عمارہ تشریف لائیں میں نے انہیں کہا کہ آپ اپنا یوم احد والا واقعہ سنائیں تو انہوں نے کہا۔

دن کے پہلے وقت ہم احد کی طرف نکلے اور میں لوگوں کو دیکھ رہی تھی کہ وہ کیا کر رہے ہیں تو میں رسول اللہ ﷺ کے نزدیک جا کر رک گئی اور فتح اور غلبہ مسلمانوں کو حاصل تھا، اور جب مسلمانوں کو شکست ہو گئی تو میں رسول اللہ ﷺ کے قریب ہو کر

---

[1] طبقات ابن سعد (ص ۴۱۴ / ۸) مزید دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۲۸۰ / ۲) اعلام النساء (ص ۱۷۳ / ۵)

[2] دیکھئے حیات الصحابۃ (ص ۵۹۵ / ۱) الاصابۃ (۴ ص ۴۵۷) طبقات ابن سعد (ص ۴ / ۴۱۵)

[3] الاصابۃ (ص ۴۵۷ / ۴)

آپ ﷺ کا تلوار سے دفاع کرنے لگی اور قتال میں شریک ہوگئیں اور مجھے تیر آکر لگے اور میں زخمی ہوگئی۔

اُمّ سعد بن سعد، اُمّ عمارہ کے زخم بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ

میں نے ان کی گردن پر ایک بڑا گہرا زخم دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا کہ اُمّ عمارہ! تمہیں یہ زخم کس نے لگایا۔ تو اُمّ عمارہ یہاں اللہ کے دشمن عمرو بن قمیہ کے حملے کو بیان کرتے ہوئے بولیں۔

کہ ابن قمیئہ سامنے سے آیا اس وقت لوگ منتشر ہوچکے تھے تو وہ چیخا مجھے محمد ﷺ کو دکھلاؤ اگر آج وہ بچ گئے تو میں کبھی کامیاب نہیں ہونگا تو اسے میں نے اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے روکا اور وہ لوگ بھی تھے جو آپ ﷺ کے ساتھ باقی رہ گئے تھے تو اس نے مجھے یہ زخم لگادیا اور میں نے بھی اس پر چند وار کئے مگر وہ اللہ کا دشمن دو زرہیں پہنے ہوئے تھا۔ [1]

اس زخم کے کاری ہونے کی وجہ سے اُمّ عمارہ پر غشی طاری ہوگئی اور جب ہوش میں آئیں تو اپنے بیٹے یا شوہر کے بارے نہیں پوچھا بلکہ صرف یہ پوچھا کہ رسول ﷺ کہاں ہیں۔ اور مشرکین نے انہیں کوئی تکلیف تو نہیں پہنچائی تو لوگوں نے انہیں جواب دیا کہ اللہ کا شکر ہے وہ خیریت سے ہیں۔ ان بہادریوں کی وجہ سے وہ حضور ﷺ سے تعریف پہ تعریف پاتی رہیں تو انہوں نے نبی ﷺ کو ان کے عمل کی مدح کرتے سنا اور ان کے یوم احد میں جہاد کی تعریف کرتے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے۔ آج کے دن نسیبہ بنت کعب کا کردار فلاں فلاں کے کردار سے بہتر ہے۔ [2]

جی ہاں اس دن اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا نے اس دن انتہائی شدید قتال کیا اور اپنی کپڑوں کو درمیان سے باندھ لیا تھا اور غزوۂ احد میں تیرہ زخم انہیں آئے سب سے بڑا زخم ابن قمیئہ نے ان کی گردن میں مارا اور وہ اس کا پورے ایک سال علاج کرتی رہیں تب جاکر وہ

---

[1] طبقات ابن سعد (ص ۴۱۳ / ۸) البدایہ والنہایہ (ص ۴ / ۳۴) والاصابتہ (ص ۴ / ۴۵۷) عیون الاثر (ص ۲ / ۲۱)

[2] قریش کی عورتوں میں سے چند عورتوں کے نام یہ ہیں هند بنت عتبہ، امیمہ بنت سعد، برزہ بنت مسعود ثقفی، بوم بنت معدل، سلامہ بنت شہید، فاطمہ بنت ولید وغیرہ ان کے نام دیکھئے (مغازی (ص ۱ / ۲۰۲)) (۳) مغازی (ص ۲۷۱) اعلام النساء (ص ۳۷ اور ص ۱۴۴)

بھرا لیکن اس زخم کے نشان ان کی بہادری اور جرأت مندی کے زندگی بھر گواہ رہے۔

اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا اور قریش کی خواتین...... دو الگ الگ کردار توقف اور غور کے قابل ہیں ایک تو اُمّ عمارہ اور مسلمان خواتین کا جو اہم مقصد کے لئے نکلیں اور ان میں بعض خواتین نے قتال میں حصہ لیا اور زخمی بھی ہوئیں جیسے کہ اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا اور دوسرا کردار قریش کی ان خواتین کا تھا جو دف وغیرہ ساتھ لائی تھیں اور کینہ ان کے دلوں میں بھرا تھا اور بناؤ سنگھار اور دل لبھانے والی چیزوں سے ان کے گریبان بھرے تھے۔

اُمّ عمارہ نے ان عورتوں کا حال بیان کیا ہے ایک مبارک ملاقات میں اُمّ عمارہ سے اس لڑائی کے بارے میں سوالات کئے گئے کہا گیا کہ کیا قریش کی عورتوں نے اپنے مردوں کے ساتھ مل کر لڑائی میں شریک ہوئی تھیں۔ تو اُمّ عمارہ نے جواب دیا نعوذ باللہ! نہیں خدا کی قسم میں نے ان میں سے کسی عورت کو نہیں دیکھا کہ اس نے کوئی تیر یا پتھر پھینکا ہو لیکن میں نے ان کے پاس ڈھول، دف وغیرہ دیکھے جنہیں وہ بجاتیں اور غزوۂ بدر کے مشرک مقتولین کو یاد کرتیں اور جب کوئی شخص بھاگنے لگتا یا وہ بزدلی دکھاتا تو ان میں سے کوئی عورت سُرمہ دانی اسے دے دیتی اور کہتی کہ تو عورت ہے اور میں بعد میں، میں نے ان کو شکست کھا کر ذلیل ہو کر بھاگتے دیکھا اور گھڑ سوار اپنی عورتوں کو لینا تک بھول گئے اور گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھنے والے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور عورتیں ان کی پیچھے بھاگیں اور راستے میں ہی گرنے لگیں اور میں نے ھند بنت عتبہ کو دیکھا وہ بہت بھاری بھدّی عورت تھی وہ بیٹھی ہوئی گھوڑوں سے ڈر رہی تھی۔ چلنے کے قابل نہ تھی اور اس کے ساتھ ایک عورت اور بھی تھی اتنے میں لوگ ہمارے پاس جمع ہو گئے اور ہم سے بہت کچھ پایا اور ہم اللہ کے ہاں ہی حساب کریں گے جو اس دن ہمیں تکالیف پہنچیں۔

غزوۂ احد کے بعد...... غزوۂ احد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے لوٹے اور اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے تیرہ زخموں کے ساتھ لوٹ آئیں لیکن معرکہ تو ابھی جاری تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے آواز لگائی کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں حکم دیا ہے کہ دشمن کے پیچھے (حمراء

الاسد) چلو اور جو کل قتال میں حاضر تھے ان کے علاوہ کوئی نہ آئے۔

ایک رات ہی مجاھدین نے اپنے گھروں میں گذاری اور زخموں کی مرہم پٹی کی اور صبح ہی مسلمان حمراء اسد کی طرف نکل پڑے اور یہ مجاھد صحابیہ اُمّ عمارہ ؓ بھی نکلیں کہ واجب جہاد کی ادائیگی کریں اور انہوں اپنے کپڑے بھی باندھ لئے لیکن خون بہنے کی وجہ سے نڈھال ہو گئیں تو نکل نہ سکیں۔

اور جب آنحضرت ﷺ حمراء الاسد سے لوٹے تو اپنے گھر تک بھی نہ پہنچے کہ عبداللہ بن کعب ؓ کو اُمّ عمارہ کی خبر لینے بھیجا (یہ اُمّ عمارہ کے بھائی تھے) تو انہوں نے ان کی خیریت کی خبر دی تو آپ ﷺ بڑے مسرور ہوئے۔ [1]

اُمّ عمارہ ؓ پورے ایک سال تک اپنے زخم کا علاج کرتی رہیں اور آپ ﷺ بھی ان کا خاص خیال کرتے اور ان کی اور دوسرے صحابہ کی خیریت دریافت کرتے رہتے اور اسی طرح آپ ﷺ ان کی فضیلت بیان کرتے اور ان کی ہمت اور شجاعت کی تعریفیں کرتے رہتے۔

اس طرح ہمیں "یوم احد" میں اُمّ عمارہ کا روشن کردار معلوم ہوا اس غزوہ میں انہوں نے جنت واجب کر لی جیسا کہ دوسرے اصحاب رسول ﷺ بھی اس کے مستحق ٹھہرے تو انہوں نے آپ ﷺ کی دعا کی برکت اپنے دلوں کی سچائی اور نفوس کے خلوص سے جنت کو پالیا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی مومن بندوں پر بڑا فضل فرماتے ہیں۔

اور اب اُمّ عمارہ کے ترکش میں کچھ جہاد باقی رہا یا نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا جہادی سفر احد تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ ان کی زندگی کے آخر تک جاری رہا اور ہم آنے والے صفحات میں اس حسین سفر کی بارے میں جہاد کے کردار کے حوالے سے گفتگو بھی کریں گے اور اس جلیل القدر صحابیہ کی بہادری کے قصے پڑھیں گے۔

جہاد کیلئے کوچ...... کچھ دن یونہی گزر گئے اور پھر آنحضرت ﷺ جہاد کے لئے عہد توڑنی والی قوم یہود بنو قریظہ کی طرف نکلے اور اس غزوہ میں صحابیہ حضرت اُمّ عمارہ ؓ بھی شامل تھیں اور نبی کریم ؓ نے شریک ہونے والی خواتین کو غنیمت میں سے کچھ

---

[1] دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۸ / ۴۱۳)

مال عنایت فرمایا لیکن ان کا حصہ نہیں لگایا گیا۔

اُمّ عمارہؓ اور بیعت رضوان...... حضرت اُمّ عمارہ کے بیعت رضوان کے موقع پر بھی بڑے مبارک واقعات ہیں۔ اور یہ بیعت رضوان آنحضرت ﷺ کی ایک مشہور بیعت ہے جس میں حضرت عثمانؓ کے قصاص پر بیعت لی گئی تھی۔ اُمّ عمارہؓ خود حدیبیہ کے اس واقعہ کو بیان فرماتی ہیں اور حضرت عثمان بن عفانؓ کے بھیجے جانے والے واقعہ کو ذکر کرتی ہیں کہ۔

ہم جہاں مقیم تھے وہاں سے آپ ﷺ گزرے اور اچانک یہ خبر ملی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے تو وہ ہماری قیام گاہ ہی میں تشریف فرما ہو گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بیعت کا حکم دیا ہے تو لوگ ہماری قیام گاہ میں آکر آنحضرت ﷺ سے بیعت کرنے لگے اور میں نے لوگوں کو اسلحہ سے آراستہ دیکھا اور اسلحہ ہمارے پاس بہت ہی کم تھا کیونکہ ہم تو عمرے کی نیت سے آئے تھے تو اتنے میں میری نظر غزیہ بن عمرو یعنی میرے شوہر پر پڑی انہوں نے تلوار لٹکائی ہوئی تھی تو میں اس ستون کا سہارا لیکر کھڑی ہو گئی جس کے سائے میں ہم تھے اور میرے پاس ایک چھری تھی جو میں نے اپنی کمر میں اڑس لی اور میں نے کہا کہ آج اگر کوئی کافر میرے قریب آیا تو میں اسے قتل کر دونگی۔ اور اس دن آپ ﷺ بیعت کر رہے تھے اور عمر بن خطابؓ نے آپ کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ تو آپ ﷺ نے لوگوں سے یہ بیعت لی کہ وہ اس سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔[1]

اور اُمّ عمارہ نے اس طرح اللہ کی رضا کا پروانہ۔ ان لوگوں کے ساتھ ساتھ حاصل کر لیا جنہوں نے آپ ﷺ سے درخت کے نیچے بیعت کی۔ ارشاد ربانی ہے۔

"اور بے شک اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہو گیا جب انہوں نے تجھ سے درخت کے نیچے بیعت کی اور ان کی دل کی بات معلوم کر لی" (سورۃ الفتح آیت نمبر ۱۸)

اور یہاں اُمّ عمارہ کو ایک اور اعزاز بھی حاصل ہوا وہ یہ کہ آپ ﷺ نے اپنے بال منڈوائے تو لوگ ان کے بال مبارک حاصل کرنے کی تگ و دو کرنے لگے۔ تو

۱۔ المغازی (ص ۵۲۲ / ۲) ۲۔ المغازی ص ۶۱۵/۲

اُمّ عمارہ خود بیان کرتی ہیں کہ لوگ آپ ﷺ کے موئے مبارک درخت کے اوپر سے آ کر لے رہے تھے اور تقسیم کر رہے تھے تو میں نے بھی لڑ جھگڑ کے کئی بال حاصل کر لئے۔[1]

اور منقول ہے کہ اُمّ عمارہ نبی ﷺ کے موئے مبارک کی بہت ہی حفاظت کرتی تھیں اور کبھی آپ ﷺ کے موئے مبارک پانی ڈال کر وہ پانی تبرک بآثار الرسول ﷺ کے طور پر مریض کو پلاتیں۔

اُمّ عمارہ غزوۂ خیبر میں...... نبی کریم ﷺ خیبر کی طرف نکلے اور آپ ﷺ کے ساتھ مدینے کی بیس خواتین بھی تھیں ان میں سے ایک اُمّ المومنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں اور اُمّ عمارہ تو روح رواں جہاد تھیں۔ اور دوسری مہاجر اور انصاری خواتین تھیں۔

خیبر فتح ہو گیا۔ اور اُمّ عمارہ ان غنائم کی تفصیل بتاتی ہیں جو مسلمانوں نے خیبر کے ایک قلعہ سے حاصل کی تھیں۔ اور اُمّ عمارہ کو غنائم خیبر میں سے ایک موتی، کچھ کپڑے اور دو دینار ملے۔ ان کے بھائی عبد اللہ بن کعب اس بات کو یوں بیان کرتے ہیں کہ

میں نے اُمّ عمارہ کی گردن میں ایک لال رنگ کا موتی دیکھا تو میں نے اس موتی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کو قلعہ صعب بن معاذ میں ایک ہار ملا تھا جو زمین میں دفن تھا، تو اسے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ ﷺ نے عورتوں کو دیئے جانے کا حکم دیا تو ہمیں گنا گیا ہم بیس عورتیں تھیں تو آپ ﷺ نے وہ ہمارے درمیان تقسیم کر دیا اور مال فے سے ایک مخملی کپڑا، ایک یمانی چادر، اور دو دینار مجھے عطا کئے اور اسی طرح دوسری خواتین کو بھی دیئے گئے۔[2]

اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا عمرۃ القضاء میں...... جب رسول اللہ ﷺ نے عمرۃ القضاء کے لئے جانے کا عزم فرما لیا تو اُمّ عمارہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھیں، تاکہ اللہ تعالیٰ سے ثواب اور رسول اللہ ﷺ سے ان کی خوشی حاصل کریں اور خود اُمّ عمارہ اس عمرہ کی ادائیگی کے

---

[1] المغازی (ص ۶۸۸ / ۲) [2] المغازی (ص ۷۳۵ / ۲)

بارے میں فرماتی ہیں۔ کہ میں عمرۃ القضاء کے نبی ﷺ
کے ساتھ حاضر ہوئی اور میں حدیبیہ میں بھی حاضر تھی۔ گویا کہ میں اب بھی نبی ﷺ کو دیکھ رہی ہوں جب وہ بیت اللہ کے قریب پہنچے آپ ﷺ سواری پر سوار تھے اور اس کی لگام حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی اور مومنین نے، جب آپ ﷺ کے قریب پہنچے تو صف بنالی حتیٰ کہ آپ ﷺ وہاں پہنچ گئے۔[1]

اور اُمّ عمارہ بیان کرتی ہیں کہ اہل حدیبیہ میں سے سوائے مرنے یا شہید ہو جانے والوں کے عمرۂ قضا میں کوئی غیر حاضر نہ تھا۔

تو اس طرح اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا نے ایک اور اعزاز اپنے دوسرے اعزازات کے ساتھ ملا لیا، اور خیر اور برکات کا فیض عام کیا جس طرح وہ علم اور روایت حدیث سے فیض پھیلاتی رہیں۔

یوم حنین میں اُمّ عمارہ کی بہادری......اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا کی یوم حنین میں بہادری کی روشن مثالیں ہیں جو ہیبت میں یوم احد کی بہادری اور کردار سے کسی طرح کم نہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا نے دو غزووں میں حیرت انگیز کردار ادا کیا اور مشرکین کے آدمی قتل کیا اور ان دونوں جنگوں میں ان کے دونوں بیٹے، عبد اللہ اور حبیب رضی اللہ عنہما بھی شریک تھے۔

حنین میں وہ نظارہ پھر دیکھنے میں آیا جو احد میں تھا کہ مسلمان ناگہانی حملے کی آفت سے بچنے کے لئے منتشر ہو گئے، اور یہیں اُمّ عمارہ کی بہادری کھلی اور وہ اپنے واجب کو ادا کر گئیں اور اپنے اللہ سے کئے ہوئے وعدے کو سچ کر دکھلایا وہ اس غزوہ کے ایک پہلو کو بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ

جب اس دن ہر طرف سے لوگ شکست کھا کر نکلے، تو ہم پانچ عورتیں تھیں اور میرے ہاتھ میں تیز دھار تلوار، اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں خنجر تھا اور اُمّ سلیط اور اُمّ الحارث بھی تھیں اور میں انصار پر چیخ رہی تھی کہ یہ کونسا طریقہ ہے، تم اور فرار!ہو نہیں سکتا اور یہ کہتے ہوئے میں نے ایک بنو ھوازن کے شخص کو اونٹ پر سوار، جھنڈا

---

[1] المغازی (ص ۷۳۵ / ۲

ہاتھ میں لئے دیکھا وہ اپنے اونٹ سے مسلمانوں پر چڑھائی کر رہا تھا تو میں نے اسے روکا اور اس کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں اور اونٹ بہت اونچا تھا، تو ضرب سے وہ گر گیا تو میں اس کے سوار کو تلوار کے واروں پر رکھ لیا اور مسلسل وار کر کے اسے اتنا شدید زخمی کر دیا کہ وہ اٹھ نہیں سکا اور اونٹ تڑپ رہا تھا

اور ایک طرف رسول ﷺ تلوار سونتے کھڑے تھے پھر آپ ﷺ نے اسے نیام میں ڈالا اور آواز دی، اے سورۂ بقرہ والو! تو لوگ لوٹ آئے اور وہ کہہ رہے تھے، اے بنی عبدالرحمٰن! اے بنی عبید اللہ، اے خیل اللہ! اور آپ ﷺ نے اپنے لشکر کا نام، خیل اللہ، اللہ کا لشکر رکھا تھا اور مہاجرین کا شعار بنی عبدالرحمٰن اور اوس کا شعار بنی عبید اللہ رکھا تھا۔

تو انصار بھی لوٹ آئے اور ہوازن اونٹنی کے دودھ کی طرح کم رہ گئے اور پھر انہیں شکست ہو گئی۔ خدا کی قسم! میں نے اس طرح کی شکست نہیں دیکھی تھی کہ وہ ہر طرف سے بھاگ گئے ہوں۔ اور میرے دونوں بیٹے میرے پاس لوٹے تو وہ قیدی ساتھ لائے جن کی مشکیں کسی ہوئی تھیں تو میں غصہ میں ان کی طرف گئی اور ایک شخص کی گردن پر ہاتھ جما دیا۔ اور لوگوں نے قیدی لانا شروع کئے تو میں نے بنو مازن بن نجار کے پاس تیس قیدی دیکھے اور بعض مسلمان شکست کھا کر مکہ پہنچ گئے تھے وہ دوبارہ لوٹ آئے تو نبی کریم ﷺ نے سب کو حصہ دیا [1]

اس غزوے کے ساتھ ہی اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا کا نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزووں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ لیکن جہاد کی محبت ان کی رگوں میں دوڑتی رہی۔ اور ہم عنقریب جنگ یمامہ میں ان کے کردار پر نظر ڈالیں گے۔

شہید کی ماں، ایک صابر خاتون ...... یہ صحابیۂ جلیلہ ہر اعزاز کو حاصل کرنے میں ضرب المثل تھیں اور جیسے انہوں نے قربانی اور بہادری میں مرکزی حیثیت حاصل کی تھی اسی طرح صبر میں بھی اعلیٰ مقام حاصل کیا، اور یہ بھی اللہ کے راستے میں، جب ان کے صاحبزادے حبیب شہید کئے گئے تو انہوں نے صبر کے ساتھ اسے اللہ تعالیٰ پر

---

[1] المغازی (ص ۹۰۳ / ۳)

چھوڑ دیا۔

اور ان کے بیٹے حبیب کی شہادت کا ایک اثر انگیز واقعہ ہے جو ان کے مبارک کردار کو اجاگر کرتا ہے اور ہیبت میں ان کی والدہ اُمّ عمارہ کے کردار سے کم نہیں بلکہ ہیبت اور ثابت قدمی میں [1] سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کے کردار سے بھی کم نہیں جس میں انہوں نے صبر اور اولوالعزمی کی مثال قائم کی تھی۔ یہ دونوں کردار ان دونوں جلیل القدر اصحاب کے مرتبہ کو اجاگر کرتے ہیں اور شہید حق کی والدہ نسیبہ رضی اللہ عنہا کے مرتبہ اور قدر و منزلت کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔

ان کی شہادت کا حصہ یہ ہے جسے مصنفین سیرت، اور راویوں نے بیان کیا اور ان پر اور ان کی والدہ کی تعریف کی ہے۔ کہ مسلیمہ کذاب ایک مرتبہ بنو حنیفہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں وفد لے کر آیا تھا اور قبیلے کے مزید لوگ اسے اپنے علاقے میں چھوڑ کر آئے اور اسلام قبول کر لیا اور جب یہ لوگ واپس اپنے علاقے میں گئے تو میسلمہ مرتد ہو گیا اور زبردستی نبی مرسل بن بیٹھا، تو بنو حنیفہ میں سے بعض لوگ اس کے پیروکار بن گئے اور بعض لوگ نہیں بنے اور جو لوگ اس کے متبع بنے چند مضطرب وجوہات کی بناء پر بنے ان میں سے اہم "قومی عصبیت" تھی۔ اور اس کا فتنہ پھیلنا شروع ہوا اور زمین میں فساد برپا ہو گیا۔

اور یہاں سے ایک شہید صابر کا کردار نمودار ہوتا ہے جو اُمّ عمارہ کے صاحبزادے حبیب بن زید تھے۔ مدرسۂ نبوت کے ایک ذہین، قابل فاضل نوجوان جن کی ایمان سے پرورش ہوئی اور تقویٰ پر دودھ چھوڑا، اور جہاد پر جوان ہوئے، اور اپنی ماں کی گود میں پلے بڑھے اور بھلائی سیکھی، جنگ احد اور دوسری جنگوں میں شریک رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں میسلمہ کذاب کے پاس، اس کی گمراہی جھوٹ اور دجل پر زجر کرنے کے لئے خط دے کر بھیجا لیکن میسلمہ نے قاصد کی حرمت کا لحاظ نہیں کیا بلکہ انہیں گرفتار کر کے قید کر دیا،

اور میسلمہ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد ﷺ، اللہ کے رسول ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ جی ہاں! اور جب انہیں یہ کہاں کہ کیا تم یہ گواہی دو گے کہ

---

[1] سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی سیرت ہماری کتاب "رجال مبشرون بالجنۃ" میں پڑھیے۔

میں اللہ کا رسول ہوں۔ تو انہوں نے کہا کہ میں بہرا ہوں سن نہیں سکتا تو اس طرح کئی بار ہوا تو مسیلمہ نے ان کے اعضاء ایک ایک کر کے علیحدہ کر دیئے اور یہ شہید ہو گئے اور ان کی روح باری تعالیٰ کی طرف خوشی خوشی پرواز کر گئی۔ [1]

مالك بن عمرو الثقفی نے بڑا خوبصورت قصیدہ ان کی شان میں کہا ہے۔

معنی صاحبی قبل و خلفت بعده
فكيف با عضائی البقية اصنع

میرا ساتھی مجھ سے پہلے چلا گیا اور میں بعد میں
تو میں اپنے بقیہ اعضاء کا کیا کروں گا

وقال له الكذاب تشهد انّنی
رسول فا ٔوما انی لست اسمع

کذاب نے انہیں کہا کہ تو گواہی دے کہ
میں رسول ہوں تو انہوں نے اشارہ کر کے کہاں میں سن نہیں سکتا

فقال اتشهد انها لمحمد
فنادی بدعوی الحق تيقعع

تو اس نے کہا، کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد رسول ہیں
تو انہوں نے حق کا دعویٰ بلند آواز سے کیا۔

فضرب ام الرأس فيه بسيفه
غوی لحاه اللّٰه بالفت مولع

[1] دیکھئے الاستیعاب (اص ۳۲۷) الاصابہ ترجمہ حبیب الحلیہ (ص ۶۴/۲)

تو اس نے ان کے سر کے بیچ میں تلوار ماری
یہ گمراہ تھا اللہ اس پر لعنت کرے

حبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پھیل گئی اور جب اُمّ عمارہ کو اپنے بیٹے کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے اسی وقت اللہ سے عہد کیا وہ مسیلمہ کے بغیر نہیں مریں گی۔ یا خود قتل ہو جائینگی اور اللہ کی رضا میں راضی ہو گئیں اور بہترین صبر کا مظاہرہ کیا۔

اور انہوں نے اپنے آپ کو اپنی اولاد اور تمام مال و دولت کو اللہ تعالیٰ کی نذر کر دیا تاکہ جنات وعیون میں ٹھکانہ پائیں اور انہیں یہ کافی تھا کہ اللہ کے نبی نے انکے اور انکے اہل بیت کے لئے برکت اور بھلائی کی دعا کی اور نبی کریم ﷺ اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ وہ اُمّ عمارہ اور انکی اولاد سے راضی تھے۔

<u>یمامہ کی مجاھدہ</u>......ایک لشکر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم سے مسیلمہ کذاب سے قتال کے لئے روانہ ہوا تو یہ مجاھد صحابیہ اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا سیدنا صدیق اکبر کے پاس آئیں اور یمامہ جانے کی اجازت طلب کی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم تمھاری جنگوں کی کارکردگی دیکھ چکے ہیں اسلئے اللہ کا نام لے کر نکل پڑو پھر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو "جو کہ لشکر کے امیر تھے" انکا خیال رکھنے کا حکم دیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ ویسے بھی انکا بہت خیال رکھتے تھے۔

اور اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا اپنے کردار کا دوسرا پہلو روشن کرنے نکل پڑیں اور وہ اپنی نذر جلدی پوری کرنا چاہتی تھیں صرف اپنے بیٹے حبیب کا بدلہ لینا مقصد نہیں تھا۔ کیونکہ حبیب تو اپنے رب سے جاملا اور اس کی رضا کے حصول میں کامیاب ہو گیا تھا بلکہ یہ کفر اور ارتداد کے جراثیم کے خاتمے میں شریک ہونا چاہتی تھیں، "جو ایک شخص مسیلمہ اور اسکے متبعین سے پھوٹ رہے تھے"۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس وقت انکی عمر ساٹھ برس سے زائد ہو چکی تھی اور انکے سر کے بال سفید ہو گئے تھے لیکن انکا دل بہادری سے بھرپور اور ایمان سے لبریز تھا اور نہ انکی ہڈیاں کمزور ہوئیں اور نہ ہی ان کا عزم کمزور پڑا تھا۔ اور یمامہ میں تو انہوں نے حیرت انگیز جہاد کیا، اور انہیں گیارہ زخم آئے اور ایک ہاتھ بھی شہید ہو

گیا۔ لیکن وہ ان تکالیف سے بددل نہیں ہوئیں بلکہ وہ اللہ کے دشمن مسیلمہ کا سامنا کرنا چاہتی تھیں۔

پھر انہوں نے دیکھا کہ ان کا بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ہے اور وہ اپنی تلوار جو مسیلمہ کے خون سے رنگی تھی، صاف کر رہا ہے تو انکے شعور میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور انہیں ارتداد کے خاتمہ میں شریک ہو کر انتہائی سعادت محسوس ہوئی[1]۔

ان سے مروی ہے کہ اس بارے میں انہوں نے فرمایا کہ اس دن میرا ہاتھ کٹا تو میں بہت غمگین تھی پھر میں اپنے بیٹے کے پاس آئی تو اسے دیکھا کہ اس نے مسیلمہ کو قتل کر دیا ہے اور اپنی تلوار سے اس کا خون صاف کر رہا ہے تو۔ پھر میں اللہ تعالیٰ کے حضور شکر کے سجدے میں گر گئی۔

اور یہ مومن مجاہدہ اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا جنگ ختم ہونے کے بعد اپنی اقامت گاہ تشریف لے آئیں اور ان کے پاس خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آئے اور حضرت صدیق اکبر کی وصیت کو پورا کیا اور ان کے ہاتھ کے علاج کے لئے اُبلتا ہوا زیتون کا تیل منگایا اگرچہ علاج ہاتھ کٹنے سے زیادہ تکلیف دہ تھا لیکن انہوں نے ایک عجیب سی راحت محسوس کی جس نے ان کے دل کو تسلی دی کہ ان سے پہلے ان کا ایک عضو جنت پہنچ گیا۔ یہ وہ ہاتھ تھا کہ جس کے ذریعے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا خوب دفاع کیا تھا اور سیدنا خالد رضی اللہ عنہ ان سے اچھا سلوک کرتے اور انہیں اچھی مصاحبت فراہم کرتے ان کے حق کو جانتے تھے اور ان کی منزلت کی قدر کرتے اور نبی کریم ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وصیتوں کو پورا کرتے رہے۔

اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ...... اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا کو خلفاء راشدین کے دور میں، ایسی قدر و منزلت حاصل تھی جس کی وہ مستحق تھیں۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمیشہ ان کے بارے میں پوچھتے رہتے اور ان کے احوال کا

---

[1] دیکھئے الاستبعار فی نسب الصحابۃ من الانصار (ص ۸۲) مزید دیکھئے سیرت حلبیہ (ص ۵۰۹ / ۲) اور البدایۃ والنھایۃ میں، مسیلمہ کذاب کے قتل کا واقعہ (ص ۳۲۳ / ۶) پر دیکھئے۔

خیال رکھتے۔ محمد بن یحییٰ بن حبانؒ نے یہ بات نقل کی ہے کہ

اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا کو "یوم احد" میں بارہ زخم آئے اور "یوم یمامہ" میں ان کا ہاتھ کٹ گیا تھا، اور ہاتھ کٹنے کے علاوہ گیارہ زخم مزید آئے، تو وہ زخمی حالت میں مدینہ تشریف لائیں، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا گیا کہ وہ خلیفہ تھے اور ان کے احوال دریافت کرنے تشریف لایا کرتے تھے۔ [1]

اور سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی یہ مجاہد صحابیہ قدر و منزلت سے محظوظ ہوتی رہیں۔ موسیٰ ابن حمزہ بن سعید اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ۔

حضرت عمر بن الخطاب کے پاس کچھ ریشمی چادریں آئیں، ان میں ایک بڑی اچھی اور کشادہ چادر بھی تھی تو بعض اصحاب نے کہا کہ یہ بہت مہنگی چادر ہے اسے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ صفیہ بنت ابی عبید کو دے دیا جائے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایسی شخصیت کے پاس بھیجوں گا جو اس سے زیادہ حقدار ہے۔ وہ اُمّ عمارہ نسیبہ بنت کعب ہیں اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوم احد میں یہ فرماتے سنا تھا۔

کہ میں نے جب بھی اپنے دائیں بائیں دیکھا.... تو اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا کو اپنے دفاع میں لڑتا ہوا پایا۔ [2]

اور اُمّ عمارہ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک مدینہ منورہ میں تمام صحابہ کے درمیان عزت و احترام سے محظوظ ہوتی رہیں۔

<u>اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا اور قرآن کریم</u>...... گذشتہ صفحات میں اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا کے یوم احد، اور یوم یمامہ میں جہاد کی بہترین کارکردگی ذکر ہوئی، اور ہم بیعت رضوان میں ان کا مقام، اور دوسری جگہوں میں روشن کردار کے بارے میں پڑھ آئے اور اب ہم ان مومن صحابیہ کے قرآن کریم سے گہرے تعلق و شغف کے بارے میں پڑھیں گے۔

مروی ہے کہ حضرت اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میں ہر چیز

---

[1] دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۲۸۱ / ۲)
[2] دیکھئے انساب الاشراف (ص ۳۲۶ / ۱)

مردوں کے لئے دیکھتی ہوں (یعنی قرآن میں انہی کا ذکر ہوتا ہے) اور عورتوں کا کسی قسم کا ذکر ہوتا نہیں دیکھتی؟ [1] تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ الآیہ الاحزاب (۳۵)

ترجمہ: بے شک اسلام کا کام کرنے والے مرد اور عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور عورتیں، اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور عورتیں اور راستباز مرد اور راستباز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں اور بکثرت خدا کو یاد کرنے والے مرد اور عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم...... قرآن کریم سے محبت کے ساتھ ساتھ اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا حدیث نبوی کی راویہ بھی تھیں۔ امام ذہبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ ان کی کئی احادیث منقول [2] ہیں۔ عمارہ سے ان کے پوتے عباد بن تمیم بن زید، ان کے بھتیجے حارث بن عبداللہ بن کعب، اور عکرمہ مولی ابن عباس اُمّ سعد بنت سعد بن الربیع، نے روایت کی ہے۔

ان پاکباز مومن صحابیہ اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ احادیث میں سے ایک یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے تو انہوں نے کھانا سامنے لا کر رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ آپ بھی کھاؤ! تو اُمّ عمارہ نے جواب دیا کہ میں روزے سے ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب روزے دار کے ہاں کوئی کھانا کھائے تو فرشتے

---

[1] دیکھئے کتاب "شیخ عبدالفتاح القاضی کی کتاب "اسباب النزول عن الصحابۃ والمفسرین" (ص ۱۸۰)۔ استبصہ (ص ۸۳) اور الاستیعاب (ص ۴۵۶ / ۴)

[2] سیر اعلام النبلاء (ص ۲۷۷ / ۲) اور اس بارے میں مزید دیکھئے، تہذیب التہذیب (ص ۴۷۴ / ۱۲) الاصابۃ (ص ۴۰۴ / ۴)۔ اور محمد بن علان الصدیقی شافعی نے اپنی کتاب "دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین" (ص ۴۷ / ۷) میں لکھا ہے کہ اصحاب سنن نے ان کی تین احادیث نقل کی ہیں۔

اس پر رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ [1]

ابن مندہ نے اُمّ عمارہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے اونٹ کو، حربہ کے [2] قیام کے دوران (نحر) ذبح کر رہے تھے۔

اُمّ عمارہ کو جنت کی بشارت...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اس دن تو مومنین اور مومنات کو دیکھے گا کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا۔ آج تم کو بشارت ہے ایسے باغوں کی جن کی نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور یہ بڑی کامیابی ہے (الحدید (آیت نمبر ۱۲)

اُمّ عمارہ نسیبہ بنت کعب ؓ، خواتین صحابیات میں بڑے بلند مرتبے پر فائز تھیں ،وہ اسلام کے لئے ہر کام میں آگے تھیں تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور کفر کا کلمہ پڑھے۔

اور عبادت اور زہد کے میدان میں ان کی فضیلت خوشبو کی طرح مہکتی تھی، ان کے جہاد اور ثابت قدمی کے قصے آج بھی کانوں کو گرماتے ہیں ،اور وہ اپنے عطیات مثمرہ کی ،ہر میدان میں سخاوت کرتی رہیں حتیٰ کہ اپنے رب کے پاس راضی خوشی جا پہنچیں۔ [3]

انہیں جنت کی بشارت عظمیٰ "یوم احد" میں سب گھر والوں کے ساتھ ملی تھی جب نبی کریم ﷺ نے انہیں جنگ کی سختی میں اپنے اردگرد دیکھا تو فرمایا کہ "اے اہل بیت تم پر اللہ رحمت نازل کرے، تو حضرت اُمّ عمارہ ؓ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ ہم جنت میں آپ کے ساتھ ہوں۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا۔ کہ اے اللہ انہیں جنت میں میرا رفیق بنادے۔ تو اُمّ عمارہ نے کہا کہ اب دنیا کی تکالیف کی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ [4]

---

[1] امام احمدؒ نے اپنی سند میں اسے روایت کیا ہے اور دیکھئے طبقات ابن سعد (۸ ص ۴۱۶) الاستیعاب (ص ۴۱۶) اسد الغابتہ ترجمہ (۷۳۱۱)

[2] المغازی (ص ۶۳۱ / ۲)۔ اسد الغابہ (ترجمہ نمبر ۷۵۴۳)

[3] زرکلی نے لکھا ہے کہ آپ کا انتقال ۱۳ھ میں ہوا الاعلام (ص ۳۳۴ / ۸)

[4] دیکھئے المغازی (ص ۲۷۳ / ۲) طبقات ابن سعد (ص ۴۱۵ / ۴) سیر اعلام النبلاء (ص ۲۸۱ / ۲) السیرۃ الحلبیۃ (ص ۵۰۹ / ۲)

اور اس کے علاوہ اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا کو "احد" سے پہلے بھی جنت کی بشارت مل چکی تھی اور یہ بیعت عقبہ میں ملی، اور اسی طرح احد کے بعد بھی ملی اور یہ بیعت رضوان میں حاصل ہوئی اور جنگ حنین میں یہ ان سو صابرین میں شامل تھیں کہ خود جن کے اور ان کے عیال کے رزق کی کفالت جنت میں اللہ نے اپنے ذمے لی ہے۔

تو یہ ایک حسین سفر تھا جو ہم نے کئی اعزازات کی حامل صحابیہ اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا کے صحن میں طے کیا یہ صحابیہ ان انصار میں سے تھیں جن کے بارے میں کعب بن زھیر نے ان کے فضائل اور پاکیزہ اعمال کا "جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ انہوں نے سر انجام دیئے" ذکر کیا ہے۔

ورثوا المکارم کا برا عن کا بر

انہوں نے صفات عالیہ ورثہ میں پائی ہے۔

بڑوں نے بڑوں سے حاصل کیں

ان الخیا رھم بنو الاخیارا

اور یہ منتخب شدہ لوگ نیکنا لوگوں کی اولادیں ہیں

اور آخر میں یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُمّ عمارہ نسیبہ بنت کعب پر رحمت نازل فرمائے اور اللہ ان کی قبر کو تر و تازہ رکھے اور ان سے راضی ہو اور انہیں راضی کرے اور ہم ان کی مہکتی سیرت کے اختتام پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت کرتے ہیں۔

ان المتقین فی جنت و نھر . فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر

بے شک پرہیز گار لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے بہترین مقام پر طاقتور بادشاہ کے پاس۔



اُمّ رومان بنت عامر رضی اللہ عنھا

"جو حور العین میں سے کسی عورت کو دیکھنا چاہے تو وہ اُمّ رومان کی طرف دیکھ لے" (الحدیث)

"اے اللہ بے شک تجھ سے مخفی نہیں جو کچھ تیرے لئے اور تیرے رسول کے لئے اُمّ رومان کو تکالیف پہنچی ہیں۔ (الحدیث)



ام رومان بنت عامر رضی اللہ عنھا

اُمّ الفضائل......اب ہم ایک ایسی صحابیہ کے گلشن میں ہیں جو نبی کریم ﷺ کے دل میں بڑی قدر و منزلت کی حامل تھیں اور انہیں خواتین اسلام میں بڑا مرتبہ حاصل ہے، جنہوں نے تاریخ میں بڑا گہرا اثر چھوڑا اور کئی زمانے گزرنے کے باوجود آج بھی ان کے کردار کی خوشبو مہک رہی ہے۔

ان صحابیہ میں بڑے مبارک خصائل جمع تھے جنہوں نے انہیں دنیا کی خواتین کی رہنما بنادیا، بلکہ ان کی ایک ہی خصلت نے انہیں بلند مرتبہ خواتین میں سے بنادیا۔

آپ کے داماد، افضل خلق اللہ مطلقاً، ہمارے نبی محمد ﷺ تھے، اس کے بعد کسی فضیلت کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔

آپ کے شوہر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، آپ کی صاحبزادی دنیا و آخرت میں خلقت کی معزز ترین خاتون، حبیبۂ رسول اللہ ﷺ صدیقہ بنت صدیق اکبر، پاکبازی میں قرآنی شہادت کی حامل، اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں، جو امت محمدیہ کی خواتین میں علی الاطلاق سب سے بڑی عالمہ اور فقیہہ تھیں۔

اور ان کے صاحبزادے مدرسۂ نبوت کے ایک شہسوار، اور ان بزرگ صحابہ میں سے تھے جن کیلئے، مصاحبت مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے خوش بختی لکھ دی گئی ہے یہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق ہیں جو ایک مشہور بہادر اور تیر انداز سپاہی بھی تھے۔

اور مزید یہ کہ اُمّ رومان نے اپنی زندگی کے صفحات کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسلام کی طرف جلد سبقت کرنے کے ساتھ کھولا، اور نبی اکرم ﷺ کی رسالت پر ایمان لائیں۔

یہ اُمّ رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینۃ الکنانیہ ہیں۔ علامہ عبدالبر نے "الاستیعاب" میں لکھا ہے کہ

---

[1] دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۱۳۵ / ۲) اسد الغابۃ ترجمہ نمبر ۷۲۴۲ انساب الاشراف (ص ۴۰۹ / ۱)
(۲) دیکھئے "الاصابۃ" (ص ۴۳۳ / ۴)

اُمّ رومان، راء کے زبر اور پیش دونوں طرح پڑھا جاتا ہے اور علامہ ابن اسحاقؒ نے لکھا ہے کہ ان کا اصل نام زینب اور دوسرے مؤرخین نے لکھا ہے کہ ان کا نام "دعد" تھا لیکن اپنی کنیت اُمّ رومان سے شہرت حاصل ہوئی۔

زمانۂ جاہلیت میں ان کی زندگی...... جزیرۂ عرب کی بستی "السراۃ" [1] میں اُمّ رومان بنت عامر کی نشو ونما ہوئی اور ان کا نکاح "عبد اللہ بن الحارث ابن سنجرہ الازدی [2] نامی ایک شخص سے ہوا۔ اور ایک صاحبزادے طفیل بن عبد اللہ پیدا ہوئے اور ان کے شوہر عبد اللہ بن حارث مکہ مکرمہ میں رہنے کی خواہش رکھتے تھے لہذا وہ "سراۃ" سے اُمّ رومان اور بیٹے طفیل کے ساتھ مکہ آگئے اور اس زمانے میں عرب کی عادت کے مطابق انہوں نے بھی "حلیف" بنایا اور یہ حلیف سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

پھر کچھ عرصے کے بعد عبد اللہ کی وفات ہو گئی اور ان کی زوجہ اور بیٹا پریشان اکیلے رہ گئے کچھ ہی عرصے بعد حضرت ابو بکر نے اُمّ رومان سے نکاح کر لیا، اور اُمّ رومان اور ان کے بیٹے کو اچھا ٹھکانہ مل گیا۔

یہاں یہ مفید بات ذکر کرنا بہتر ہے کہ اس سے پہلے حضرت ابو بکر نے ایک خاتون قتیلہ بنت عبد العزیٰ القرشیہ عامریہ سے شادی کی تھی، اور ان سے ان کے بیٹے عبد اللہ اور بیٹی اسماء پیدا ہوئے تھے۔

اور زمانۂ اسلام میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور ان سے ان کے بیٹے محمد اور دوسری بیوی حبیبہ بنت خارجہ سے اُمّ کلثوم پیدا ہوئیں جو آپ کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں اور آپ رضی اللہ عنہ کی بیویوں میں سے آپ کی وفات کے وقت صرف حبیبہ بنت خارجہ ہی زندہ تھیں۔

اُمّ رومان "سابقات" میں سے...... اللہ کے حبیب کی حبیبہ، قرآن کی گواہی [3] سے برأت پانے والی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں ابھی نا سمجھ ہی تھی مگر میرے والدین، دین پر کاربند تھے [4]

---

[1] دیکھئے، مادہ "سراۃ" معجم البلدان (ص ۳/ ۲۰۴ـ۲۰۵)

[2] دیکھئے انساب الاشراف (ص ۴۲۰/ ۱)

[3] امام مسروق بن الاجدع جب حضرت عائشہ سے روایت کرتے تو ساتھ میں ان کی صفت یہی بیان کرتے تھے۔ [4] دیکھئے تہذیب الاسماء واللغات (ص ۱۸۳/ ۲)

ان جلیل القدر صحابیہ اُمّ رومان رضی اللہ عنہا نے شروع ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا کیونکہ جس وقت رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو سب سے پہلے، مردوں میں سے اسلام قبول کرنے اور ان کی دعوت کی تصدیق کرنے والے تھے، اور پھر اپنی زوجہ کے پاس آئے اور انہیں اسلام کے بارے میں بتایا، اور فوراً ہی اُمّ رومان نے دعوت اسلام کو اپنے پاکیزہ دل میں آنے کا راستہ دیا اور اسلام قبول کر لیا، ور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ گئیں۔

تو یہ ان چند خواتین میں سے تھیں جو پہلے ایمان لائیں اور آنحضرت ﷺ کی مصاحبت کے شرف سے محظوظ ہوئیں اور ایمان و سبقت میں کامیاب قرار پائیں۔ ابن سعدؒ نے لکھا ہے کہ "اُمّ رومان مکہ میں ہی بہت پہلے ایمان لائیں اور بیعت کی اور ہجرت بھی کی۔"[1]

اور اُمّ رومان سر جھکا کر اسلامی تعلیمات حاصل کرنے میں مصروف ہو گئیں اور وہ رسول اللہ ﷺ سے اسلام کی عظمت کو جانتی تھیں، اور رسول اللہ ﷺ خود اپنے دوست اور صدیق، ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاں آتے جاتے رہتے، تو اُمّ رومان رضی اللہ عنہا اس زیارت مبارک سے بہت خوشی محسوس کرتیں اور اپنی وسعت کے مطابق اکرام کیا کرتیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں محبت و خلوص بھرا دل عنایت فرمایا تھا، جو ایمان اور تسلیم سے بھرپور تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں بلند ہمتی، اور مشکلات جھیلنے کو عجیب صبر عنایت فرمایا تھا۔

اُمّ رومان، مشرکین کے سرداروں کی طرف سے مسلمانوں پر آنے والی تکالیف سے بہت غمزدہ رہتیں اور وہ دیکھتی تھیں کہ آپ ﷺ اپنی تعلیم میں صبر کا درس دیا کرتے ہیں۔ اور انہوں نے بھی اسلام اور مسلمانوں سے وفا کرنے میں حیر انگیز مثالیں قائم کی تھیں۔ اور یہ اپنے شوہر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہت خوش تھیں جو ضعیف وکمزور مسلمانوں کی مدد کرتے اور غلاموں کو اپنے خالص مال سے آزاد کراتے تھے، تو یہ ان کی پشت مضبوط کرتیں اور ان کے ان پاک اور مبارک کاموں میں ان کی شریک رہتیں چاہے صرف زبان سے ایک اچھی بات ہی کے ذریعے ہوتی۔

پرہیزگار مومنہ اور مثالی ماں ...... اپنے سابقات الی الایمان میں شامل اور وفا شعار

---

[1] الطبقات الکبریٰ (ص ۲۷۶ / ۲)   [2] دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۸۷ / ۸)

ہونے کے ساتھ ساتھ اُمّ رومان ایک شفیق ماں بھی تھیں ،انہوں نے اپنی اولاد، عبدالرحمان رضی اللہ عنہ اور عائشہ کی تربیت تقوے، اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی بنیاد پر کی ،اور ان کی خوب اچھی طرح رعایت کی اور ان کا احساس اور خلوص بھرا روشن دل ،اس بات کی طرف اشارہ کرتا کہ ان کی بیٹی عائشہ کا اسلام میں ایک خاص مقام بنے گا۔

اور نبی کریم ﷺ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاں صبح ،شام کسی وقت بھی آتے جاتے رہتے اور اُمّ رومان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نصیحت فرماتے رہتے "کہ" کہ اُمّ رومان عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔[1]

اور اسی وجہ سے عائشہ کی قدر و منزلت ان کے گھر والوں کے ہاں بہت تھی اور جانتے نہ تھے کہ اللہ کا کیا حکم اس میں پوشیدہ ہے۔

نیک خو حمایت گار...... حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہجرت سے تین سال قبل وفات پا گئی تھیں اور دو سال بعد آنحضرت ﷺ نے اللہ کی طرف وحی کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا اور اس کی خبر آپ ﷺ نے اس وقت دی جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ۔

میں نے تین رات تمہیں خواب میں دیکھا حتیٰ کہ فرشتہ ایک ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر تمہیں لایا اور کہا کہ یہ آپ کی زوجہ ہے تو جب میں نے اس سے پردہ ہٹایا تو وہ تم تھیں تو میں نے کہا کہ اگر یہ اللہ کا حکم ہے تو وہ اس کو ضرور پورا کرے گا۔[2]

پھر خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے رشتہ طے کرنے کی بات کی تو آپ ﷺ نے منظور فرما لیا۔ اور یہاں اُمّ رومان ظاہر ہوئیں کہ وہ سب سے بڑے شرف کا بار اٹھائیں اور وہ آپ ﷺ کی خوش دامن ہونے کا شرف تھا اور انہیں ان کے شوہر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی خواہش کے بارے میں بتایا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس سب کے ذریعے ان پر خیر و برکت نازل فرمائی۔ اور حضرت عائشہ اُمّ المومنین بن گئیں اور اُمّ رومان اس واقعہ کی بناء

---

[1] طبقات ابن سعد (ص ۸۷/ ۸)

[2] یہ حدیث بخاری، مسلم، ترمذی میں ہے، مزید دیکھئے البدایۃ والنھایۃ (ص ۱۳۰/ ۳)

پر خوش بختی اور شرف سے محظوظ ہوئیں جس کے کوئی اور شرف برابر نہیں ہو سکتا۔

ام رومان اور واقعۂ ہجرت...... حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ ہجرت کر گئے اور اپنے اہل و عیال کو مکے چھوڑ گئے کہ یہ بعد میں مدینہ چلے آئیں اور اُمّ رومان رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کی ہجرت کے بعد زندگی کی سختی کو برداشت کرتی رہیں۔

کیونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جاتے وقت سارا مال ساتھ لے گئے تھے، لیکن یہ سارا مال ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا بلکہ وہ یہ چاہتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ مشرکین کے ہاتھوں اور تکلیف سے محفوظ ہو جائیں اور اپنے خوف کو چھپاتی بھی رہیں حتیٰ کہ ایک قاصد نے آکر اطلاع دی کہ نبی کریم ﷺ بخیر و عافیت مدینے پہنچ گئے ہیں۔
پھر آپ ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا کہ وہ آپ ﷺ کے گھر والوں اور بیٹوں کو لے آئے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کو بھی لے آئے۔

اور جب یہ مہاجر قافلہ مدینے پہنچا، اور راستے میں اُمّ رومان رضی اللہ عنہا کی ایک عظیم کرامت ظاہر ہوئی وہ یہ کہ حضرت عائشہ کو ایک بڑا خطرہ پیش آیا جس سے اللہ کی عنایت نے بچالیا، ہوا یوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دلہن بنی مدینے ہجرت کر کے آرہی تھیں اونٹ پر سوار تھیں اونٹ بدک کر بھاگ کھڑا ہوا تو ام رومان نے چلا کر کہا اور میری دلہن! وہ میری بیٹی!

اور خود اُمّ المومنین عائشہ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔
کہ جب اونٹ بدکا تو میں نے کسی کو کہتے سنا کہ اس کی لگام کو چھوڑ دو تو میں نے اسے چھوڑ دیا تو وہ اللہ کے حکم سے رک کر کھڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں محفوظ رکھا۔ [1]

اور یہ، مہاجروں کا قافلہ مدینہ پہنچ گیا ان سب سے آگے اُمّ رومان تھیں اور وہ اس گھر میں اتریں جو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تیار کیا تھا، اور جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو غزوۂ بدر میں سرخرو کیا تو آپ ﷺ نے ہجرت کے دوسرے سال شوال میں حضرت عائشہ کو باقاعدہ زوجیت میں لے لیا (یعنی رخصتی کر دی گئی) اور اُمّ رومان رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی کو بیت نبوت میں رہنے کے لئے (تربیت دے کر) تیار کر دیا تھا اور پھر عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر "نزول

---

[1] البدایۃ النہایۃ (ص ۲۲۱ / ۳)۔ الاستیعاب (ص ۴۳۴ / ۴) السیرۃ الحلبیہ (ص ۴۷ / ۲ / ۲)

وحی کا مرکز بھی بن گیا" اور یہ بہت ہی بڑا رتبہ ہے۔

اُمّ رومان اور ان کی عظیم آزمائش......اُمّ رومان جب اپنی اکلوتی بیٹی عائشہ کے لئے اپنے داماد، رسول اللہ ﷺ کا اکرام و اعزاز دیکھتیں تو بہت خوشی محسوس کرتیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کی محبت کی وجہ سے یہ سعادت میں اور عظیم ہوتی گئیں اور ان کا خلوص اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا بیت نبوی کے قریب ہونے اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک اونچے رتبہ کی وجہ سے، بڑھتا چلا گیا۔

کئی سال اسی طرح گزرے پھر اُمّ رومان کو ایک خوفناک آزمائش کا سامنا کرنا پڑا جس نے ان کی زندگی کے سکون کو چند دنوں کے لئے مکدّر کر دیا اور

اور یہ اتنی اندھیری آزمائش تھی جس نے تھکا کر رکھ دیا اور وہ دن اور گھڑیاں سخت معلوم ہونے لگے، حضرت عائشہ پر (فک، تہمت) لگا دی گئی تھی، اور منافقین کے گروہ نے جس کی قیادت ابن سلول کے ہاتھ میں تھی۔ جس بات کی اشاعت کی گئی تھی اس سے اُمّ رومان شاید ہوش و حواس کھو بیٹھیں بلکہ وہ تو یہ جھوٹا الزام سن کر بے ہوش ہو گئیں لیکن اللہ تعالیٰ کی عنایت ان نامرادوں کی تعاقب میں تھی، انہیں رسوائی نصیب ہوئی اور قیامت تک انہیں عار کا طوق مل گیا۔

اس عظیم آزمائش میں اُمّ رومان ایک نگہبان محبت کرنے والی ماں اور عزیز حمایتی، اور ایسی دانشور کے روپ میں سامنے آئیں جو حقوق کو جانتا ہو اور واجبات کے معنی کو سمجھتا ہو اور ایسی بیوی ثابت ہوئیں جو اپنے شوہر پر زمانے کی مصیبتوں میں، حصہ دار تھیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ مومنین پر اپنے فضل و رحمت سے احسان نہ فرماتے تو فتنہ کھڑا ہو جاتا۔

حضرت اُمّ رومان نے کوشش کی کہ وہ حکمت کے ذریعے اس آزمائش کا سدّ باب کریں جس نے سارے خاندان ابو بکر کی نیند حرام کر دی تھی۔ اور یہ الزام انہوں نے اپنی بیٹی عائشہ سے چھپائے رکھا لیکن اللہ تعالیٰ نے چاہا یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی معلوم ہو جائے تو اُمّ مسطح رضی اللہ عنہا کی زبانی مشہور ہونے والے الزام کی سب تفصیل انہیں پتہ چل گئی۔

ہم خود حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی زبانی، ان کا اور ان کی والدہ اُمّ رومان کا حال سنتے ہیں۔ اسی حدیث کو اصحاب سنن، اہل تفسیر اور اہل سیر سب نے بیان کیا ہے۔ ہم اس کے کچھ ٹکڑے جو اُمّ رومان کے کردار کی تفسیر ہیں بیان کرتے ہیں۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ اس اندوہناک واقعہ کی خبر ملنے کے فرماتی ہیں کہ

پھر میں اپنے والدین کے پاس گئی اور اپنی والدہ کو کہا کہ امّی جان! یہ لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں۔ تو اُمّ رومان نے کہا کہ میری بچی صبر کرو! خدا کی قسم ایک خوبصورت عورت ایک ایسے شخص کے پاس ہو جو اس سے محبت کرتا ہو، اور اس عورت کی سوکنیں بھی ہوں تو ایسا ہوتا ہی ہے۔ تو میں نے کہا سبحان اللہ اور لوگ ایسی باتیں کرتے رہیں۔

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں اس رات صبح تک روتی رہی اور میرے آنسو تھمتے نہ تھے اور مجھے نیند تک نہ آئی حتیٰ کہ مجھے روتے روتے صبح ہو گئی [1]

اُمّ رومان ؓ نے تقریباً ایک مہینہ خوف اور قلق کی حالت میں گزارا اور افک کی خبر مدینے میں گشت کر رہی تھی ،اللہ کے ایک خاص امر اور ایک عظیم درس کی وجہ سے ،جو بعد میں ہمیں ملا، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ پر وحی بھی نہ بھیجی، حضرت عائشہ اس بارے میں فرماتی ہیں کہ

انہی باتوں کے دوران ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے اور جب سے یہ باتیں ہوئی تھیں آپ ﷺ میرے پاس تشریف فرما نہ ہوئے تھے اور ایک مہینہ گزر گیا تھا مگر میرے بارے میں آپ ﷺ پر کوئی وحی نازل نہ ہوئی تھی پھر آپ ﷺ نے حمد و ثناء باری تعالیٰ کی پھر فرمایا کہ عائشہ! تمہارے بارے میں مجھے اس اس طرح کی باتیں پہنچی ہیں اگر تم بری ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری برأت نازل کر دے گا اور اگر تم نے کوئی گناہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور توبہ کر لو کیونکہ جب اللہ تعالیٰ سے کوئی بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے

---

[1] یہ حدیث بخاری شریف میں (ص ۷ ۱۲/ ٦) میں مروی ہے اور مزید دیکھئے تفسیر ابن کثیر اور قرطبی (سورۂ نور آیت نمبر ۱۱۔ ۲۰)

معاف کر دیتا ہے، جب رسول اللہ ﷺ یہ کہہ کر خاموش ہوئے تو میرے آنسو تھم گئے حتیٰ کہ مجھے ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا، تو میں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیں تو انہوں نے کہا میرے کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ میں کہا جواب دوں پھر میں نے اپنی والدہ کو کہا کہ آپ جواب دیں تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

معزز قارئین !اس اثر انگیز موقع کا تصور کریں اور اُمّ رومان جیسی صحابیہ کے شعور کا، تصور کریں اس غیر متوقع مصیبت کے مبتلا کے بعد بھی، ان مشکل لمحات میں، وہ بھی رسول اللہ کے سامنے۔ لیکن اللہ تعالیٰ حکم مقرر شدہ ہے۔

عظیم براءت اور بڑی خوشی......رسول اللہ ﷺ ابھی حضرت عائشہ کے پاس ہی تشریف فرما تھے اور ابھی ان کی گفتگو ختم ہوئی ہی تھی تو...چند لمحے خاموشی کے گزرے اور صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے برأت ربانی کی شہادت لئے وحی نازل ہوئی اور ایک ہی لمحے مین خوشیاں اور مسرت اُمّ رومان کے دل میں لوٹ آئیں، جب انہوں نے نزول وحی کے بعد آپ ﷺ سے پہلا جملہ سنا کہ "اے عائشہ تیرے رب نے تیری برأت نازل کر دی"

اور سب کے سب اس مبارک واضح شہادت ربانیہ سے خوش ہو گئے اور اس خوشی کے لمحے میں بھی اُمّ رومان رضی اللہ عنہا نے رسول ﷺ کے سامنے ادب کے اصول فراموش نہیں کئے اور کہا کہ عائشہ! آپ ﷺ کے لئے کھڑی ہو جاؤ تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ خدا کی قسم میں ان کے شکریہ کے لئے نہیں کھڑی ہونگی اور نہ تعریف کروں گی لیکن صرف اللہ کی تعریف اور حمد کروں گی۔ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُو بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ سے دس آیات نازل ہوئیں (سورۂ نور آیت نمبر ۱۱)

خاندان ابو بکر کی کرامت......افک کے بادل چھٹ جانے کے بعد اُمّ رومان رضی اللہ عنہا کے دل پر پھر سے بہار آگئی اور اللہ تعالیٰ نے خاندان ابو بکر کو بڑا اعزاز عطا فرمایا اور ہماری

ماں، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں قرآن نازل فرمایا جو قیامت تک تلاوت کیا جاتا رہے گا۔ یہ کیا خوب اچھائی ہے خاندان ابو بکر کی۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام میں پہلے دن ہی سے داخل ہونے والے اس شخص کو بہترین جزاء ہے، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی رضا و خوشی کے لئے اپنے نفس جان مال اور اھل تک کو قربان کرتا رہا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے خاندان کی پاکیزگی کی اپنے اس ارشاد سے قدر افزائی کی ہے کہ

خدا کی قسم کبھی جاہلیت میں بھی ہمارے بارے میں ایسی باتیں نہیں کہی گئیں تو جب اللہ نے ہمیں اسلام سے عزت عطا فرمائی تو کیا اب ایسے باتیں ہوں گی۔

حضرت ابو بکر کے شرف اور اعزاز کے لئے اتنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اولوالفضل میں سے بتایا۔

معسنہ اور دیندار خاتون ...... اُمّ رومان رضی اللہ عنہا کی زندگی میں بڑے اہم کردار اور بڑے مبارک لمحے آئے جنہوں نے انہیں، لمبی نمازیں پڑھنے والی عبادت گزار مقتدا خاتون بنا دیا تھا، تو اللہ تعالیٰ کی رضا، حاصل کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کی کوشش کرتی رہتیں اور ساتھ ساتھ اپنے شوہر کے حقوق کا خیال بھی رکھتیں۔

ان کی عبادت حیرت انگیز، اور ان کی نماز ان کے شوہر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں صحیح اور محفوظ ہوتی، اور وہ خود روایت کرتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں کس طرح نماز کی ادائیگی سکھلائی، فرماتی ہیں کہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا کہ میں نماز میں جھکتی ہوں تو انہوں نے مجھے اتنا سخت ڈانٹا کہ شاید میں نماز ہی توڑ دیتی، پھر بعد میں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے جب تم میں سے کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے اطراف کو ساکن رکھے اور یہود کی طرح نہ جھکے اور بے شک اطراف کا سکون نماز کا اہم حصہ ہے [1]

اور دعاء و استغفار کے معاملے میں اُمّ رومان رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

---

[1] حیاۃ الصحابۃ (ص ۷ ۱۳ / ۳)

کے ساتھ، قابل عمل اور حیرت انگیز مثال قائم کی۔ علی بن بلبان مقدسی نے لکھا ہے کہ
اُمّ رومان رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے۔ آنحضرت ﷺ نے استفسار فرمایا، کیسے آنا ہوا۔ ان دونوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ ہمارے سامنے عائشہ رضی اللہ عنہا کی مغفرت کی دعا کریں۔ تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی "اے اللہ عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابو بکر کی ظاہری باطنی مغفرت فرما۔ کہ اس سے کوئی گناہ ہی سرزد نہ ہو۔"

تو جب آپ ﷺ نے ان دونوں کی خوشی کو دیکھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "میری یہ دعا، میری بعثت کے دن سے لے کر آج تک میرے ہر مسلمان امتی کے لئے ہے۔" [1]

نبی کریم ﷺ، اُمّ رومان رضی اللہ عنہا کی بہت عزت کرتے تھے، جو خود اللہ اور اس کے رب کی خوشی کے محنت کرتی رہتی تھیں۔ اور اُمّ رومان رضی اللہ عنہا اس وقت خاموشی کی طرف مائل رہتیں جب آپ ﷺ ان کی صاحبزادی اور اپنی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے محو گفتگو ہوتے۔

سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ!

رسول اللہ ﷺ اپنی زوجہ اُمّ المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے رہتے اور ان کی عزیز خواتین کا بڑا اکرام کرتے، تو ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہہ دیا کہ "گویا کہ زمین میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی عورت ہی نہیں۔ (یعنی اتنا ذکر کرنے پر تعریض کی) تو آپ ﷺ غصہ ہو گئے تو اُمّ رومان رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ "آپ ﷺ کو اور عائشہ کو کیا ہو گیا عائشہ رضی اللہ عنہا تو نوجوان لڑکی ہے اور آپ ﷺ زیادہ حقدار ہیں کہ جوان پر بڑھ کر بولے" (آپ سرزنش کریں)۔ تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گوشۂ دہن پکڑ کر فرمایا "کیا تو نے یہ نہیں کہا کہ "گویا خدیجہ کے علاوہ زمین پر کوئی اور عورت نہیں؟ خدا کی قسم وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائی جب لوگ انکار کر رہے تھے اور مجھے اس سے اولاد نصیب ہوئی جو تم سے نہیں ہو سکی۔ [2]

---

[1] دیکھئے تحفۃ الصدیق (ص ۹۸) مزید دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۱۵۸ / ۲)
[2] سیرت حلبیہ (ص ۴۰۱ / ۳) المغازی والسیر لابن اسحاق (ص ۲۴۴)

تو اس طرح اُمّ رومان رضی اللہ عنہا، آپ ﷺ کے سامنے خواہ مخواہ نہ بولیں اور رسول اللہ ﷺ تو خواہشات سے کلام نہیں فرماتے تھے بلکہ صرف وحی کی بات فرماتے تھے۔

والدۂ صدیقہ کی جدائی...... علامہ ابن سعدؒ نے ان صحابیۂ جلیلہ اُمّ رومان رضی اللہ عنہا کی وفات کو "طبقات" میں ذکر کیا ہے اور ان کی تعریف کی ہے۔ کہتے ہیں کہ اُمّ رومان رضی اللہ عنہا ایک خاتون تھیں اور عہد نبوی ﷺ میں ان کی وفات ہوئی یہ سن سات ہجری مہینہ "ذوالحجہ" کا تھا۔ [1]

نبی کریم ﷺ نے اُمّ رومان کی وفات کا بڑا اثر لیا اور اسی طرح ان کی صاحبزادی عائشہ نے بھی والدہ کی وفات کا بڑا اثر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی عظیم عزت یوں عطا فرمائی کہ آپ ﷺ ان کی قبر میں اترے اور ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

اُمّ رومان کی چیدہ باتوں میں سے ایک یہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی حیات طیبہ میں صرف پانچ قبور میں اترے۔ جن میں تین خواتین اور دو مرد تھے۔ ان میں سے ایک قبر مکہ میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تھی اور چار قبور مدینے میں جن میں سے ایک حضرت اُمّ رومان رضی اللہ عنہا کی قبر بھی ہے۔ یہ جنت البقیع میں واقع ہے۔ [2]

آپ ﷺ نے ان کی قبر میں اتر کر یہ دعا فرمائی۔

اے اللہ! تجھ سے مخفی نہیں جو تیرے راستے میں اور تیرے رسول ﷺ کے لئے اُمّ رومان نے تکالیف اٹھائیں۔ ([3]) تو اس طرح اُمّ رومان کی زندگی میں جو آخری چیز تھی وہ رسول اکرم ﷺ کی دعا تھی یہ بہترین خاتمہ اور بہترین دعا ہے۔

اُمّ رومان رضی اللہ عنہا کو جنت کی بشارت...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے اور اپنے رب کی طرف جھکے یہ لوگ جنت والے ہیں اور یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (ھود آیت نمبر ۲۳)

حضرت اُمّ رومان رضی اللہ عنہا، ان خواتین اسلام میں سے ایک تھیں جنہوں نے اپنی روشن زندگی کی تاریخ میں گہرے نقوش چھوڑے۔ یہ ان معزز خواتین میں سے تھیں

---

[1] طبقات ابن سعد (ص ۲۷۶/ ۸)

[2] جنت البقیع مدینہ کا قبرستان ہے دیکھئے معجم البلدان (ص ۴۷۳/ ۱)

[3] الاستیعاب (ص ۴۳۱/ ۴) الاصابۃ (ص ۴۳۳/ ۴) اسد الغابۃ (ترجمہ ص ۷۴۴۲) سیرت حلبیہ (ص ۴۷۴/ ۲) وفاء الوفاء (ص ۸۹۷/ ۳)

جو پہلے اسلام لائیں، اور پہلی مہاجرین میں شامل، اور انتہائی خشوع و خضوع سے عبادت کرنے والی اور رسول اللہ ﷺ کے لئے قربانی دینے والی خواتین تھیں۔

اُمّ رومان، جنت کی بشارت سے مشرف ہوئیں۔ علامہ ابن سعدؒ نے اپنی سند سے قاسم بن محمد کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ

جب اُمّ رومان کو قبر کے حوالے کر دیا گیا تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جنت کی کسی حور عین کو دیکھنا چاہے تو اُمّ رومان کی طرف دیکھ لے[1]۔

یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ اس حدیث میں جنت کی بشارت کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہ کہ حور عین جنت ہی میں ہوتی ہے۔

اور اُمّ رومان کے فضائل کے سرمائے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ان سے ایک حدیث، نبی کریم ﷺ منقول ہے جو امام بخاریؒ نے صحیح میں نقل کی ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ اس بھلائی کرنے والے، دیندار خاتون اُمّ رومان سے راضی ہو جو ایک صدیقہ کی ماں، اور صدیق کی زوجہ تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو تر و تازہ رکھے اور ان کی سیرت کے آخر میں ہم اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کرتے ہیں،

ان المتقین فی جنت و نهر، فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر (القمر آیت نمبر ۵۴، نمبر ۵۵)

بے شک پرہیز گار لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے بہترین مقام میں طاقتور بادشاہ کے پاس۔

---

[1] طبقات (ص ۲۷۷/ ۸) کنز العمال (ص ۱۴۶/ ۱۲) اسد الغابۃ (ترجمہ نمبر ۷۳۴۲) سیرت حلبیہ (ص ۲۷۴/ ۲) انساب الاشراف (ص ۴۲۰/ ۱)

[2] دیکھئے المجتبیٰ لابن الجوزی (ص ۱۰۳)

اُمّ ایمن برکتہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا

جو شخص جنت کی کسی خاتون سے شادی کرنا چاہے
وہ اُمّ ایمن سے نکاح کر لے (حدیث شریف)

اُمّ ایمن میری والدہ کے بعد میری ماں ہیں (حدیث شریف)



اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا

(برکتہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا)

اے امّاں جان!......اُمّ ایمن برکت اور مبارک باد اسی ایک صحابیہ میں جمع تھے اور انہیں رسول اللہ ﷺ سے تکریم حاصل تھی۔

یہ بابرکت صحابیہ نبوت کے تمام مراحل میں زندہ تھیں اور تمام اسلامی واقعات میں الف سے لے کر یاء تک معاصر تھیں۔ پہلے باندی تھیں آزاد ہوئیں اور شادی بھی کی بچے بھی تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی پرورش کی اور آپ ﷺ کی محبت میں زید بن حارث کی زوجیت میں آئیں اور ایک شہید ایمن بن عبید الخزرجی اور امراء کے امیر اور رسول اللہ ﷺ کے بہادر سپاہی محبت بن محبت یعنی اسامہ بن زید کی والدہ تھیں۔ رضی اللہ عنہما

یہ اُمّ ایمن کون تھیں۔ اور ان کا تعارف کیا ہے۔

یہ برکتہ بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصن الحبشیہ ہیں کنیت اُمّ ایمن ہے اور ان کی کنیت ہی زیادہ مشہور ہے ان کے پہلے شوہر عبید بن [1] زید الحبشی سے ان کے بیٹے ایمن تھے ان کی کنیت اختیار کی اور یہ آنحضرت ﷺ کی خادمہ کے طور پر مشہور ہوئیں۔

یہ بافضیلت سیدہ نبی اکرم ﷺ کو اس وقت بھی جانتی تھیں جب آپ ﷺ چھوٹے اور صغیر السن تھے اور پھر آپ کی جوانی نبوت شادی اولاد اور نانا بننا بھی دیکھا آپ ﷺ انہیں اے امّاں جان یعنی ماں کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ اور اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی کافی عرصے تک زندہ رہیں اور سیرت نبوی ﷺ کے مراجع میں ان کی ذات معتبر ہے۔

اب ہم ان کی سیرت کے گلشن میں داخل ہوتے ہیں یہ جلیل القدر صحابیہ ان مسلمان خواتین میں سے ہیں جن کا تاریخ اسلامی میں بڑا حصہ ہے۔

---

[1] الاستیعاب (ص ۳۴۴) دیکھئے اسد الغابتہ ترجمہ (ع ۶۷۶۲)

ایک پاک باز پرورش کرنے والی خاتون...... کتاب سیرت نبویہ کے مصنف علامہ محمد بن اسحاق نے لکھاہے کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کا انتقال اس وقت ہوا جب آپ ﷺ اپنی والدہ کے بطن ہی میں تھے اور عبداللہ نے وراثت میں پانچ اونٹ، بکریوں کا ریوڑ، ایک تلوار، کچھ چاندی اور ایک باندی اُمّ ایمن برکتہ الحبشیتہ (جو ہمارے ان صفحات کی مہمان ہیں) چھوڑیں اور یہی اُمّ ایمن آنحضرت ﷺ کی پرورش کرتی رہیں اور آپ ﷺ انھیں امّی کہا کرتے۔[1]

نبی اکرم ﷺ نے بنی سعد میں دودھ پیا جب آپ کی عمر کا پانچواں سال تھا تو حلیمہ سعدیہ آنحضرت ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ آمنہ کے سپرد کر گئیں اور جب عمر کا چھٹا سال تھا... تو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ بنو نجار جو (عبدالمطلب جدامجد رسول ﷺ) کے ماموں تھے کی زیارت کے لئے مدینہ تشریف لے گئیں اور جب مکہ واپس ہورہی تھیں تو "ابواء"[2] کے مقام پر ان کا وقت اجل آپہنچا اور معصوم محمد ﷺ اپنی والدہ کی جدائی پر بیٹھے رونے لگے۔ اور اس واقعہ نے آپ کے دل پر گہرا اثر چھوڑا۔

اور آنحضرت ﷺ یہ بات ہجرت کے بعد جب آپ ﷺ وہاں سے گذرے تو یاد آئی... پھر آپ ﷺ نے محلہ بنو نجار کی طرف دیکھا تو فرمایا کہ یہاں میری والدہ مجھے لیکر آئی تھیں اور ابو عبداللہ کی قبر اس جگہ ہے اور بنو عدی بن نجار کے کنوئیں میں، میں نے اچھی تیراکی سیکھی۔[3]

اس دردناک واقعہ کے بعد اُمّ ایمن تاریخ کے صفحات پر نقش کر دینے والے کردار مین ظاہر ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے ساری بھلائیاں ان کے مقدّر میں لکھ دین انہوں نے آنحضرت ﷺ کا خیال رکھا اور پرورش کی اور اپنے آپ کو ان کی رعایت و عنایت کے لئے وقف کر دی اور اپنی شفقت سے آپ کو ڈھانپے رکھا جیسا کہ عبدالمطلب کی شفقت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دادا عبدالمطلب اور اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کی صورت میں آپ ﷺ کو والدین عطا فرمادیئے تھے۔ اور عبدالمطلب اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کو اکثر

---

[1] دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۱/ ۱۰۰) تہذیب الاسماء واللّغات (ص ۲/ ۳۵۷) انساب الاشراف (ص ۱/ ۹۶)

[2] دیکھئے شرح المواہب اللّدینہ للامام الزرقانی (ص ۱/ ۱۶۷) دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۱/ ۱۱۶)

[3] دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۱/ ۱۱۸) عیون الاثر (۱/ ۴۹) سیرت حلبیہ (ص ۱/ ۱۸۰)

یہ نصیحت کرتے کہ میرے اس بچے کی طرف سے غفلت نہ برتنا میں نے اسے بچوں کے ساتھ بیری کے درخت کے پاس دیکھا ہے۔ اہل کتاب کو امید ہے کہ میرا یہ بیٹا اس امت کا نبی بنے گا۔

اور عبد المطلب اپنے پوتے محمد کی بزرگی اور کرامت کو دیکھ کر پھولے نہ سماتے اور ان کے چچاؤں کو وصیت کرتے میرے بیٹے کو چھوڑو خدا کی قسم اس کی بڑی شان ہو گی۔

لیکن عبد المطلب کو جلد ہی اجل نے آن لیا لیکن وہ اپنے بیٹے ابو طالب کو یہ وصیت کر گئے کہ وہ محمد کی کفالت اور پرورش کرے اور آپ ﷺ دادا کی وفات سے بہت غمگین تھے اور ابھی تک آپ کمسن ہی تھے۔

آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کو اپنے دادا کی وفات یاد ہے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میری عمر اس وقت آٹھ سال تھی۔

اُمّ ایمن آنحضرت ﷺ کے اس رنج کو بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کو دیکھا تھا کہ وہ اپنے دادا کے سرہانے ان کی وفات پر رو رہے تھے۔ [۱]

بیشک تم مبارک ہو...... اُمّ ایمن نے آنحضرت ﷺ کی اچھی طرح پرورش کی جس طرح آنحضرت ﷺ کے چچا ابو طالب اور ان کی زوجہ فاطمہ بنت [۲] اسد ان کا خیال رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا خاص انعام واکرام اور برکت ان پر تھا کہ وہ جب صبح اٹھتے ابن عباس ﷺ راوی ہیں کہ ابو طالب کے بچے تو صبح پراگندہ بال اور آنکھوں میں چیپ لئے اٹھتے اور محمد ﷺ صبح بالوں میں تیل اور آنکھوں میں سرمہ لگے اٹھتے اور اسی لطف وکرم کے باعث ابو طالب ان سے انتہائی شدید محبت کرتے۔ [۳]

اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا اس برکت کی راوی ہیں۔ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی بھوک یا پیاس کی شکایت کرتے نہیں دیکھا۔ جب وہ صبح اٹھتے تو زمزم کا پانی پیتے اور کبھی تو ایسا ہوتا کہ ہم انہیں ناشتہ دیتے تو وہ فرماتے کہ مجھے خواہش نہیں، میرا پیٹ بھرا ہوا ہے۔ [۴]

اور ابو طالب اکثر نبی کریم ﷺ سے کہا کرتے کہ "تم یقیناً مبارک ہستی ہو۔" وہ

---

[۱] دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۱۱۹ / ۱) [۲] دیکھئے سیرت فاطمہ بنت اسد اسی کتاب میں۔

[۳] اس بارے میں البدایۃ والنہایۃ (ص ۲۸۲ / ۲) کا مطالعہ فرمائیں مزید شرح المواہب اللدینہ لزرقانی کا مطالعہ کریں (ص ۱۸۹ / ۱) [۴] دیکھئے دلائل النبوۃ للاصبہانی (ص ۱/۲۱۰ / ص ۲۱۱)

یہ برکات دیکھتے تھے اوران پاک اثرات کامشاہدہ کرتے جوان کے اہل وعیال پر تھے۔

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کی آزادی اور شادی...... نبی کریم ﷺ جوان ہوگئے اور اُمّ ایمن کو "امّاں جان" کہہ کر مخاطب فرماتے اور اُمّ ایمن خود آنحضرت ﷺ کے امور اور حالات کی دیکھ بھال کرتیں اور اچھی طرح پیش آتیں۔ جب آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو اُمّ ایمن کو آزاد کردیا اور ان سے عبید بن زید خزرجی نے شادی کرلی اور ان سے اولاد بھی ہوئی ان کے بیٹے کا ایمن تھا انہوں نے ہجرت بھی کی اور جہاد میں بھی شریک رہے اور یوم حنین میں شہید ہوئے، انہی کی کنیت اُمّ ایمن استعمال کرتی تھیں۔

نبی کریم ﷺ کا سلوک واحسان اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہمیشہ رہا بلکہ آپ ان کی زیارت کے لئے تشریف لاتے اور ان کی عزت وتوقیر فرماتے اور آپ جب اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کو دیکھتے تو فرماتے کہ یہ میرے گھر کے باقی لوگ ہیں اسی طرح آپ انہیں امّاں جان فرمایا کرتے۔

علامہ نوویؒ نے اپنی کتاب تہذیب الاسماء واللغات میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ

"یہ میری والدہ ماجدہ کے بعد میری ماں ہیں"

اور جب آنحضرت ﷺ کی بعثت ہوئی تو اُمّ ایمن پہلے اسلام لانے والوں اور محمد ﷺ کی رسالت کی تصدیق کرنے والوں میں آگے تھیں۔ ابن الاثیر جزریؒ نے اپنی بہترین کتاب اسد الغابتہ میں لکھا ہے کہ

اُمّ ایمن اوائل اسلام میں ایمان لائیں[۳] اور پہلے ہی دن سے اسلام کے ماننے والوں میں ان کا نام لیا جاتا ہے ان کے شوہر نے انہیں چھوڑ دیا اور اسلام لانے سے انکار کردیا اس طرح اسلام کے باعث ان میں جدائی ہوگئی۔

---

[۱] دیکھئے انساب الاشراف (ص ۷۱ / ۴)، سیرت حلبیہ (ص ۸۵ / ۱) المجتبیٰ لابن الجوزی (ص ۱۱۰)

[۲] دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۲۲۳ / ۸) سیر اعلام النبلاء (ص ۲۲۴) اور مزید دیکھئے الاصابتہ (ص ۴۱۵ / ۴)

[۳] اسد الغابتہ ترجمہ (۷۳۶۳)

حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ، حضرت زید بن حارثہ کی مالکن تھیں انہیں حکیم بن حزام[1] عکاظ بازار سے خرید کر لائے تھے نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے زیدؓ کو مانگ لیا اور زیدؓ نے آنحضرت ﷺ کے لئے گراں قدر خدمات سر انجام دیں تو آنحضرت ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا پھر ان کا نکاح اُمّ ایمنؓ سے کر دیا اور زید کے لئے جنت مقرر کر دی اور اُمّ ایمنؓ کی ان سے اولاد بھی ہوئی ان کا نام اسامہ تھا اور زید نے انہی کی کنیت اختیار کی[2] اور اسی وجہ سے اس خاندان کی، دور نبوت اور ابتداء اسلام میں ایک امتیازی شان رہی ہے۔

ہجرت مبارکہ......علامہ ابن الاثیرؒ نے لکھا ہے کہ اُمّ ایمن بہت پہلے اسلام لائیں اور حبشہ کی طرف ہجرت بھی کی پھر مدینہ کی طرف بھی ہجرت کی۔ اور مدینہ کی ہجرت میں ایک بہترین واقعہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ان پر خاص اکرام کا غماز ہے۔ ہم اسی کرامت مبارکہ کو سنتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس پاکباز متقی خاتون کو تحفۃً عنایت فرمائی۔

علامہ ابن سعدؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ

اُمّ ایمن جب ہجرت کیلئے عازم سفر ہوئیں اور مقام روحاء کے قریب پہنچیں تو ان کے پاس پانی ختم ہو گیا۔ یہ روزے سے بھی تھیں تو انہیں سخت پیاس لگی تو آسمان سے سفید رنگ کے ڈول میں ان کیلئے پانی لٹکایا گیا جس سے انہوں نے پانی پیا اور سیر ہو گئیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ مجھے اس واقعہ کے بعد سے پیاس نہیں لگی مجھے ہجرتوں کے دوران پیاس کا روزے سے مقابلہ کرنا پڑا لیکن اس واقعہ کے بعد مجھے پیاس نہیں لگی۔ میں گرم سے گرم دن میں روزے رکھا کرتی لیکن مجھے پیاس نہیں لگتی تھی۔[3]

---

[1] یہ ابو خالد حکیم بن حزام ہیں۔ جو بنو اسد سے تعلق رکھتے ہیں۔
عام الفیل سے تیرہ سال قبل کعبہ میں پیدا ہوئے فتح مکہ میں اسلام لائے۔ اور یوم بدر میں مشرکین کی طرف سے شریک تھے۔ یہ جب قسم کھاتے تو کہتے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے بدر میں قتل ہونے سے بچایا۔ ساٹھ سال جاہلیت اور ساٹھ سال اسلام میں گزارے بڑے عزت والے اور سخی فیاض شخص تھے ۵۴ھ میں مدینے میں فوت ہوئے۔ یہ حضرت خدیجہ کے بھائی کے بیٹے تھے اور زبیر بن عوام بن خویلد کے چچازاد بھائی تھے ان کے مناقب بہت ہیں۔ ان سے چالیس حدیثیں منقول ہیں۔ صحیحین میں چار متفق علیہ احادیث ہیں۔ (تہذیب الاسماء واللغات (ملخص)

[2] دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۴۵ / ۳) [3] طبقات ابن سعد (ص ۲۲۴ / ۸) سیر اعلام النبلاء (ص ۲۲۴ / ۲) الاصابۃ (ص ۴۱۵ / ۴) سیرت حلبیہ (ص ۸۵ / ۱)

یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عزت و اکرام تھا جو اس کی راہ میں اس کی رضاء حاصل کرنے کے دوران ہوا۔ اس لئے ابو نعیمؒ نے ان کی سیرت کے بیان میں لکھا ہے کہ

ان خواتین میں سے اُمّ ایمن ہیں جنہوں نے پیدل ہجرت کی، صبر سے روزے رکھے

اللہ کے سامنے آہ وزاری سے رونے والی خاتون جنہیں بغیر ساقی کے آسمان سے شربت پلایا گیا اور وہ ان کے لئے شفا اور کافی ہوا۔ [1]

ان کے جہاد کے احوال...... حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا میں وہ تمام صفات موجود تھیں جو کسی خاتون میں ہونی چاہئیں لیکن ان سب کے علاوہ ایک حیرت انگیز خوبی بھی تھی وہ جہاد میں شرکت تھی۔ انہوں نے اس معاملے میں اپنی عمر کی زیادتی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے جانثاروں کے ساتھ دشمن کو زیر کرنے میں حصہ لیا تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند اور کفر کا کلمہ زیر ہو۔ اور اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کے ان غزوات میں بڑے مشہور واقعات ہیں جن کو تاریخ نے چمکتے حروف سے لکھا ہے۔

اب ہم اُمّ ایمن کے کچھ جہادی واقعات جو ان کی شجاعت اور روشن کردار کے پہلوؤں کی وضاحت کریں بیان کریں گے۔

غزوۂ احد میں ان کا کردار...... غزوۂ احد میں اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا دوسری خواتین کے ساتھ جہاد کے لئے نکلیں اور ان کی ذمہ داری، زخمیوں کی مرہم پٹی، ان کی امداد، مجاہدین کو پانی پلانا وغیرہ تھی۔ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کیا ہے کہ "اُمّ ایمن زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔"

جس وقت یہ زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں ایک کافر حبان بن عرقہ نے انہیں تیر مارا یہ زمین پر گر گئیں تو وہ کافر بہت ہنسا یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ناگوار گذری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ابی وقاص کو ایک تیر دیا جس کی نوک نہیں تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] الحلیہ (ص ۶۷/۲)

فرمایا" تیر پھینکو!" انہوں نے تیر چلایا جو حبان کو لگا وہ زمین پر جا پڑا اور اس کی شرمگاہ تک کھل گئی پھر آنحضرت ﷺ ہنسے حتیٰ کہ آپ کے نوکیلے دانت ظاہر ہو گئے پھر فرمایا" کہ سعد نے اُمّ ایمن کا بدلہ لے لیا اللہ تیری دعا قبول کرے اور تیرے تیر کو ٹھیک نشانہ پر پر لگائے"۔[1]

یہ بہادر مجاہد پھر سے اپنی ذمہ داریوں میں لگ گئی اور ان کا یہ کردار ان کی بہادری اور حکومت کا غماز ہے اور جب بعض مسلمان شکست کھا کر لوٹنے لگے تو اُمّ ایمن ان کے چہروں پر مٹی پھینکتی اور بعض کو کہتیں۔ تو سوت لے چرخہ کات، تلوار پھینک دے"۔[2]

پھر وہاں سے نبی کریم ﷺ کے احوال کی خبر لینے اس طرف چل دیں اور ان کے ساتھ کچھ عورتیں اور بھی تھیں حتیٰ کہ آپ ﷺ کی خیریت کی خبر ملی تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

ان کا خیبر میں کردار...... غزوۂ خیبر میں اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کا جو کردار ہے وہ غزوۂ احد سے کم خطرناک نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیس خواتین خیبر کیلئے نکلیں ان میں اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا بھی تھیں اسی طرح اُمّ عمارہ، اور اُمّ علاء انصاریہ وغیرہ بھی تھیں۔[3] اس غزوہ میں ان کے صاحبزادے ایمن کسی وجہ سے پیچھے رہ گئے تو اُمّ ایمن نے انہیں بزدلی اور خوف پر عار دلائی۔ یہ یاد رہے کہ اُمّ ایمن کے صاحبزادے ایمن اسلام کے جاں نثار سپاہیوں میں سے تھے یہ اپنے گھوڑے کے بیمار ہونے کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اس بات کی طرف حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار میں ایمن رضی اللہ عنہ کا عذر بیان کرتے ہوئے اشارہ کیا ہے۔ ان اشعار میں وہ ایمن کی بہادری اور ان کے والدہ کے کردار اور شجاعت کا ذکر کرتے ہیں۔

---

[1] مغازی (ص ۲۴۱ / ۱) انساب الاشراف (ص ۳۲۰ / ۱)

[2] دیکھئے المغازی (ص ۲۷۸ / ۱) مزید دیکھئے انساب الاشراف (ص ۳۲۶ / ۱) دلائل النبوۃ للبیہقی (ص ۳۱۱ / ۳)

[3] دیکھئے المغازی (ص ۶۱۵ / ۲)

علی حین ان قالت لایمن امه
اس وقت ایمن کو اس کی ماں نے کہا

جبنت ولم تشهد خوارس خیبر
تو بزدل ہے اور خیبر کے بہادروں میں نہیں آتا

وایمن لم یجبنیٰ و لکنٰ مهره
حالانکہ ایمن بزدل نہیں ہوا لیکن اس کی سواری کو

اضر به شرب المدید المخمر
تکلیف ہوگئی تھی نشہ آور آٹا ملے پانی کے پینے سے

فلولا الذی قد کان من شان مهره
اگر اس کی سواری کی یہ حالت نہ ہوتی

لقاتل فیها فا رسا غیر اعسر
تو اس میں وہ الٹے ہاتھ سے نہ لڑنے والا شہسوار ہوتا

ولکنه قد صدّه فعل مهره
اور لیکن اس کو روک دیا اس کی سواری کے فعل نے

وما کان منه عنده غیر الیسر
اور اس کو اس کے علاوہ کوئی سواری میسر نہیں تھی[1]

وہاں نبی کریم ﷺ نے ام ایمن اور دوسری خواتین جوان کے ساتھ آئی تھیں کا

---

[1] پہلے دو شعر دیکھئے الاشتقاق (ص ۴۰ ۲) مزید دیکھئے دیوان حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (ص ۲۶۶۔۲۶۷)

بہت اکرام کیا۔ علامہ ابن اسحاقؒ نے لکھا ہے کہ

کہ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کچھ مسلمان خواتین بھی تھیں تو آنحضرت ﷺ نے انہیں انعام واکرام سے نوازا لیکن ان کا حصہ شمار نہیں کیا۔

غزوۂ موتہ اور حنین کی صابر خاتون...... سریہ موتہ میں رسول اللہ ﷺ کے محبوب ساتھی زید بن حارثہ سارے لشکر کے امیر بن کر گئے اور موتہ میں شہید ہو کر اپنے رب سے جا ملے اور ان کے ساتھ جعفر طیار اور عبد اللہ بن رواحہ ؓ بھی شہید ہوئے۔ اور نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو تینوں امراء کی شہادت کی خبر سنائی ان میں سے پہلے زید تھے اور اُمّ ایمن ؓ کو جب اپنے شوہر کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے اللہ پر معاملہ چھوڑ کر صبر کو اختیار کیا اور اپنے بیٹے اسامہ کو صبر کی تلقین کی اور اس میں ثابت قدمی اور بہادری کی روح کو اگایا تا کہ مشرکین سے اپنے والد کا انتقام لے سکے۔ اس تاریخی کردار میں اُمّ ایمن نے بہتر مثال قائم کی اور صبر اور تسلیم برضاء خداوندی کو اختیار کیا۔

پھر غزوۂ حنین کے موقع پر اُمّ ایمن دوسری خواتین کے ساتھ تشریف لے گئیں اور اس غزوہ میں اُمّ ایمن بہت سوں کو ساتھ لائی تھیں انہوں نے اپنے صاحبزادے اسامہ ؓ اور ایمن ؓ کو آنحضرت ﷺ کے دفاع کے لئے مقرر کر دیا اور خود زخمیوں کی تیمارداری میں مصروف ہوئیں جیسا کہ وہ زبان سے مسلمانوں کے لئے دعا اور اللہ تعالیٰ سے مدد کی طلب میں مصروف تھیں۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایمن ؓ (اُمّ ایمن کے صاحبزادے) ان چند افراد میں شامل تھے جو اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے اس دن آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت عباس، حضرت علی، ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب، ایمن بن عبید الخزرجی، اسامتہ بن زید، حضرت ابو بکر و عمر حارثہ بن نعمان، رضی اللہ عنھم وغیرہ موجود تھے۔

اس دن ایمن ؓ بن عبید نے شجاعت اور دفاع رسول ﷺ میں حیرت انگیز مثال قائم کی اور شہید ہو کر اپنے رب سے جا ملے۔ اور اُمّ ایمن ؓ نے صبر اختیار کیا اور

اپنے بیٹے کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول ﷺ کی خوشی کے لئے۔

اُمّ ایمن کا نبی کریم ﷺ کے ہاں مرتبہ...... اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی خدمت کرتیں اور آپ کا نہایت خیال رکھتیں اور یہ آنحضرت ﷺ کے نزدیک بڑے رتبہ کی مالک تھیں۔ نبی کریم ﷺ دنیا میں سب سے بڑے عارف تھے انہوں نے اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کے نفس کے خلوص اور پاکیزہ دل کو پہچان لیا تھا اسی لئے اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کو بڑا مرتبہ عنایت کیا گویا اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا بیت نبوت ہی سے تعلق رکھتی تھیں آنحضرت ﷺ نے انہیں ایک دن مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا! اپنے نقاب کو درست کرو۔" [1]

اور علامہ حلبی نے اپنی کتاب سیرت میں ایک مزیدار واقعہ نقل کیا ہے جو اُمّ ایمن کے لئے، آنحضرت ﷺ کے دل میں، مرتبہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ پانی پی رہے تھے جب پی چکے تو اُمّ ایمن نے انہیں کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بھی پانی پلائیے۔ تو میں نے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے یہ کہہ رہی ہو۔ تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کی بہت خدمت کی ہے۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ہاں یہ سچ کہتی ہیں اور پھر انہیں پانی پلایا۔ [2]

اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اُمّ ایمن کے مقام و مرتبہ کے بارے میں بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کی مزاج پُرسی کے لئے گیا، تو اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کو کھانا یا کوئی پینے کی چیز پیش کی۔ یا تو آنحضرت ﷺ کا روزہ تھا یا آپ کا جی نہیں چاہ رہا تھا، آپ نے نہ کھایا تو اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا لڑنے لگیں کہ کھاؤ [3] ایک روایت میں ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کو ازراہ طبع کہنے لگیں کہ کھاؤ [4] اور آنحضرت ﷺ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کے اس اقدام پر مسکراتے رہے۔

---

[1] دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۲۲۴)
[2] دیکھئے السیرت الحلبیہ (ص ۸۵ / ۱)
[3] دیکھئے سیرت حلبیہ (ص ۶۸ / ۲) صفۃ الصفوۃ (ص ۵۵ / ۲)
[4] الاصابۃ (ص ۴۱۶ / ۴)

اہم بات یہ ہے کہ اُمّ ایمن اپنی استطاعت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے اکرام میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتیں تھیں۔ مروی ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے آٹا چھان کر اس سے چپاتی بنائی اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ ہمارا خصوصی کھانا ہے جو ہم حبشہ میں کھایا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا آٹے میں دوبارہ ملاؤ پھر اسے گوندھو[۱]

اور اُمّ ایمن کے مرتبہ کے بارے میں آنحضرت ﷺ کے اہتمام کا ایک قصہ یہ ہے۔ بعض مؤرّخین لکھتے ہیں کہ۔

اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کا رنگ کالا تھا اور اسامہ بن زید بھی اپنی والدہ کے رنگ کے مشابہہ تھے لیکن زید بن حارثہ اسامہ کے والد کا رنگ صاف سفید تھا۔ اور اسی باعث منافقین اسامہ بن زید کی نسبت کہتے کہ یہ زید کا بیٹا نہیں اور نبی کریم ﷺ کو ان باتوں سے بڑی تکلیف پہنچتی اور چاہتے کہ حقیقت واضح ہو۔ شیخین راوی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آنحضرت ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ آج "مجزّز مدلجی" (ایک ماہر انساب شخص) میرے پاس آیا اور اس نے اسامہ اور زید کو دیکھا انہوں نے اپنے سر پر ایک چادر ڈالی ہوئی تھی اور صرف پاؤں نظر آرہے تھے تو اس نے کہا کہ یہ پاؤں ایک دوسرے کا حصہ ہیں۔ (یعنی ان کا نسب نسل ایک ہے[۲]

یہاں ایک قصہ اور بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جلیل القدر صحابیہ آنحضرت ﷺ کے دل میں کتنا بڑا مرتبہ رکھتیں اور اس سے فائدہ اٹھائی تھیں اور یہ قصہ آنحضرت ﷺ کی ان سے محبت پر بھی دلالت کرتا ہے اور اس قصے کے گواہ کی زبانی پر واقعہ سنئے!

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ نبی کریم ﷺ کو اپنے اموال سے اور باغات سے حسب توفیق کچھ عطیات دیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جب قریظہ اور تفسیر فتح

---

۱ دیکھئے حیات الصحابہ (ص ۲۷۳ / ۲) الحلیہ (ص ۶۸ / ۲)

۲ دیکھئے سیرت حلبیہ (ص ۸۶ / ۲) الاسماء المبہمۃ فی الانباء المحکمۃ (ص ۲۹۱)

مزید دیکھئے تہذیب الاسماء واللغات (ص ۸۳ / ۲) اور یہ مجزّز "کھوجی" تھے یہ پاؤں کے نشانات دیکھ کر اس شخص اور پاؤں میں مطابقت بتلاتے تھے اور یہ علم شدّت فراست اور قوت ملاحظہ پر مبنی ہوتا ہے۔

ہو گئے تو آپ ﷺ ہر ایک کو بدلے میں عطیات دینے لگے اور مجھے بھی میرے گھر والوں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ سے کچھ عطیات ہم بھی لیں گے اور اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا بھی آنحضرت ﷺ کو عطیات دینے والوں میں شامل تھیں وہ بھی آئیں۔ تو میں نے آنحضرت ﷺ سے کچھ مال ہدایا وغیرہ لے لئے تھے اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا آئیں تو انہوں نے میری گردن میں کپڑا ڈال دیا اور کہنے لگیں یہ تجھے لے جانے نہیں دوں گی حالانکہ وہ مجھے ملا تھا۔ تو آنحضرت ﷺ نے اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ "اے اُمّ ایمن چھوڑ دو اسے" اور یہ کہتیں کہ نہیں۔ حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ نے انہیں مجھ سے دس گنا زیادہ دیا۔ (ایک صحیح حدیث میں یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے خود کہا کہ میں دس گنا زیادہ لوں گی۔ [۱]

اس طرح اُمّ ایمن نے نے جب تک من چاہی چیز نہ لے لی، راضی نہ ہوئیں اور نبی کریم ﷺ نے ان کی خواہش کے مطابق انہیں عطا بھی فرمائی اور انہوں نے خوشی اور تکریم کو اس طرح حاصل کیا۔

نبی کریم ﷺ کی مسکراہٹیں...... نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ کبھی کبھی ان کے دلوں کو خوش کرنے کے لئے مزاح بھی فرمایا کرتے تھے اور ایسے ہی کچھ دلچسپ واقعات آپ کی مربّیہ اُمّ ایمن کے ساتھ بھی منقول ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ۔

یا رسول اللہ ﷺ! مجھے سواری عطا فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم آپ کو ایک اونٹنی کا بچہ دیں گے تو انہوں نے عرض کیا اونٹنی کا بچہ مجھے کیا سہارے گا۔ میں نہیں لونگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہم تو وہی دیں گے۔ آنحضرت ﷺ ان سے خوش طبعی فرما رہے تھے اور آپ ﷺ کے مذاق میں بھی سچ بات ہی ہوتی تھی اور سارے اونٹ کسی اونٹنی ہی کی اولاد تو ہیں۔ [۲]

نبی کریم ﷺ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کے معلّم...... نبی کریم ﷺ اُمّ ایمن کو حلال و حرام کے

---

[۱] بخاری کتاب المغازی۔ مسلم۔ کتاب الجہاد والسیر۔ دیکھئے تاریخ اسلام (ص ۴۴۴ / ۲) طبقات ابن سعد (ص ۲۲۵ / ۸) الاصابہ (ص ۴۱۶ / ۴) دلائل النبوۃ للبیہقی (ص ۲۸۸ / ۴)

[۲] طبقات ابن سعد (ص ۲۲۴ / ۸)

بعض امور سکھلایا کرتے اور کبھی کبھی دل چسپ توجیہہ کے ساتھ مسائل بتلاتے۔ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ

آنحضرت ﷺ نے مجھ کو فرمایا کہ مجھے مسجد سے چادر لادو" تو میں نے عرض کیا کہ میں حائضہ ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حیض تیرے ہاتھ میں تو نہیں۔[1] غالباً اس وقت حائضہ کے مسجد میں جانے کی ممانعت نہیں آئی تھی)

حضرت اُمّ ایمن کبھی کبھی بولنے میں ہلکلاتی تھیں تو آنحضرت ﷺ انہیں چپ رہنے کا حکم دیتے ایک مرتبہ آپ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سلام کیا تو سلام بجائے السلام علیکم کے بجائے، سلام لاعلیکم کی طرح منہ سے نکلا تو آنحضرت ﷺ نے ان کی سہولت کے لئے فرمایا کہ آپ صرف السلام کہا کریں۔

اس وقت اُمّ ایمن "سلام اللہ علیکم" کہنا چاہ رہی تھیں۔[2] تو آنحضرت ﷺ نے انہیں یہ سہولت عطا فرمادی کہ سلام اپنے صحیح صیغے کے ساتھ ادا ہو اور ایک جلیل القدر صحابیہ کی شخصیت مخدوش بھی نہ ہو۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ مشکل سے مشکل گھڑی میں بھی مسکراتے اور اپنی مربیّہ کی اصلاح فرماتے۔ غزوۂ حنین کے موقع پر جنگ کے ابتدائی معرکہ میں شدید گھمسان کی جنگ ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کا امتحان لیا اور مومنین پر سخت حالات آئے اور ان پر زمین گویا تنگ ہو گئی تھی بعض لوگ پیچھے ہٹ گئے اور بعض لوگ ثابت قدم رہے۔ ان لمحات میں رسول اللہ ﷺ لوگوں کو آواز دے کر متوجہ فرمارہے تھے۔ کہ

لوگو! میری طرف آؤ! میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں محمد بن عبد اللہ ہوں میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں میں عبد المطلب کی اولاد ہوں۔

اس موقع پر آپ ﷺ نے اپنی مربیّہ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کی آواز سنی وہ اپنی لکنت اور عجمیت کے ساتھ کہہ رہی تھیں۔ اللہ تمہارے قدم مضبوط (ثابت) رکھے اورث کے بجائے میں سے کہہ رہی تھیں تو آنحضرت ﷺ انہیں وہاں متنبہ فرمایا اور جنگ کی شدّت میں بھی اصلاح کرنا نہیں بھولے اور یہ کہ خوش طبعی کے ساتھ بات کریں

---

[1] دیکھئے الاصابۃ (ص ۴۱۶/ ۴) [2] دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۲۲۵/ ۲)

فرمایا، اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا چپ رہے آپ کی زبان مشکل اور لکنت آمیز ہے" [۱]

اُمّ ایمن اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا...... جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ بنی المصطلق سے واپس ہو رہے تھے تو واقعہ افک پیش آیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت نازل فرمائی۔ یہاں اُمّ ایمن آنحضرت ﷺ کا مضبوط سہارا تھیں۔ انہوں نے حضرت عائشہ کی بھلائی کی تصدیق کی۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ کون عورت ہے جو عائشہ کو اچھی طرح جانتی ہے۔ تو اُمّ ایمن نے جواب دیا میں اندھی بہری ہو جاؤں اگر عائشہ کے بارے سوائے بھلائی کے کوئی بات مجھے معلوم ہو یا میرے گمان میں بھی ہو۔ [۲]

اس طرح معزز مربیہ رسول نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاکیزہ عنصر اور تربیت نبوت کی بہترین تعبیر کی۔ اور رسول کریم ﷺ اور اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک مبارک مرتبے سے محظوظ ہوئیں۔

اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا اور بنات رسول ﷺ...... اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا، نبی کریم ﷺ کے گھر میں ہونے والے واقعات سے الگ نہیں رہتی تھیں وہ اپنے گھر کی طرح بیت رسول ﷺ کے معمولات میں اور ان کی خوشی و غم میں برابر کی شریک رہتیں۔ مثلاً حضرت فاطمہ بنت رسول ﷺ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کے دن سے ان کے معاملات میں معاون رہیں۔ اس طرح اسماء [۳] بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے معاملات میں بھی معاون

---

[۱] دیکھئے تاریخ اسلام ذھبی (ص ۴۹ / ۴) طبقات ابن سعد (ص ۲۲۵ / ۸)

[۲] دیکھئے المغازی (ص ۴۳۱ / ۲) دیکھئے حیاۃ الصحابہ (ص ۶۶۷ / ۷)

[۳] یہ اسماء بنت عمیس بن معد ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے دار الارقم میں داخل ہونے سے پہلے مکہ میں ہی اسلام لے آئی تھیں اور اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ ہجرت بھی کی ان سے ان کے تین بیٹے عبد اللہ، محمد، عون پیدا ہوئے۔ حضرت جعفر طیار موتہ میں شہید ہوئے تو ان کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح ہوا ان سے محمد بن ابی بکر کی ولادت ہوئی اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اور ان سے یحییٰ بن علی پیدا ہوئے۔ ان کا سسرال آنحضرت ﷺ، حمزہ رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ جیسے لوگوں پر مشتمل تھا۔

یہ سسرال کے اعتبار سے سب سے زیادہ معزز تھیں۔ ان کے فضائل بہت ہیں آنحضرت ﷺ سے ساٹھ احادیث روایت کرتی ہیں عظیم صحابیہ تھیں ان سے بڑے بڑے صحابہ اور تابعین روایت کرتے ہیں۔ (سیر اعلام النبلا۔ اسد الغابہ، تہذیب الاسماء واللغات۔ ملخص)

رہیں۔

جب زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو اُمّ ایمن غسل دینے والی خواتین میں شامل تھیں۔ اسی طرح حضرت سودہ اور حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بھی غسل دینے والیوں میں شامل تھیں۔ [۱]

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے حضرت اُمّ ایمن نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ان کے انتقال کے بعد مکہ میں انہیں غسل دیا تھا یہ ہجرت نبویہ سے پہلے کی بات ہے۔ [۲]

محبوب ﷺ کی جدائی...... صفر المصفر ۱۱ھ میں نبی کریم ﷺ نے ایک لشکر تیار کیا اور اس لشکر کا امیر سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بنایا اور انہیں حکم فرمایا کہ "اپنے گھوڑوں سے بلقاء کی سرحدوں کو روند دینا" یہ روم کو ڈرانے اور مسلمانوں کے دلوں میں پختگی اور ثابت قدمی کے لئے تھا۔ بعض لوگوں نے اسامہ کی نوعمری کی وجہ سے ان کی امارت پر چہ مگوئیاں کیں تو نبی حبیب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اگر تم اس نوجوان کی امارت پر طعن کرتے ہو تو اس سے پہلے بھی اس کے والد کی امارت پر اعتراض کر چکے ہو خدا کی قسم وہ امارت کا اہل تھا اور وہ مجھے دنیا میں عزیز ترین لوگوں میں سے تھا اور اب یہ (اسامہ) مجھے اس کے بعد بہت عزیز ہے۔ [۳]

لشکر تیار ہو کر مقام جرف میں پہنچ گیا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی شدید علالت کے باعث سب کو ڈھر کا لگا ہوا تھا اور امیر لشکر کی والدہ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا اپنی عادت اور معمول کے مطابق آنحضرت ﷺ کی تیمار داری میں لگی ہوئی تھیں انہوں نے کہا یا رسول اللہ اگر آپ اپنی صحت یابی تک لشکر کو روکے رکھیں تو بہتر ہو گا کیونکہ اگر اسامہ آپ کو اس حال میں چھوڑ کر جائے گا تو صحیح طور سے کام نہ کر سکے گا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "انہیں روانہ کر دو" اور پھر اسامہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر چل پڑو، حضرت اسامہ، آنحضرت ﷺ سے رخصت ہو کر سکر کی طرف جانے کے لئے سوار ہو ہی رہے تھے تو اتنے میں اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کا پیغام پہنچا کہ "آنحضرت ﷺ پر حالت نزع

---

[۱] دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۲۲۴ / ۸) انساب الاشراف (ص ۴۰۰ / ۱)

[۲] دیکھئے انساب الاشراف (اص ۴۰۶)

[۳] دیکھئے صحیح البخاری باب بعث النبی ﷺ اسامتہ

طاری ہو گئی ہے۔ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ پلٹ آئے اور ان کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو عبیدہ بھی تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک آپہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جان رفیق اعلیٰ کے سپرد کر دی۔ "صلی اللہ علیہ وسلم" آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے یہ گرانبار خبر لوگوں تک پہنچی مدینہ کی گلیوں اور فضا میں تاریکی سی چھا گئی، لوگوں کے دل شدّت غم سے پھٹنے لگے اور اُمّ ایمن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کھڑی رو رہی تھیں ان کی آنکھوں کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت آنے لگی۔ اور آپ کا بچپن، جوانی، رسالت کے دن آنکھوں میں پھرنے لگے ایک ہمدرد اور عزت دینے والی شخصیت یاد آنے لگی۔ انہوں نے آپ کی یاد میں یہ قصیدہ پڑھا۔

عین جودی فان بذلك للد مع شفاء فاكثری البكاء

آنکھ نے آنسو بہائے کہ ان آنسوؤں میں
شفا ہے اے آنکھ خوب رو۔

حين قالوا الرسول امسی فقيدا ميّتا كان ذاك كل البلاء

جب لوگوں نے کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جدا ہو گئے
رحلت کر گئے تو یہ سب سے بڑی مصیبت ہے۔

وابكيا خير من رزئناه فی الدنيا ومن خصه بوحی السماء
اے دونوں آنکھو! روؤ اس پر دنیا میں ہمیں
جس کی جدائی کی تکلیف ملی ہے
جو بہت اچھا تھا اور آسمانی وحی سے خاص تھا

بدموع غزيرة منك حتیٰ يقضی الله فيك خير القضاء

خوب آنسو بہاؤ یہاں تک کہ
اللہ تعالیٰ تیرے بارے میں کوئی اچھا فیصلہ کردے۔

فلقد کان ماعلمت وصولا ولقد جاء رحمة با لضیاء

میں جانتی ہوں وہ بہترین رفیق تھا
اور وہ روشنی کے ساتھ رحمت لایا تھا

ولقد کان بعد ذلك نورا وسراجا یضئی فی الظلماء

اور اس کے بعد وہ نور اور چراغ تھا
اندھیرے میں روشنی کرتا تھا

طیب العود والضریبة والمعادن والختم خاتم الانبیاء[1]
جس نے، عود، عادات، اور معاون کو خوشبو دی
اور وہ خاتم الانبیاءؑ تھا۔

معزز قارئین شاید حیران ہوں کہ ایک عجمی اور صاحب لکنت خاتون حکمت بھرے اشعار کہے۔ لیکن یہ بات عجیب نہیں اس لئے کہ یہ سچائی ایمان اور رسول اللہ ﷺ کی برکت ہے جس کے باعث اُمّ ایمن وہ کچھ سیکھ گئیں جو جانتی نہ تھیں۔

ایک دلچسپ اور مفید بات یہ ہے کہ اس مقام پر "ابن سید الناسؒ" نے اور شاعر صحابہ کی فہرست ذکر کی ہے جنھوں نے آنحضرت ﷺ کی مدح اور یاد میں اشعار کہے اور ان میں حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کا نام بھی ہے انہوں نے اس طویل قصیدے کے آخر میں یہ شعر ذکر کیا ہے۔

---

[1] دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۲۲۳ / ۲) کتاب منح المدح لابن سید الناس (ص ۳۴۷)
[2] کتاب منح المدح (ص ۳۳۵ / ۳۸)

ولام ایمن و ابنة العدوی عاتکة الرثاء فحبذا مغزا هما
اُمّ ایمن اور عدوی کی بیٹی عاتکہ کے قصیدے ہیں اور بہترین رجز ہیں

اسی طرح انہوں نے مزید خواتین نعت گو شاعرات کا ذکر بھی کیا ہے۔
اور جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت ہوئی تو لشکر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ ہوا اپنی مہم پوری کی اور کامیاب وکامران اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار واپس لوٹے اور مدینے میں داخل ہوئے تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ان کا بھرپور استقبال کیا، اور سب اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت پر مسرور ہوئے۔

اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کا مقام ومرتبہ...... حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا اپنی قدر ومنزلت کے ساتھ صحابہ کے دلوں میں گھر کر چکی تھیں خاص طور سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں، اور یہ اس لئے تھا کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ ہمیں اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کی اس طرح خبر گیری کرنی چاہئے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے، تو یہ دونوں حضرات ان کے ہاں پہنچے جب حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے انہیں دیکھا تو رونے لگیں، انہوں نے کہا کہ آپ کیوں رو رہی ہیں۔ کہنے لگیں کہ میں اس لئے نہیں رو رہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی خیر کی جگہ جانے کا مجھے معلوم نہیں بلکہ میں اس لئے رو رہی ہوں کہ آسمانی وحی آنا بند ہو گئی۔ اس پر ان دونوں حضرات پر بھی رقت طاری ہو گئی اور یہ بھی رونے لگے۔ [1]

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ میں اس لئے رو رہی ہوں کہ ہر دن رات آسمان سے ہمارے لئے نئی اور تر و تازہ حکمت بھری خبر (احکامات) آتی تھیں اب وہ سلسلہ منقطع ہوا اور اٹھ گیا، تو لوگ ان کی اس بات سے بڑے متعجب ہوئے۔ [2]

علامہ ابن الاثیرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] دیکھئے مسلم شریف فضائل الصحابۃ۔ صفۃ الصفوۃ (ص ۵۵ / ۲) مزید دیکھئے الاصابۃ (ص ۴۱۶ / ۴) المجتبیٰ لابن الجوزی (ص ۱۰۰)

[2] دیکھئے البدایۃ والنہایۃ (ص ۲۷۵ / ۵) انساب الاشراف (ص ۵۶۷ / ۱)

طرح خبر گیری کیا کرتے تھے۔

تو یہ بافضیلت مربیہ رسول ﷺ لوگوں کے دلوں پر راج کرتی رہی اور ان کا اور ان کی اولاد کا کردار لوگوں کے اذہان میں گردش کرتا رہا کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو بہت عزیز تھے۔ علامہ زہریؒ نے ایک عظیم قصہ نقل کیا ہے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید رضی اللہ عنہ کے غلام حرملہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ اچانک حجاج بن ایمن رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور انہوں نے نماز پڑھی اور رکوع و سجود صحیح طریقے سے ادا نہیں کیئے تو انہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بلایا اور فرمایا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ تم نے نماز صحیح ادا کی ہے۔ جاؤ نماز دہراؤ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ جب نماز پڑھ کر وہ چلے گئے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جانتے ہو کہ یہ کون تھے۔ تو میں نے کہا یہ حجاج بن ایمن ہیں اُمّ ایمن کے پوتے۔ تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں! اگر انہیں رسول اللہ ﷺ دیکھ لیتے تو انہیں عزیز رکھتے [۱]

مسلمہ بن محارب راوی ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسامہ بن زید کو کہا کہ اللہ اُمّ ایمن پر رحم فرمائے۔ گویا میری نظروں کے وہ سامنے ہیں ان کی پنڈلیاں شتر مرغ کی پنڈلیوں کی طرح ہیں تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ تو بخدا جناب ہند رضی اللہ عنہا [۲] سے بھی بہتر تھیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں اور ان سے زیادہ بافضیلت بھی تھیں۔ تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم میں بہتر شخص تم میں سے پرہیزگار شخص ہے۔ [۳]

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا احترام مدتوں گزرنے کے بعد بھی لوگوں کے دلوں میں جما ہوا تھا اور ان کا مرتبہ سب کے نزدیک مسلم تھا۔ ابن ابی الفرات جو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ منقول ہے کہ ان کی ایک مرتبہ حسن بن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے تلخ کلامی ہو گئی تو ابن ابی الفرات نے انہیں "اے ابن برکہ" کہہ کر مخاطب کیا اس کی مراد اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا تھیں، تو حسن بن اسامہ رضی اللہ عنہ نے پکارا کہ لوگو! گواہ رہنا اور معاملہ، مدینہ کے قاضی ابوبکر بن محمد ابن حزم کی عدالت میں جا پہنچا جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کے

---

[۱] دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۲۲۶ / ۲) [۲] حضرت معاویہ کی والدہ کا نام ہے۔
[۳] دیکھئے انساب الاشراف (ص ۴۷۵ / ۱)

قاضی تھے، انہیں قصہ گوش گزار کیا گیا تو ابن حزمؒ نے کہا کہ تم نے ابن بڑکتہ کہنے سے کیا مراد لی تھی۔ اس نے کہا کہ میں نے ان کا نام لیا تھا۔ ابن حزمؒ نے کہا کہ نہیں تم نے اس تحقیری الفاظ سے انہیں مراد لیا ہے حالانکہ اسلام میں ان کا کردار اہم کردار ہے اور رسول اللہ ﷺ انہیں "اماں جان" کہہ کر مخاطب فرماتے تھے اور کبھی اُمّ ایمن کہہ کر مخاطب فرماتے اور تو نے اسے "ابن برکتہ" کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ اس جرم میں اگر میں تجھے قتل کر دوں تو خدا تعالیٰ مجھ سے مواخذہ نہیں کرے گا۔" اس کے بعد اسے ستّر کوڑے لگوائے۔"[۱]

اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کی اولاد ہونے وغیرہ نبی کریم ﷺ کی نسبت سے "بنو الحب" یعنی "محبت کے بیٹے" کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کی وفات آنحضرت ﷺ کے پانچ ماہ بعد ہوئی اور ان کی وفات کا دن بڑا مشہور ہے۔[۲]

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کو جنت کی بشارت...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے مومنین اور مومنات سے وعدہ کیا ہے ایسی جنتوں کا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جنت عدن میں پاکیزہ گھر ہیں۔ اور اللہ سے حاصل ہونے والی رضا بڑی ہے یہ بہت بڑی کامیابی ہے سورۃ التوبہ (آیت نمبر ۷۲)

اُمّ ایمن، رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کا حصہ تھیں اور بھلائی کی طرف آنے والی بافضیلت صحابیہ تھیں۔ یہ صحابیہ دور نبوت میں پاکیزگی کا نمونہ تھیں اور ان خواتین میں سے تھیں جن سے آپ ﷺ وفات کے وقت راضی تھے۔

یہ وہ پاکباز مبارک خاتون ہیں جنھوں نے راستے کی مشکلات کے باوجود پہلی ہجرت کی اور مقام مطلوب تک جا پہنچیں، اور اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے جنت کی بشارت، ان کی طہارت قلب اور نیت کے خلوص کے باعث پائی۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے انہیں

---

[۱] طبقات ابن سعد (ص ۲۲۶ / ۸)

[۲] دیکھئے تہذیب الاسماء واللغات (۲ص ۳۵۸) تاریخ اسلام ذھبیؒ (ص ۴۹ / ۳) اسد الغابتہ (ترجمہ ۷۳۶۳)

جنت کی بشارت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا اور ان سے شادی کرنے والے شخص کے لئے بھی جنت کی بشارت دی۔

اس بشارت کا واقعہ فضیل بن مرزوق نے سفیان بن عقبہ سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ سے اچھا سلوک کرتیں ان کا خیال رکھتیں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

جسے یہ بات پسند ہو کہ وہ اہل جنت میں سے کسی عورت سے شادی کرے تو وہ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلے۔ [1]

وہ کہتے ہیں کہ ان سے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے شادی کرلی اور یہ زید بڑے صحابہ میں سے تھے آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ غلام اور سب سے زیادہ عزیز تھے انہوں نے جب نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد سنا تو جلد ہی اُمّ ایمن سے نکاح کیا۔ ان سے ان کے بیٹے اسامہ پیدا ہوئے جنہیں محبوب کہا جاتا تھا اور اس کا مطلب سب کو ہی معلوم ہے۔

تو یہ تھیں اُمّ ایمن برکتہ بنت ثعلبہ۔ اور ان کے لئے برکت کو اتنا ہی کافی ہے کہ آنحضرت ﷺ سے جو اعزاز اور عزت آپ کو حاصل ہوئی اور ان کو جزاء میں وہ جزاء خیر جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی یعنی جنت، کافی ہے۔

معزز قارئین !اتنی گفتگو کے بعد اُمّ ایمن کی مزید سیرت بیان کرنے کی ضرورت تو نہیں لیکن یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا سے پانچ احادیث مروی ہیں اور خود ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حنش بن عبد اللہ الصعانی اور ابو یزید المدنی نے روایات لی ہیں۔ [2]

اور مزید یہ کہ اُمّ ایمن کو "اُمّ الظباء" (ہرن کی ماں) بھی کہا جاتا تھا اور اس نام میں ان کی مدح واضح ہے۔

اللہ تعالیٰ اُمّ ایمن پر رحم فرماتے ان سے راضی ہو اور انہیں بھی راضی کرے اور آخر میں ہم اللہ تعالیٰ یہ پاک ارشاد تلاوت کرتے ہیں۔

۱؎ دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۲۲۴ / ۸) الاصابۃ (ص ۴۱۶ / ۴) دیکھئے انساب الاشراف (ص ۴۷۲ / ۱)

۲؎ دیکھئے تہذیب التہذیب (ص ۴۵۹ / ۲)

۳؎ دیکھئے الاصابتہ (ص ۴۱۵ / ۴) اسد الغابتہ ترجمہ (۶۷۶۲)

ان المتقین فی جنت و نهر فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر

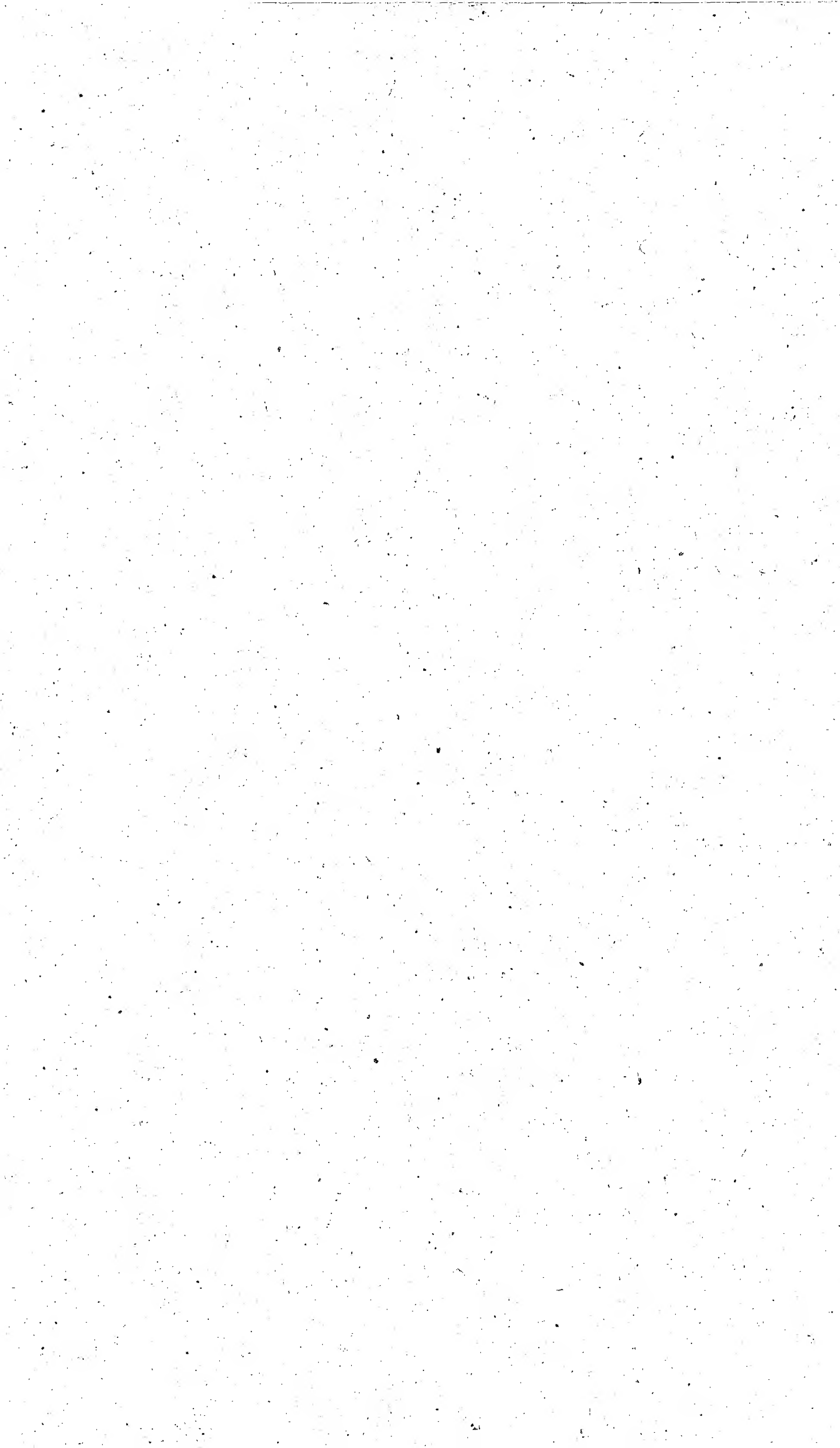
بے شک پرہیزگار لوگ جنتوں اور باغوں میں ہوں گے بہترین مقام پر طاقتور بادشاہ کے ہاں (سورۃ القمر آیت نمبر ۵۵)

الربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے کوئی بھی
آگ میں داخل نہیں ہوگا (حدیث شریف)

نبی کریم ﷺ نے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا۔

"مجھے وضو کراؤ"



ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ایک محسنہ کی ابتداء......ایمان، اللہ تعالیٰ کا تحفہ ہے اور وہ جسے چاہے نوازتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اہل مدینہ پر خیر نازل فرمائیں، یہ وہ اہل مدینہ ہیں جنوں نے اسلام کی دعوت پر لبیک کہا اور پھر ان میں سے اور مہاجرین میں سے ایک بہترین جماعت تیار ہو گئی جس کی نشو ونما طبیعت سلیمہ پر تقویٰ کی بنیاد پر ہوئی۔ جس طرح بلند و بالا پاکیزہ درخت جس کی جڑیں گہری ہوتی ہیں کی نشو و نما ہوتی ہے۔

یہ نایاب جماعت جسے اللہ کی خاص عنایت حاصل ہوئی اور صبر و ایمان سے مشرف ہوئے تاکہ زمین اللہ کی مشیت متحقق ہو۔ تو یہ بہترین امت بن گئی جسے لوگوں کے لئے نکالا گیا تاکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں۔

مدینہ منورہ شہر میں اس یکتائے زمانہ جماعت میں ایک جلیل القدر صحابیہ [1] ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے بھی نشو و نما حاصل کی، جو انصاری خواتین میں سے اسلام کی طرف پہلے آنے والی خواتین مین شامل تھیں اور اسلام میں اپنی جداگانہ شان کے باعث شہرت حاصل کرنے والی، اور جن خواتین کی اسلام نے بہترین تربیت کی ان میں شامل تھیں، انہوں نے عطائے الٰہی کا حق ادا کیا اور جہاد، اشاعت علم اور فضائل اور تمام بھلائی کے کاموں میں شریک رہیں۔

شجرۂ طیبہ......حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا ان صحابیات میں سے ہیں جنھوں نے اسلام کے سائے ہی میں زندگی گزاری اور اسلام کے مبارک پھلدار جھکے ہوئے درخت سے خوب پھل حاصل کیے۔ ان کے والد غزوۂ بدر کے عظیم مجاہد، معوذ بن عفراء انصاری تھے۔ بدریین کے لئے جنت کی بشارت آچکی تھی۔ [2]

بدر کے دن "عفراء" کی اولاد کی عجیب شان تھی اور انہوں نے اس موقع پر بڑے مبارک نقوش چھوڑے۔

---

[1] دیکھئے تہذیب التہذیب (ص ۴۱۸ / ۱۲) [2] دیکھئے بخاری (ص ۹۹ / ۵) باب فضل من شھد بدراً

جب ابوولید عتبہ بن ربیعہ نے اپنے بیٹے ولید اور بھائی شیبہ کے ساتھ میدان میں نکل کر مسلمانوں کو مقابلے کے لئے للکارا تو مسلمانوں کی صفوں سے تین نوجوان سگے بھائی، معاذ، معوذ، اور عوف بن عفراء مقابلے کے لئے نکلے۔ تو عتبہ وغیرہ نے پوچھا کہ کون ہو تم۔ انہوں نے جواب دیا انصار کے جوان ہیں۔ توانہوں نے کہا ہمیں تم سے کوئی سروکار نہیں۔ اتنے میں آنحضرت ﷺ نے انہیں آواز دے کر فرمایا کہ تم اپنی صف میں واپس آجاؤ اور ان کے مقابلے میں ان کے رشتہ دار آجائیں۔ تو پھر مقابلے کے لئے ، سیدنا حمزہ بن عبد المطلب ، علی ابن ابی طالب ، اور عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم نکلے اللہ نے ان کی مدد کی اور ائمہ کفر مارے گئے۔

معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے سردار کفر اور فرعون الامتہ ابوجہل بن ہشام کی بیخ کنی میں بھی شرکت کی۔ علامہ ابن قدامہ المقدسی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت معوذ رضی اللہ عنہ اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ بدر میں شریک ہوئے اور ابوجہل کو قتل کیا اور پھر مزید قتال میں شریک رہے حتی کہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ [1]

اور اسی لئے آنحضرت ﷺ نے اولاد عفراء کے لئے رحمت کی دعا فرمائی فرمایا۔

اللہ تعالیٰ عفراء کے دونوں بیٹوں پر رحمت نازل فرمائے جو اس امت کے فرعون اور ائمہ کفر کے سردار کے قتل میں شریک ہوئے۔ کہا گیا کہ ان کے ساتھ قتل میں کون شریک تھا یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا کہ ملائکہ !اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن کاٹی [2]

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ معوذ بن عفراء کو بدر سے پہلے ایک عظیم شرف حاصل تھا وہ یہ کہ وہ لیلۂ عقبہ کے ستر شرکاء میں اپنے بھائی معاذ اور عوف کے ساتھ شریک تھے۔ [3]

عفراء کے ان بیٹوں نے "بدر" میں بڑا مبارک اور اچھا نقش چھوڑا اور مشرکین کے دل میں اس دن حسرت ویاس بٹھادی۔ اور اس بات کی طرف ہند بنت عتبہ کے اشعار سے اشارہ ملتا ہے جو اس نے "مقتولین بدر" پر مرثیہ کے طور پر کہے تھے۔

---

[1] الاستبصار (ص ٦٦) [2] دیکھئے سیرت حلبیہ (ص ۲۲۳۔۲۲۴) عیون الاثر (ص ۳۱۵/ ۱)
[3] دیکھئے البدایۃ والنہایۃ (ص ۱۱۶/ ۳)

لن یزال المصاب قلبی کیئباً
نزدیک سے میرے دل پہ لگنے والی چوٹ ہمیشہ رہے گی
مسعر الحرب من بنی عفراء
جو بنی عفراء کی سلگائی ہوئی جنگ کی آگ سے لگی۔

اور ربیع کے شوہر مہاجرین زعماء میں سے تھے ان کا نام ایاس ابن البکیر اللیثی تھا اور ان سے ایک بیٹا محمد بن ایاس پیدا ہوا۔

ربیع بنت معوذ اس عظیم شرف پر جو ان کے خاندان کو مطلع نور مدینہ منورہ میں حاصل ہوا تھا، ناز کیا کرتی تھیں اور یہ ان خواتین میں سے تھیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ سے بڑے فضائل حاصل کئے۔ اور ان کے فخر و شرف کیلئے یہی بات کافی تھی کہ نبی کریم ﷺ ان کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کے ہدیہ کو قبول فرماتے ہیں۔

حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کے مناقب...... اس معزز صحابیہ کے عظیم مناقب ہیں جن سے یہ، خواتین اسلام خصوصاً انصاری خواتین میں بلند مقام پر فائز ہو گئیں، اور ایک ایسی منقبت بھی تھی جس کو ربیع نے خود ذکر کیا ہے اور جس نے انہیں زندگی کے حیرت انگیز جہاں میں پہنچا دیا تھا۔ اور یہ منقبت، اور کچھ نہیں، نبی کریم ﷺ کی ان کی شادی والے دن ان کے پاس تشریف آوری تھی اور ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا اس تشریف آوری کے خیال کو ہمیشہ ملحوظ رکھتیں اور اسی کی برکت پوری زندگی محسوس کرتی رہیں۔

امام ذھبیؒ نے آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری اور اس کا سبب ذکر کیا ہے کہتے ہیں کہ، آنحضرت ﷺ ان کی شادی والے دن، ان کی صلہ رحمی کے لئے ان کے ہاں تشریف لے گئے تھے۔ [1]

اس زیارت مبارکہ کے قصہ کو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں اپنی سند سے خالد بن ذکوان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ

ان سے ربیع بنت معوذ بن عفراء نے فرمایا کہ جب میری رخصتی ہوئی تو نبی

---

[1] سیر اعلام النبلاء (ص ۱۹۸ / ۳)

کریم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اور میرے بستر پر تشریف فرما ہوئے بالکل اس طرح جیسے تم بیٹھے ہو اور اور چھوٹی بچیاں دف بجا کر گا رہی تھیں اور میرے آباؤ اجداد کے ، بدر کے قصہ کو دہرا رہی تھیں کہ اچانک ایک لڑکی نے کہا کہ ہمارے درمیان ایسے نبی موجود ہیں جو آنے والے کل کی بات بھی جانتے ہیں۔

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا

اس کو چھوڑو اور وہی بات کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں [1]

یہاں یہ بات فائدہ سے خالی نہ ہوگی کہ نبی کریم ﷺ ، معلّم اور مربیؔ تھے اور انہوں نے ان دو بچیوں کی اس بات کہ "نبی کریم ﷺ غیب جانتے ہیں" پر نکیر فرمائی۔ اس لئے کہ علم غیب ان صفات میں سے ہے جنہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے صرف اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ جو باتیں بتلایا کرتے تھے وہ اللہ انہیں بتلا دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے "اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے جس سے وہ راضی ہو رسولوں میں سے (سورۃ الجن آیت (نمبر ۲۵۔ ۲۶) تو اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ان بچوں کو وہ جملہ کہنے سے روک دیا۔

ہدیہ اور اکرام...... لوگوں میں اچھی صفت ہے اور جو کچھ لوگ مال خرچ کرتے ہیں وہ ان کا ایمانی سرمایہ ہے جو انہیں اس دن ملے گا جب لوگ سرمائے کے محتاج ہوں گے اور انصار تو جو دو سخاوت سے متصف تھے وہ نبی کریم ﷺ کو تحفے بھیجا کرتے اور آنحضرت ﷺ کی پسندیدہ چیزیں بھیجتے تاکہ آپ ﷺ دل میں خوشی محسوس کریں۔

سخی صحابیہ ، ربیع بنت معوذ ؓ ، نبی کریم ﷺ کو تحفے بھیجا کرتیں اور جو کھانا آنحضرت ﷺ کو پسند ہوتا وہ بھیجتیں۔ خود حضرت ربیع ؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں معوذ بن عفراء ؓ نے میرے ہاتھ ایک صاع کھجور بھیجیں اور ان پر تھوڑی سی ککڑیاں بھی تھیں اور نبی کریم ﷺ کو ککڑیاں پسند تھیں ، اور

---

[1] بخاری کتاب النکاح (ص ۲۵ / ۷) مزید دیکھئے تہذیب الاسماء واللغات (ص ۳۴۳ / ۲) الاصابۃ (ص ۲۹۳ / ۴)

بحرین سے وہاں کچھ زیور آیا ہوا تھا تو آنحضرت ﷺ نے اس سے ہاتھ بھرا اور مجھے دے دیا اور دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے دونوں ہاتھ بھر کر زیور دیا اور مسند احمد میں اتنی بات زیادہ لکھی ہے کہ اور فرمایا کہ اس زیور کو پہن لینا۔[1]

اور نبی کریم ﷺ نے ربیع کا ہدیہ قبول فرمایا اور ان کی قدر کو جانتے تھے اسی لئے اس سے زیادہ بہتر چیز عطا فرمادی۔ نبی کریم ﷺ انسانوں میں سب سے زیادہ سخی تھے ، فقر و فاقہ سے نہ ڈرنے والے کی طرح عطا دیتے تھے۔

اور موسیٰ بن ہارون الحمال نے ہماری ان صفحات کی مہمان حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کے لئے لکھا ہے کہ الربیع بنت معوذ بن عفراء صحابیۂ رسول ﷺ ہیں اور ان کا بلند مرتبہ ہے۔[2]

حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کا علم اور تفقہ ...... حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں اور آنحضرت ﷺ سے بیعت کی اور چشمۂ فیض نبوی سے سیراب ہوئیں اور نزدیک سے اسلام کے کئی احکام سیکھے اور نبی کریم ﷺ بھی ان کے گھر آتے جاتے اور وضو کر کے وہیں نماز بھی پڑھتے اور ان کے ہاں کھانا بھی نوش فرماتے۔

حضرت ربیع رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی زیارت کے لئے آنے سے برکت محسوس کرتیں اور آنحضرت ﷺ سے امور دین اور فقہی احکام سیکھا کرتیں۔ اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے مسلمان ان کی قدر پہچانتے اور انہیں بڑا مانتے تھے اور بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ، ربیع رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور ان سے نبی کریم ﷺ کے مشاہدے اور ان ﷺ سے سنی ہوئی باتیں دریافت فرماتے۔

مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لائے اور ان سے آنحضرت ﷺ کے[3] وضو کی بابت دریافت فرمایا، تو اس طرح حضرت ربیع رضی اللہ عنہا ، نبی کریم ﷺ کے وضو کے طریقے کی راویہ کے طور پر مشہور ہو گئیں امام ابو داؤدؒ نے اپنی سنن میں محمد بن عقیل کے حوالے سے حضرت ربیع رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی

---

[1] مجمع الزوائد (ص ۱۳ / ۹) الاستبصار (ص ۶۶)

[2] الاستیعاب (ص ۳۰۲ / ۴) [3] الاستبصار (ص ۶۶)

ہے۔ فرماتی ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لاتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں ارشاد فرمایا کہ میرے لئے وضو کا پانی ڈالو (یعنی مجھے وضو کراؤ) تو ربیع رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کا وضو نقل کیا ہے کہ پہلے تین مرتبہ دونوں ہاتھ ہتھیلوں تک دھوئے اور چہرہ تین دفعہ دھویا اور کلی اور ناک میں ایک ایک مرتبہ پانی ڈالا اور ہاتھوں کو تین دفعہ دھویا اور اپنے سر پر دو مرتبہ مسح فرمایا کہ پچھلی طرف سے پھر اگلی طرف سے اور دونوں کانوں کا اندر باہر سے مسح فرمایا۔ اور دونوں پاؤں تین تین دفعہ دھوئے [1]

اور اس طرح حضرت ربیع رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے وضو کی تصویر بیان کی ہے گویا وہ انہیں دیکھ رہی ہو۔ تو موصوف (رسول اللہ ﷺ) اور وصف دونوں بہترین ہیں۔

اگر تم انہیں دیکھ لیتے!...... اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کو بڑی عقل اور شعور عطا فرمایا تھا تو وہ انتہائی حافظہ والی، اور ذہین تھیں، انہوں نے نبی کریم ﷺ کا بڑے خوبصورت انداز سے حلیہ مبارک بیان کیا ہے۔ اور اس بات پر ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر کی روایت دلالت کرتی ہے کہتے ہیں کہ

میں نے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کریں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ، بیٹا! اگر تم انہیں دیکھ لیتے تو محسوس کرتے کہ سورج نکلا ہوا ہے۔" [2]

بیان کا یہ انداز کتنا بلند ہے اور موصوف خود کتنی معزز شخصیت ہیں، حضرت ربیع رضی اللہ عنہا یہ چاہتی تھیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک، اور بہترین الفاظ اور خوبصورت پیرائے میں بیان کریں، تو وہ تو ایک سورج کی طرح تھے جو ہر چیز کو روشن کرتا ہے بلکہ آنحضرت ﷺ ایسے فضائل والی شخصیت ہیں کہ بشر کے لئے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں جس طرح آنحضرت ﷺ کی صفات ایک جملہ میں بیان نہیں کی جا سکتیں۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے

---

[1] دیکھئے سنن ابی داؤد (ص ۲۰/۱) باب صفۃ وضوء النبی ﷺ

[2] دیکھئے دلائل النبوۃ للاصبہانی (ص ۷۷۵/۲) اسد الغابۃ ترجمہ نمبر ۶۹۱۰
مزید دیکھئے دلائل النبوۃ للبیہقی (ص ۲۰۰/۱)

آنحضرت ﷺ کی توصیف بیان کی تو فرمایا۔

خدا کی قسم آپ ﷺ بالکل اس طرح تھے جیسا کہ شاعر اسلام حسانؓ بن ثابت نے کہا۔

متی یبد فی الداجی البھیم جبینه

جب انتہائی اندھیرے میں آپ ﷺ کی جبین ناز ظاہر ہوتی ہے

یلح مثل مصباح الدجی المتوقد

تو وہ اندھیرے میں روشن چراغ کی طرح چمکتی ہے۔

فمن کان اومن قد یکون کاحمد

تو جو کوئی تھا یا کوئی ہوگا احمد ﷺ کی طرح

نظام لحق او نکال لملحد(۱)

یہ نظام حق کیلئے ہوگا یا ملحد کے لئے، عذاب کے واسطے ہوگا

حضرت ربیع بنت معوذؓ کی جہاد میں شرکت...... جلیل القدر صحابیہ ربیع بنت معوذ نے اسلام کی نصرت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور انہوں نے میدان جہاد میں بھی بڑا فعال کردار ادا کیا اور ساتھ ساتھ عورتوں کی مقرر شدہ شرعی حدود کی رعایت بھی رکھی۔ عورتیں نبی کریم ﷺ کے ساتھ جنگوں میں شریک ہوئیں اور مریضوں کو اور زخمیوں کو پانی پلانے اور مرہم پٹی کے فرائض سرانجام دیتیں۔

طبرانی میں مشہور صحابیہ اُمّ سلیم بنت ملحانؓ سے منقول ہے وہ فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ کے ساتھ انصار کی خواتین بھی جنگ کے میدان میں جاتیں اور پیاسوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں۔

یہ روایت امام بخاری کی اس حدیث کے موافق ہے جو انہوں نے خالد بن

۱۔ دیکھئے کتاب منح المدح لابن سید الناس (ص ۷۲) دیوان حسان بن ثابت (ص ۳۸۰)

ذکوان کے حوالے سے حضرت ربیع رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے۔ وہ فرماتی ہے کہ
ہم عورتیں، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتی تھیں اور اپنی قوم (مسلمانوں) کو پانی پلایا کرتیں اور ان کی خدمت کرتیں۔ مقتولین اور زخمیوں کو مدینے واپس بھجواتیں۔

اور جب ہجرت کے چھٹے سال "بیعت رضوان" پیش آئی تو حضرت ربیع رضی اللہ عنہا ان صحابیات میں شامل تھیں جنہوں نے درخت کے نیچے آنحضرت ﷺ سے بیعت کی، تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرلی اور اس بیعت کے نتیجے میں کامیاب ہونے والوں کے ساتھ کامیاب قرار پائیں۔

<u>میں اس "غلام" کے قاتل کی بیٹی ہوں</u>...... صحابیہ رسول ﷺ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ان کے جود وسخا اور بہادری اور شرف کے ایسا مواقع موجود ہیں جو ان کے، تعلق مع اللہ، اور اسلام سے شدید محبت کے غماز ہیں۔ اور ان کی یہ محبت ہر چیز سے فائق تھی۔ اور آنے والے ایک واقعہ میں جو خود ربیع اپنے بارے میں بتاتی ہیں اور اصحاب سیر وسوانح نگاروں سے ان سے نقل کیا ہے، سے نبی کریم ﷺ کے سایہ شفقت میں رہنے والی اس صحابیہؓ کے بارے میں حیرت انگیز باتیں ملتی ہیں اور ان کی "دنیا اور متاع دنیا" سے دوری ظاہر ہوتی ہے۔ وہ خود بیان کرتی ہیں۔ کہ

اسماء بنت مخربہ، مدینہ میں عطر بیچا کرتی تھیں وہ ابو ربیعہ مخزومی کے دو بیٹوں عیاش اور عبداللہ کی ماں تھی، وہ ایک مرتبہ حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کے ہاں آئی اور اس کے پاس عطر بھی تھے تو عورتوں نے اس سے عطر کے بھاؤ وغیرہ پوچھے اور ربیع رضی اللہ عنہا کا تعارف بھی کرلیا تو اسماء نے کہا تو اس سردار کے قاتل کی بیٹی ہے۔ اس کی مراد "ابو جہل" سے تھی تو حضر ربیع رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ میں اس "غلام" کے قاتل کی بیٹی ہوں (یعنی غیرت میں آکر ابو جہل کو سردار کہنا برداشت نہ کیا) تو اسماء بولی کہ مجھ پر حرام ہے کہ میں اپنا عطر تجھے بیچوں، اور حضرت ربیع رضی اللہ عنہا نے بھی فوراً کہا کہ مجھ پر حرام ہے کہ میں تجھ سے کچھ خریدوں ہم نے تیرے عطر سے زیادہ بدبودار عطر کہیں نہیں دیکھا۔ اور یہ کہہ کر وہاں سے اٹھ گئیں۔ حضرت ربیع فرماتی ہیں کہ میں نے

"بدبو" والی بات اسے غصہ دلانے کے لئے کہی تھی [1]

سب چیزیں تمہاری ہیں ...... عام طور سے ازدواجی زندگی دل ہلا دینے والی پریشانیوں، تھکاوٹ اور مشکلات پر محیط ہوتی ہے اور کبھی کبھی زندگی کی گاڑی چلنا مشکل ہو جاتی ہے تو میاں بیوی میں جدائی بھی ہو جاتی ہے۔ اور یہی بات حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کو بھی پیش آئی۔ ان کے شوہر ایاس بن کبیر تھے جب ان کے ساتھ چلنا مشکل ہو گیا تو انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ وہ ان کی مشکل کو حل کریں اور ہم یہی بات صاحب واقعہ یعنی حضرت ربیع رضی اللہ عنہا سے سنتے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ

میرے اور میرے چچازاد (یعنی شوہر) میں کچھ اختلاف ہو گیا تو میں نے انہیں کہا کہ سب چیزیں تمہاری ہیں تم مجھے چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے میں نے چھوڑ دیا، وہ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم! اس نے سب کچھ مجھ سے لے لیا حتیٰ کہ بستر بھی لے لیا۔ تو میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور ان سے سب واقعہ ذکر کیا۔ وہ اس وقت محصور تھے [2] انہوں نے فرمایا کہ شرط سب سے زیادہ مالک ہے اس لئے تم (ایاس) اس (ربیع) کی ہر چیز لے سکتے ہو حتیٰ کہ اس کی چٹیا بھی اگر لینا چاہو تو لے سکتے ہو۔ [3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ربیع رضی اللہ عنہا سے ان کے شوہر الیس سے خلع لینے کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے بارے میں استفسار کیا تھا۔

حضرت ربیع رضی اللہ عنہا ایک راویہ اور محدثہ ...... حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا ان خواتین میں سے تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے صحابیت نبوی اور شرف جہاد سے وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سے نوازا تھا اور یہ اس کے علاوہ حدیث نبوی کی راویہ بھی تھیں زبردست حافظہ رکھنے والی ان صحابیہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے اکیس احادیث روایت کی ہیں۔

---

[1] یہ قصہ تفصیل سے دیکھئے۔ طبقات ابن سعد (ص ۳۰۰ / ۸) المغازی (ص ۸۹ / ۱) الاستیعاب (ص ۳۰۱ / ۴) سیر اعلام النبلاء (ص ۱۹۹ / ۳) الاستبصار (ص ٦٧) اسد الغابۃ ترجمہ نمبر ٦٩١٠

[2] یہ ۳۵ھ کی بات ہے

[3] دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۲۰۰ / ۳) الاصابۃ (ص ۲۹۴ / ۴)

اور خود حضرت ربیع رضی اللہ عنہا سے بھی جلیل القدر تابعین ان کے علماء نے جنہیں حضرت عائشہ بنت انس رضی اللہ عنہا، سلیمان بن یسار، خالد بن ذکوان، عبد اللہ بن محمد بن عقیل، [۱] ابو عبیدہ محمد بن عمار بن یاسر، روایات لی ہیں۔ اور امام بخاری اور امام مسلم نے ایک متفق علیہ حدیث بھی نقل کی ہے اسی طرح دوسرے محدثین نے نقل کی ہیں۔

حضرت ربیع رضی اللہ عنہا اپنے علم اور احادیث نبویہ کی روایت کی وجہ سے مسلمان عورت کے لئے مثال تھیں۔ مسلمان ان کی قدر پہچانتے تھے اور ان کے علم کو بڑا تسلیم کرتے۔ بہت سے صحابہ اور تابعین ان کے پاس آکر احکام شریعت کے بارے میں ان سے آگاہی حاصل کرتے۔

اہل مدینہ کو، رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ان کا مرتبہ معلوم تھا کہ انہوں نے آپ ﷺ سے روایت کی ہے۔ بخاری اور مسلم شریف میں "خالد بن ذکوان" حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں حضرت ربیع فرماتی ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے انصار کے پاس میں عاشورا کی صبح یہ پیغام بھیجا کہ جس نے صبح کو اٹھ کر کھا پی لیا ہے وہ باقی دن کو پورا کرے (یعنی کچھ نہ کھائے) اور جس نے صبح اٹھ کر کچھ نہیں کھایا وہ روزہ رکھ لے حضرت ربیع رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم خود بھی روزہ رکھتیں اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتیں اور ان کے لئے اون کے کھلونے بنا رکھتیں جب وہ بھوک سے روتے وہ کھلونے انہیں دے دیتیں اور اس طرح افطار کے وقت تک ہوتا رہتا۔ [۲]

حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کی کچھ کرامات بھی منقول ہیں جو ان کی اور ان کے والد کی فضیلت پر دال ہیں۔ حضرت ربیع رضی اللہ عنہا بڑی متقی اور پرہیز گار خاتون تھیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس کثرت سے آتی جاتی تھیں تاکہ ان کے علم، فقہ اور ادب میں اضافہ ہو۔ [۳]

سن ۴۵ھ میں حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا اپنی عمر کا تمام وقت خیر، علم، اور جہاد میں گزار کر، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں وفات پاگئیں۔ رضی اللہ عنہ وارضاھا

[۱] تہذیب التہذیب (ص ۴۱۸ / ۱۲) الاستیعاب (ص ۳۰۲ / ۴) سیر اعلام النبلاء (ص ۱۹۸ / ۳)
[۲] صحیح امام بخاری (ص ۴۵ / ۳) تہذیب الاسماء واللغات (ص ۳۴۴ / ۲)
[۳] دلائل النبوۃ للبیہقی (ص ۱۱۶ / ۷)

حضرت ربیع کے لئے جنت کی بشارت ...... اللہ تعالیٰ کا سورۃ الفتح آیت نمبر ۵ میں ارشاد ہے۔

"تاکہ اللہ تعالیٰ مومنین اور مومنات کو ہمیشہ کے لئے ایسی جنتوں میں داخل کر دے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اور ان کے گناہ مٹادے اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا وہ بافضیلت صحابیہ تھیں جنہوں نے اللہ پر ایمان لانے میں کوئی دیرنہ کی اور فضائل اور مکارم کے میدان میں نمبر لے جانے والوں میں سے تھیں اور یہ بیعت رضوان میں بھی شریک رہیں۔ علامہ نووی رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے سوانح نگاروں نے حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھا ہے کہ

یہ ان میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے ہونے والی بیعت یعنی بیعت رضوان میں حصہ لیا تھا۔ [1]

یہ بیعت مبارکہ حدیبیہ کے مقام پر ایک ببول کے درخت کے نیچے ہوئی تھی جس میں مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے اپنی جانوں کا جنت کے بدلے سودا کیا کہ وہ اسلام کی نصرت کریں گے اور صبر اور جہاد کو لازم رکھیں گے۔ اور ان حضرات کی تعداد حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق ۱۴۰۰ مہاجرین و انصار پر مشتمل تھی۔ اور بیعت کرنے والوں میں سے ہر شخص کامیابی کے دن کا متلاشی تھا اور یوم شہادت کا آرزومند، ان کے دل اس پر راضی اور دل اللہ تعالیٰ سے جڑا ہوا، اور اس سے راضی تھا۔

ان تمام صفات سعیدہ کی حامل، اس باب سیرت کی مرکزی کردار حضرت ربیع رضی اللہ عنہا بھی اس بیعت میں حاضر تھیں اور "اللہ العلی القدیر" اور اس کے رسول ﷺ سے بیعت کی۔ اور اللہ کا ہاتھ اس جماعت کے ہاتھوں پر تھا اور اس

مومن اور مبارک جماعت نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خوشخبری سنی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

---

[1] دیکھئے تہذیب الاسماء واللغات (ص ۳۴۳ / ۲) الاصابۃ (ص ۲۹۳ / ۴) اسد الغابۃ ترجمہ نمبر ۶۹۱۰۔ الاعلام للزرکلی (ص ۳۹ / ۳)

[2] دیکھئے تفسیر ماوردی (ص ۵۹ / ۴)

اور تحقیق اللہ تعالیٰ ان ایمان والوں سے راضی ہو گیا جنہوں نے تجھ سے درخت کے نیچے بیعت کی۔ (الفتح آیت نمبر ۱۸)

اور اسی طرح آنحضرت ﷺ نے اس جماعت کو "بہتر" ہونے کی خصوصیت عطا فرمائی۔ فرمایا"

کہ تم آج روئے زمین پر سب سے بہتر لوگ ہو[1] اور اس بات پر قارئین اتنا اضافہ اور کر لیں کہ اللہ تعالیٰ نے توریت اور انجیل میں بھی مومنین کی تعریف کی۔ اور ان سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون سچا ہو سکتا ہے۔

اور حضرت ربیع رضی اللہ عنہا بیعت رضوان میں شریک جماعت میں شامل تھیں لہذا جنت کی بشارت سے یہ بھی مشرف ہو گئیں۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔

جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں کوئی شخص آگ میں داخل نہیں ہو گا[2]

اور صحیح مسلم میں ایک روایت میں اشارہ موجود ہے جس میں اہل بدر اور اہل بیعت رضوان کے لئے جنت کی بشارت ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ ہی سے روایت ہے کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا غلام ان کی شکایت لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ "حاطب دوزخ میں داخل ہو گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

تم غلط کہہ رہے ہو۔ وہ دوزخ میں نہیں داخل ہو گا وہ تو بدر اور حدیبیہ میں حاضر تھے۔[3]

آخر میں یہ کہ۔ یہ کچھ لمحات ایک مبارک صحابیہ کی مہکتی سیرت کے تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے کو نبھایا۔ اللہ تعالیٰ حضرت ربیع بنت معوذ ان کے والد اور تمام صحابہ سے راضی ہو۔ آخر میں ہم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دہراتے ہیں۔

ان المتقین فی جنت و نهر فی مقعد صدق عند ملیك مقتدره

(القمر آیت ۵۶/۵۵)

بے شک پرہیزگار لوگ جنتوں اور نہروں میں ہوں گے طاقتور بادشاہ کے ہاں بہترین مقام پر۔

---

[1] یہ حدیث بخاری، کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ میں موجود ہے۔
[2] یہ حدیث مسند احمد میں ہے۔ مزید دیکھئے تفسیر ابن کثیر (ص ۲۰۲/ ۵)
[3] یہ حدیث مسلم شریف میں ہے۔ (ص ۱۶۹/ ۷)

سُمیّہ بنت خباط رضی اللہ عنہا

آل یاسر! صبر کرو تمہارا ٹھکانہ جنت ہے (الحدیث)

اے اللہ! آل یاسر میں سے کسی کو آگ کا عذاب نہ دینا (الحدیث)



سمیّہ بنت خباط رضی اللہ عنہا

خاندان یاسری ......اس عظیم خاندان نے صبر اور جہاد کی تمام خوبیوں کا اپنے اندر جمع کیا تھا، اور اس کے فضائل (خوبیاں) خوشبو بن کر مہکے تو یہ خاندان ایمان کی سچائی اور اللہ سے کئے ہوئے عہد کے ایفاء میں، ضرب المثل بن گیا۔

یہ خاندان مختلف جگہوں سے آیا تھا لیکن امن کے اس شہر "جہاں سے روشنی طلوع ہونے والی تھی" مکہ میں آکر مقیم ہوا اور یہیں سے خاندان یاسری کی ابتداء ہوئی۔

اس خاندان کے سربراہ عمار بن یاسر بن عامر بن مالک دراصل یمن سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے بھائی کو، دوسرے بھائیوں کے ساتھ، ڈھونڈنے آئے تھے۔ ان کے بھائی حارث اور مالک تھے یہ دونوں تو یمن لوٹ گئے لیکن یاسر کو یہ جگہ اچھی لگی وہ یہیں ٹھہر گئے۔ اور یہاں، ابو حذیفہ بن مغیرہ بن عبد اللہ مخزومی کے حلیف بن گئے، اور ابو حذیفہ نے اپنی باندی سُمیّہ بنت خباط سے ان کا نکاح کر دیا جن سے عمار پیدا ہوئے تو ابو حذیفہ نے انہیں آزاد قرار دے دیا [1] اور یاسر اور عمار رضی اللہ عنہ ابو حذیفہ کے ساتھ ہی رہے یہاں تک ابو حذیفہ کا انتقال ہو گیا۔

عمار رضی اللہ عنہ کے دو بھائی اور بھی تھے عبد اللہ اور حریث۔ ان میں سے حریث زمانۂ جاہلیت میں قتل ہو گئے تھے۔ اس کے بعد یہ خاندان جو قربانی اور جہاد کے رنگوں میں رنگ گیا اور اسلام کے طلوع سے تاریخ رقم کی آج تک روشنی پھیلا رہا ہے اور اس کی برکت آخری زمانے تک جاری رہے گی۔

پہلے اسلام لانے والے...... جونہی مکہ نور اسلام سے چمکا، خاندان یاسری اپنے سب ارکان کے ساتھ اللہ پر ایمان لانے، اور رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرنے میں بازی لے گیا۔ اور جس دم انہوں نے اسلام کا اعلان کیا، تاریخ نے انہیں یادگار بنا دیا اور ان کے

---

[1] دیکھئے السیر المغازی لابن اسحاق (ص ۱۹۲) انساب الاشراف (ص ۱/۱۵۷)

لئے ذہنوں اور دلوں میں ہمیشہ کے لئے بقاء لکھ دی۔

ہمارے ان صفحات کی مہمان مجاہدہ سمیہ بنت خباط [1] ایک باندی تھیں لیکن ان کی شان صرف اپنے آقا کی خدمت کی حد تک ہی نہیں بلکہ تمام مکہ والوں میں بیان کی جاسکتی ہے۔ یہ ایک عمر رسیدہ خاتون تھیں لیکن ان کی عقل قابل رشک تھی اور ان کا دل روشنی اور چستی کے ساتھ دھڑکتا تھا۔

سمیہؓ اسلام لائیں اور نبی کریم ﷺ کی تصدیق کی اور سیدھے راستے پر گامزن ہو گئیں اور بزرگی اور ہمیشہ کی جنت کی حقدار ٹھہریں اور وہ، جیسا کہ امام ذہبیؒ نے فرمایا بڑی صحابیات میں سے تھیں [2]

سمیہؓ کا امر ہو جانے والوں میں لکھ دیا گیا اور اب جب بھی ابتداء اسلام میں صبر اور جدوجہد کا ذکر آتا ہے وہاں حضرت سمیہؓ کا نام ضرور لیا جاتا ہے اور جب شہداءِ اسلام کا تذکرہ ہوتا ہے تو ان کا نام سرفہرست چمکتا نظر آتا ہے، جو خوشبو کی طرح مہکتا ہوا اور صبر کی یاد دلاتا اور ہمیشہ کی جنت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

سات میں سے ایک......اس جلیل القدر، صاحبۂ صبر صحابیہ کی اہم باتوں میں سے ایک بات ان کا فوراً اسلام لانا ہے، یہ اس پہلی جماعت میں شامل تھیں جن کے دلوں میں اسلام آیا، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا اللہ تعالیٰ پر اتنا پختہ یقین اور ایمان تھا کہ اس کی وجہ سے یہ مطلع نور مکہ میں بے نیاز اور صابر خاتون بن گئی تھیں بلکہ یہ (خاندان نبوت کے علاوہ) پہلی خاتون تھیں جنہوں نے اپنا اسلام ظاہر کیا اور یہ ان پہلے سات افراد میں شامل ہیں (جنہوں نے شروع میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا) [3]

امام ذہبیؒ نے ایمان لانے والوں کی پہلی فہرست دی ہے اور اس میں سمیہؓ شامل ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے روایت کی ہے کہ جنہوں نے سب سے پہلے اپنا اسلام ظاہر کیا وہ سات افراد تھے۔ حضرت ابوبکرؓ، عمار، یاسر، سمیہ، صہیب، بلال اور مقداد رضی اللہ عنہم۔

---

[1] بعض کتابوں میں خیاط "یاء" کے ساتھ لکھا ہے

[2] سیر اعلام النبلاء (ص ۴۱۶/۲)

[3] دیکھئے اسد الغابۃ ترجمہ نمبر ۷۰۱۳

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا دفاع ان کے چچا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا دفاع ان کی قوم سے کرلیا، اور ان سب لوگوں کو مشرکین نے لوہے کے لباس پہنائے دھوپ میں کھڑا کیا۔ اور ان سب میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ آسان فرمادیا انہوں نے اپنے نفس کو اللہ کے لئے مطیع بنادیا اور ان کی قوم نے ان کو بہت ستایا کہ دو لڑکے انہیں مکہ کی گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے اور یہ صرف احد، احد کہا کرتے۔[1]

اور یہیں سے اس خاندان پر تکالیف کا دور شروع ہو یہ اللہ پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت انہیں ہدایت اور تعلق مع اللہ پر تقویت عطا فرمائی اس خاندان نے کہا۔ کہ ہمارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے، اس خاندان میں پیش پیش حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ قریش کا غصہ و غضب روز بروز بڑھتا گیا اور انہیں کوئی نہیں ملتا تھا جس پر وہ غصہ اتاریں۔ سوائے ان ضعفاء کے جو کہتے کہ ہمارا رب، اللہ تعالیٰ ہے اور اس پر قائم رہتے اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے۔

اور قریش کو اس بات نے اور بہادر بنادیا تھا کہ ان کمزوروں کی حمایت اور دفاع کرنے والا کوئی نہیں تھا تو وہ مختلف طریقوں سے تکالیف پہنچانے لگے جو اسلام کی وجہ سے ان کے دلی غصہ اور کینہ پر دلالت کرتے تھے تو انہوں نے اپنے جنونی غصہ کا غبار حضرت سمیہؓ اور ان کے خاندان پر ظلم کر کے اتارا۔

علامہ ابن اثیرؒ نے "اسد الغابہ" میں لکھا ہے کہ سمیہ پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں...... اور انہیں اللہ کے راستے میں شدید تکالیف دی گئیں۔

<u>صبر کرنے والا خاندان</u>...... کسی انسان کی طاقت نہیں کہ وہ خاندان یاسر ی کے تعجب انگیز کردار کے سامنے کھڑا ہو سکے، یہ وہ خاندان ہے جنہوں نے ہر مشکل کا جواں مردی سے مقابلہ کیا اور مکہ کے سرداروں اور امراء کو مبہوت کردیا اور بردباروں کو ان کی کینچلیوں سے نکال باہر کیا، مکہ کے کفار تو انہیں مطمئن اور راسخ دیکھ گویا غصہ سے پھٹے جاتے تھے۔ انہیں تکالیف بھاگنے پر مجبور نہیں کرسکتی تھیں اور نہ ہی انہیں تھکاوٹ

---

[1] دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۴۰۸ / ۱) اسی طرح دیکھئے البدایۃ والنہایۃ (ص ۵۸ / ۵) دلائل النبوۃ للبیہقی (ص ۲۸۱ / ۲)

گرمی، اور پیاس ان کے عقیدے سے ہٹا سکتی تھی، اور ان کا یہ کردار مشرکین مکہ کو اور مشتعل کر دیتا تھا اور ان کا غصہ اور تکالیف دینا بڑھتا جاتا، تو وہ حضرت عمار، ان کے والدین کو کھلے میدان میں لا کر سخت دھوپ میں بٹھا دیتے تا کہ وہ اپنے دین کو چھوڑ دیں لیکن یہ صبر کرنے والا خاندان اپنے موقف میں مزید سخت ہو جاتا اور ان کا ایمان اور یقین مزید پختہ ہو جاتا، خصوصاً اس وقت جب وہ نبی اکرم ﷺ کی اس پورے خاندان کے لئے مغفرت کی دعائیں سنتے۔ اس دعا کو سالم بن ابی الجعد نے روایت کیا ہے کہتے ہیں کہ۔

حضرت عثمان ؓ نے چند اصحاب نبی ﷺ کو بلایا۔ ان میں حضرت عمار بن یاسر ؓ بھی تھے۔ حضرت عثمان ؓ نے فرمایا کہ میں آپ لوگوں کو عمار کے بارے میں ایک حدیث سناتا ہوں "میں اور نبی کریم ﷺ بطحاء کے مقام پر آئے اور وہاں عمار اور ان کے والد یاسر، اور والدہ سمیہ ؓ کے پاس سے گزرے ان کو تکالیف دی جا رہی تھیں تو یاسر ؓ نے آپ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "کیا زمانہ ایسا ہی ہے۔" آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "صبر کرو" پھر فرمایا کہ "اے اللہ آل یاسر کی مغفرت فرما، اور جو کہ تو کر ہی چکا ہے۔" [1]

<u>حضرت سمیہؓ کا چیلنج</u>...... قریش نے حضرت سمیہ اور ان کے شوہر اور بیٹے کو سخت تکالیف پہنچائیں اور مبارک خاندان یاسری نے صبر اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا، خاص طور سے حضرت سمیہ ؓ نے، جن کا عقیدہ ان کے شوہر کی تکالیف کی وجہ سے وفات کے بعد اور مضبوط ہو گیا تھا۔ اس وقت سمیہ ؓ نے مقابلے کا چیلنج دے دیا اور بنو مغیرہ مخزومی نے اسے قبول کیا اور ان میں سر فہرست ابو جہل تھا جو حضرت سمیہ ؓ کی مقابلہ آرائی سے دیوانہ ہو گیا تھا، اور حضرت سمیہ ؓ نے اس کی بڑائی کو چورا چورا اور شیخی کو اپنے صبر اور ثابت قدمی کے ساتھ پارہ پارہ کر دیا تھا، اور اس کے دل کو، آنحضرت ﷺ کے بارے میں برا کلمہ نہ کہہ کر پاش پاش کر دیا تھا۔

---

[1] مسند احمد میں یہ حدیث موجود ہے۔ ہیثمی نے اسے مجمع الزوائد (ص ۲۹۳/ ۹) پر ذکر کیا ہے۔ مزید دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۲۴۸/ ۳)

ابو جہل، اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا اسے جو طریقہ یا راستہ بھی ملتا وہ اسے استعمال کرتا تھا اس بات کی ابن اسحاقؒ نے تصویر پیش کی ہے۔ کہتے ہیں کہ

ابو جہل قریش کے لوگوں میں بڑا تیز طرار تھا، اگر وہ سن لیتا کہ کسی نے اسلام قبول کر کے شرف و منزلت حاصل کر لی ہے تو وہ اسے ملامت کرتا اور رسوا کرتا۔ اور کہتا کہ تو نے اپنے باپ کا دین چھوڑ دیا ہے۔

حالانکہ وہ تجھ سے اچھا تھا اب ہم تیری عقل کو بگاڑ دیں گے تیری رائے کو ختم کر دیں گے اور تیرے شرف (عزت) کو گرا دیں گے۔ اور اگر مسلمان شخص تاجر ہوتا تو اسے کہتا کہ ہم تیری تجارت کو خراب، اور تیرے مال کو ہلاک کر دیں گے۔ اور اگر وہ شخص کمزور ہوتا تو اسے مارتا اور اسے لالچ دیتا۔ (اللہ اس پر لعنت کرے اور برا کرے) [1]

یہ معزز صحابیہ سمیہ رضی اللہ عنہا سختیاں جھیلتی رہیں اور بہادری کے ساتھ ابو جہل کے ظلم و ستم برداشت کرتی رہیں اور نہ تو اپنا مذہب بدلا اور نہ ہی ان کا عزم کمزور ہوا، اور نہ ہی ان کا ایمان کمزور ہوا، جس نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو ہمیشہ کی زندگی پانے والی خواتین میں شامل کر دیا تھا بلکہ ان کو صبر کرنے والی خواتین میں سر فہرست کر دیا۔

اسلام کی پہلی شہید خاتون...... جس طرح سمیہ رضی اللہ عنہا کا اعزاز ہے کہ وہ اسلام ظاہر کرنے والی پہلی خاتون ہیں اسی طرح یہ اعزاز بھی انہیں حاصل ہے کہ وہ پہلی خاتون شہید اسلام بھی ہیں۔ یہ راہ حق کی شہید تھیں اور انہوں نے زمانے کو صبر کی حقیقت سکھلائی۔ ان کی شہادت کے قصہ میں بڑی عبرت ہے ہر وہ شخص جو اہل دل ہو یا اس بات کو غور سے سنے وہ اس کی المناکی کا اندازہ کر سکتا ہے وہ قصہ یہ ہے کہ

جب ان کے شوہر یاسر سختیاں جھیلتے ہوئے جاں بحق ہو گئے تو ابو جہل کے چچا ابو حذیفہ بن مغیرہ نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو ظالم ابو جہل کے حوالے کر دیا اور یہ انہیں مختلف طریقوں سے ایذائیں دینے لگا اور آنحضرت ﷺ کو اپنی باتوں اور گالیوں سے ایذاء پہنچاتا۔ ایک رات اس نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا سے بڑی واہیات باتیں کیں اور کہا کہ

---

[1] البدایۃ والنہایۃ (ص ۵۹ / ۵)

تو محمد ﷺ پر اس لئے ایمان لائی ہے کہ تجھے ان سے عشق ہو گیا ہے۔ تو جواب میں سمیہ رضی اللہ عنہا نے اسے بڑی سخت بات کہی جس پر وہ آگ بگولا ہو گیا اور اپنا غصہ اس نے ایسے اتارا کہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو نیزہ مار کر شہید کر دیا [1]۔ اور ان کی روح بارگاہ باری تعالیٰ میں راضی خوشی، توحید و رسالت کی گواہی دیتی حاضر ہو گئی۔

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اسلام کے اوائل میں پہلی شہید عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا تھیں جنہیں ابو جہل نے نیزہ مار کر شہید کر دیا تھا۔ [2]

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی شہادت سن سات نبوی میں ہجرت سے پہلے ہوئی جو سن عیسوی میں ۶۱۵ء کے مطابق ہے۔

علامہ ابن جوزیؒ نے بھی لکھا ہے کہ یہ اسلام کی پہلی شہید ہیں [3]

رضی اللہ عنہا وارضاہا

ابن سمیہ رضی اللہ عنہ...... سمیہ: یہ ان صحابیہ کا نام گرامی ہے ان کا مہکتا تذکرہ ان کی شہادت کے بعد اب تک زندہ ہے۔ نبی کریم ﷺ حضرت عمار کو "ابن سمیہ "سمیہ کا بیٹا، کہا کرتے تھے، اور یہ بات واضح ہے کہ اس تخاطب میں حضرت سمیہ جیسی صحابیہ کے نام کی تکریم مقصود تھی اور نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک پر اکثر حضرت عمار کے لئے یہی نام جاری ہو جاتا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب لوگوں میں اختلاف ہو گا تو سمیہ کا بیٹا حق کے ساتھ ہو گا۔ [4]

اور ایک دوسری جگہ بھی آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے ان کا یہی نام جاری ہونا منقول ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی راوی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا کہ "ابن سمیہ کو کسی دو باتوں کا اختیار دیا جائے تو وہ ان میں سے آسان بات کو اختیار کرے گا۔ [5]

---

[1] انساب الاشراف (ص ۱۵۸ / ۱) سیرت حلبیہ (ص ۴۸۳ / ۱)
[2] دیکھئے البدایۃ والنہایۃ (ص ۵۹ / ۳)
[3] صفۃ الصفوۃ (ص ۶۰ / ۲) انساب الاشراف (ص ۱۵۸ / ۱)
[4] سیر اعلام النبلاء (ص ۴۱۵ / ۱) مزید دیکھئے تاریخ اسلام للذھبی
[5] مسند احمد (ص ۳۸۹ / ۱) سیر اعلام النبلاء (ص ۴۱۶)

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ کی زبان مبارک سے یہی الفاظ منقول ہیں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت انہیں مخاطب کر کے فرمایا کہ، اے ابن سمیہ رضی اللہ عنہ! تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا [۱]

نبی کریم ﷺ حضرت سمیہ کا ذکر ان کی خوبیوں اور بھلائی کے ساتھ فرمایا کرتے۔ بدر کے دن "بدر وہ دن ہے جب "طیب [۲] مطیب رضی اللہ عنہ، یعنی حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو ایک بشارت نبی ﷺ نے عطا فرمائی" اور جب ابو جہل مارا گیا تو حضرت سمیہ کا ذکر آ گیا تو یہاں نبی کریم ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا "کہ آج اللہ تعالیٰ نے تمہاری والدہ کے قاتل کو ختم کر دیا۔ [۳]

یہاں یہ بات لائق ذکر ہے کہ ہم اس دعا کی طرف اشارہ کرتے چلیں جو آپ ﷺ نے حضرت سمیہ اور ان کے گھرانے کے لئے اس وقت فرمائی تھی جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے سامنے اپنی والد اور والدہ پر قریش کی سختیوں اور ظلم کا شکوہ کیا، کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ہم پر تکلیفوں کی انتہا ہو گئی ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "ابو یقظان" (حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی کنیت "صبر کرو! اے اللہ! آل یاسر میں سے کسی کو آگ کا عذاب نہ ہو [۴]

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو جنت کی بشارت...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جان اور اموال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے کہ وہ اللہ کے راستے میں قتال کریں گے (اللہ کے دشمنوں کو) قتل کریں گے اور خود بھی اللہ کی راہ میں مارے جائیں گے۔ یہ اللہ کا ان سے سچا وعدہ توریت اور انجیل اور قرآن میں ہے۔ اور جو اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کرے گا تو خوشخبری سنو اس بیعت کی بابت جو تم نے کی۔ اور یہ بڑی کامیابی ہے (سورۂ توبہ آیت نمبر ۱۱۱)

---

[۱] مسلم شریف حدیث (نمبر ۲۹۱۵) طبقات ابن سعد (ص ۱۵۲/ ۳) تاریخ اسلام (ص ۵۷۷/ ۳)
[۲] یہ حضرت عمار کا لقب ہے جو ترمذی کی حدیث میں ہے۔
[۳] الاصابہ (ص ۳۲۷/ ۴) طبقات ابن سعد بھی ملاحظہ فرمائیں۔
[۴] دیکھئے الاستیعاب (ص ۳۲۵/ ۴) سیرت حلبیہ (ص ۴۸۴/ ۱)

حضرت سمیہ ؓ کا شمار ایمان والی سچی اور اسلام کے ہر اول دستہ کی خواتین میں ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے کئے عہد کے ایفاء اور اس کی تصدیق پر سبقت کرنے اور بشارت عظمیٰ حاصل کرنے والی اور بہترین بشارت یعنی جنت کی بشارت پانے والی خواتین میں شمار ہوتا ہے۔ اور ایک حدیث سے اس کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت سالم بن ابی الجعد ،حضرت عثمان ؓ سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے آل یاسر صبر کرو بے شک تمہارا ٹھکانہ جنت ہے [1]۔

امام نور الدین الہیثمی نے خاندان یاسری کے لئے اس بشارت کا، قریب قریب انہی الفاظ سے تذکرہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ

حضرت عثمان بن عفان ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اے آل یاسر صبر کرو، کیونکہ تمہارا ٹھکانہ جنت ہے [2]۔

طبقات کبریٰ میں علامہ ابن سعدؒ نے حضرت سمیہ ؓ اور آل عمار کیلئے جنت کی بشارت کا ذکر کیا ہے اور روایت نقل کی ہے کہ

نبی اکرم ﷺ آل عمار کے پاس سے گزرے اور انہیں تکالیف دی جارہی تھیں ،تو فرمایا خوشخبری ہو اے آل عمار! بے شک تمہارا ٹھکانہ جنت ہے [3]۔

تو یہ انتہائی صبر کرنے والی صحابیہ سمیہ ؓ بنت خباط کا تذکرہ تھا۔ تاریخ نے انہیں محفوظ کرلیا ہے اور ان کی جدوجہد اور حق پر ثابت قدمی کو یادگار بنالیا ہے۔ یہ اسلام کے ہر اول دستہ کی خاتون ہیں۔ علامہ ابن عبد البرؒ نے ان کی ثابت قدمی اور ان کے صبر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

حضرت سمیہ ؓ وہ خاتون ہیں جنہیں اللہ کے راستے میں تکالیف دی گئیں اور انہوں نے تکالیف پر صبر کیا اور یہ بافضیلت پاکباز اور آپ ﷺ سے بیعت کرنے والی خواتین میں سے تھیں [4]۔

حضرت سمیہ ؓ سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ یہ پہلی شہید اسلام خاتون اور اس

---

[1] دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۱/ ۴۰۹۔۴۱۰)
[2] مجمع الزوائد (ص ۲۹۳ / ۹)
[3] دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۲۴۹ / ۳) مجمع الزوائد (ص ۲۹۳ / ۹) تاریخ الاسلام للذھبیؒ
[4] الاستیعاب (ص ۳۲۴ / ۴)

پہلے شخص کی والدہ ہیں جس نے مسجد بنائی وراس میں نماز پڑھی گئی [1]۔

خاندان یاسری پر سلام ہو۔ "سلام علیکم بما صبر تم فنعم عقبی الدّار" تمہارے صبر کے بدلے تم پر سلامتی ہو اور آخرت کا ٹھکانہ بہت اچھا ہے۔

ان کی سیرت کے آخر میں چلتے چلتے ہم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے اپنی سماعت کو معطر کرتے ہیں۔

ان المتقین فی جنت و نهر فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر

بے شک پرہیز گار لوگ باغوں اور نہروں میں بہترین مقام پر، طاقتور بادشاہ کے ہاں ہوں گے۔ (سورۃ القمر آیت نمبر ۵۵)

---

[1] امام ذھبیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عمارؓ نے پہلی مسجد بنائی تھی جس میں نماز پڑھی جاتی تھی دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۴۱۱) مزید دیکھئے المجتبیٰ (ص ۱۳۷) علامہ ابن جوزیؒ



کبشہ بنت رافع رضی اللہ عنہا

اے اُمّ سعد تمہیں بشارت ہو۔ اور تم اپنے گھرانے کو خوشخبری سناؤ کہ تمہارے مقتولین جنت میں ایک ساتھ ہیں اور تمہارے گھرانے کے بارے میں ان کی شفاعت قبول کرلی گئی ہے۔(حدیث شریف)

ہر رونے والی جھوٹ بولتی ہے سوائے اُمّ سعد کے۔(حدیث شریف)



کبشہ بنت رافع انصاریہ رضی اللہ عنہا

بہادروں کی ماں ...... اس معطر سیرت کی مرکز گفتگو، ان مسلمان مجاہد خواتین میں سے ایک جو اس وقت سے جماعت نبوی کے ساتھ رہیں جب سے اس کے انوار مدینے میں آئے۔

یہ جلیل صحابیہ بڑی عظیم خدمات کے لئے کھڑی ہوئیں اور بڑے مبارک کام اسلام اور مسلمانوں کے لئے سرانجام دیئے۔ انہی کے گھر میں اسلام کا پھل لگا اور ان کے گھر سے سارے مدینے میں اسلام کی خوشبو پھیلی، اور اسلام کی اشاعت ہوئی اور پوری دنیا میں اسلام کے سبب خیر و برکت پھیلی۔

ان صفحات کی مہمان ان خوبیوں والی خواتین میں سے ہیں جو خیر کے ہر میدان میں آگے رہیں۔ اور جن کے لئے آنحضرت ﷺ کے صدق کی گواہی دی اور ان کے لئے برکت اور اجر کی دعا فرمائی۔

جی ہاں! ایمان کی معطر فضا اور ماحول میں اس صحابیہ نے پرورش پائی اور اسلام کے پاکیزہ چشمے سے سیراب ہوئی، اور انہوں نے بہت کچھ دیا بھی، یہ دو عظیم شہیدوں کی ماں تھیں جو اسلام کے جانباز سپاہی تھے۔ یہ اس شخص کی ماں تھیں جس کی موت سے آسمان تھرّا اٹھا تھا اور اس شخص کی ماں تھیں جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم ایک اہم فیصلہ دیا تھا۔

ان کے وہ صاحبزادے یوم بدر میں آنحضرت ﷺ کے پہرے دار تھے انصار کے جھنڈا بردار اور اس دن مجلس شوریٰ رسول اللہ ﷺ کے ممبر تھے۔ اور یہ صاحبزادے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد "دوسرے صدیق" کہلائے اور پھر یہ آنحضرت ﷺ کے مدینے کے خلیفہ بھی رہے جب آنحضرت ﷺ "غزوۂ بواط میں تشریف لے گئے تھے۔

معزز قارئین اب اس بات میں تو کوئی شک نہیں رہا کہ آپ کا شوق ان صحابیہ اور ان کے صاحبزادے کی شخصیتوں کو پہچاننے کے لئے بے تاب ہوگا۔ تو لیجئے یہ ہیں انصاری صحابیات میں کبشہ بنت رافع بن معاویہ بن عبید بن الابجر الانصاریہ، اور یہ سعد

بن معاذ الاشہلی رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ [۱]

یہ معاذ بن نعمان جو بنی عبد الاشہل سے تعلق رکھتے تھے کی زوجہ تھیں اور ان سے ان کی اولاد ہوئی جن میں سعد بن معاذ، عمرو بن معاذ، ایاس، اوس، عقرب اور اُمّ حزام ہیں۔

حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں اور آنحضرت ﷺ سے بیعت کی ان کا تاریخ اسلام میں بڑا اہم کردار ہے انہوں نے اپنے حیرت انگیز کردار کی بدولت اپنانام خواتین صحابیہ کی تاریخ میں سرفہرست درج کروایا۔ جیسے ہی اسلام کانور ہدایت چمکااور مدینہ نور اسلام سے منور ہوا۔ اُمّ سعد رضی اللہ عنہا نے اپنے تن من دھن سے اسلام کی مدد کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

اُمّ سعد رضی اللہ عنہا کا قبول اسلام...... مدینہ منورہ میں مکہ کا ایک بہادر نوجوان آکر مہمان ہوا جس کا نام مصعب بن عمیر تھا انہیں اہل مدینہ کو قرآن اور امور دین سکھلانے پر مامور کیا گیا تھا ان کا یہ قیام بڑا متبرک ثابت ہوا اور مدینہ منورہ میں انصار کے گھروں میں اسلام پھیلنا شروع ہوا حتیٰ کہ بنو اشہل میں ان کی دعوت پہنچی تو قبیلہ اوس کے سردار اسید بن حضیر، اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے۔ ان کے اسلام لانے کا دلچسپ قصہ کتب تراجم اور سیر میں مل جاتا ہے۔ [۲]

جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے تو اپنی قوم بنو اشہل کے سامنے کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ اے بنی اشہل۔ آپ میرا معاملہ اپنے ساتھ کیسا جانتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ ہمارے سردار اور ہم سب میں افضل ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ تمہاری عورتوں اور مردوں سے میرا کلام اس وقت تک حرام ہے جب تک تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لے آؤ۔ اس کے بعد بنو عبد الاشہل کوئی ایسا مرد یا عورت باقی نہ رہا جو مسلمان نہ ہو۔ [۳]

اُمّ سعد رضی اللہ عنہا نے اپنے اسلام کے اعلان میں پہل کی اور ایمان کی نعمت سے

---

[۱] دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۳/۷ /۸) الاستیعاب (۴ ص ۳۸۳) اسد الغابۃ ترجمہ نمبر ۷۲۳۰) اسی طرح دیکھئے الاستبصار فی نسب الصحابۃ من الانصار (ص ۱۲۹)

[۲] مثلاً دیکھئے البدایۃ والنہایہ (ص ۱۵۲) الاستبصار (ص ۲۰۶)

[۳] دیکھئے البدایہ والنھایۃ (ص ۱۵۳) سیرت حلبیہ (ص ۲/۱۷۱)

سر فراز ہوئیں اور ان کی یہ سعادت اس وقت بڑھ گئی جب ان کا گھر سفیر رسول ﷺ کی اقامت گاہ بنی اور وہیں سے ایمان کی خوشبودار ہوائیں مدینے کی فضا اور ساری دنیا کو معطر کرتی رہیں۔ علامہ ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ یہ پہلا گھر تھا جو انصار میں [1] مشرف باسلام ہوا یعنی بنو اشھل کا گھر، اس گھر کی تکریم دوسرے گھروں سے بڑھ گئی۔ اس دن سے اُمّ سعد رضی اللہ عنہا ان مشہور مسلم خواتین میں سے بن گئیں جنہوں نے تاریخ میں واضح لمحات امر کر دیئے۔

یہ بات یہاں لائق ذکر ہے کہ اُمّ سعد رضی اللہ عنہا بن معاذ کی دو بہنیں بھی اسلام لائیں ان میں سے ایک تو فریعہ یا فارعہ ہیں دوسری سعاد بنت رافع ہیں جو اسعد بن زُرارہ جو نقباء اخیار میں سے تھے، کی والدہ ہیں اور یہ اسعد بن زُرارہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی ہوئے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

<u>عظیم خوشی</u>...... مدینہ منورہ میں ایمان کے لئے بے تاب دلوں نے اسلام اور دعوت محمدیہ کو حاصل کیا، یہ نفوس بھلائی کے طلبگار تھے یہ لوگ اوس اور خزرج سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے اس رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا اور پھر اپنی قوت دولت اور دفاع اس پر لگا دیا اور اُمّ سعد رضی اللہ عنہا ان خواتین میں سے تھیں جو نبی کریم ﷺ کے استقبال کے لئے نکلی تھیں۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ انصار کے اس بہترین استقبال کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بچوں اور عورتوں نے آنحضرت ﷺ کو آتے دیکھا اور آنحضرت ﷺ ان کے سامنے آکر کھڑے ہوئے اور فرمایا آپ لوگ مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہو۔ اس طرح تین مرتبہ فرمایا۔ [2]

اُمّ سعد رضی اللہ عنہا کی بہت خواہش کی سفیر رسول، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی طرح آنحضرت ﷺ انہی کے ہاں ٹھہریں مگر یہ سعادت مالک بن نجار کے قبیلے کے حصے میں لکھ دی گئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے بنو اشھل اور تمام انصار کو خیر و برکت کے لئے خاص کر رکھا تھا۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

انصار کے قبیلوں میں بہتر بنو نجار پھر بنو اشھل پھر بنو الحارث پھر بنو ساعدہ اور

---

[1] دیکھئے صفۃ الصفوۃ (ص ۴۵۵ / ۱)

[2] دیکھئے البدایۃ والنھایۃ (ص ۲۰۰ / ۳)

حضرت قبیلۂ انصار میں خیر ہے۔[۱]

اور خیر انصاری خواتین سے پھیلنا شروع ہوئی اور اُمّ سعد رضی اللہ عنہا خیر کے ہر میدان میں آگئے ہوتیں۔ علامہ ابن اسدؒ نے اُمّ سعد رضی اللہ عنہا کی حیرت انگیز منقبت ذکر کی ہے۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہونے والوں میں سب سے پہلے اُمّ سعد رضی اللہ عنہا کبشہ بنت رافع ام عامر بنت یزید بن السکن، حواء بنت یزید بن السکن تھیں۔[۲]

اس طرح تاریخ نے بیعت میں پہل کرنے کی فضیلت میں اُمّ سعد رضی اللہ عنہا کا نام بھی لکھدیا۔

ایک دیندار مومن، ماں......اس جلیل القدر صحابیہ کے شمائل بہت ہیں اور ان مختصر صفحات میں ان کا احاطہ ناممکن ہے لیکن ہم بعض فضائل اور مکارم لکھنے کو استطاعت تو رکھتے ہیں وہی بیان کریں گے۔ مثلاً بہادری، سچائی، بھلائی اور پڑوسیوں کے حقوق وغیرہ، ان تمام فضائل کی مجتمع خاتون اُمّ سعد رضی اللہ عنہا اپنے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی وجہ سے یہ سب کام کیا کرتی تھیں۔

کتب تراجم و سیر میں اُمّ سعد کے بعض ایمانی، سخاوت، بہادری اور صبر کے واقعات لکھے ہیں اسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع اور اپنے صاحبزادوں کو شہادت کیلئے آگے کرنا وغیرہ۔

غزوۂ بدر میں ان کے دو بیٹے حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور عمرو رضی اللہ عنہ شریک ہوئے اور بہادری کے جوہر دکھائے اللہ کے راستے میں ہر ایک نے تکالیف اٹھائیں اور مسلمانوں کے ساتھ نصرت کی بشارت حاصل کی اور یہ مومن ماں بڑی خوش ہوئی۔

غزوۂ احد میں اُمّ سعد رضی اللہ عنہا بھی دوسری خواتین کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت دریافت کرنے روانہ ہوئیں اور اس سے پہلے چند لوگوں کے شہید ہونے کی خبر پہنچ چکی تھیں اور انہی شہداء میں ان کے بیٹے عمرو بن معاذ بھی تھے[۳] لیکن یہ دیندار

---

[۱] یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہے دیکھئے البدایہ والنہایہ (ص ۲۰۳ / ۳)

[۲] طبقات ابن سعد (ص ۱۲ / ۸)

[۳] دیکھئے انساب الاشراف (ص ۲۳۴) یہ ضرار بن خطاب بنی مرداس القرشی ہیں قریش کے شہسواروں اور شاعروں میں سے ایک تھے۔ کہا جاتا تھا کہ قریش کا بہادر اور شاعر ضرار ہے۔ جنگ خندق میں خندق کود کر آنے والوں میں یہ بھی تھے۔ فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔ ایک دن ضرار نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ قریش تم سے بہتر ہیں کیوں کہ وہ تمہیں قتل کر کے جنت بھیجتے تھے اور تم انہیں جہنم بھیج دیتے تھے۔ ان کے اور بھی واقعات ہیں۔ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (الاستیعاب۔ الاصابہ ملخص)

ماں تو رسول اللہ ﷺ سلامتی کے لئے فکر مند تھی یہ تیزی سے میدان جنگ میں پہنچیں اور جب رسول اللہ ﷺ کو صحیح سلامت دیکھا تو کہنے لگیں کہ جب آپ کو صحیح سلامت پالیا ہے تو اب مصیبت ہلکی ہو گئی ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے ان کے صاحبزادے کی شہادت پر انہیں تسلّی دی۔

ان کے صاحبزادے حضرت عمرو ؓ، مشرکین کی صفوں کو چیرتے ہوئے جا رہے تھے کہ ان کا ٹکراؤ ضرار بن خطاب سے ہوا، یہ اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے، ضرار نے انہیں قتل کر دیا۔

یہاں یہ بات لائق ذکر ہے کہ بنو اشہل کے بارہ آدمی غزوۂ احد میں شہید ہوئے انھوں نے اللہ سے کیا ہوا وعدہ وفا کر دکھایا۔ اور اسی طرح ان کے تیس آدمی زخمی ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ واپس لوٹے جب بنو اشہل کے محلّے سے گزرے تو وہاں رونے کی آواز سن کر فرمایا "آج حمزہ کی موت پر رونے والا کوئی نہیں" تو سعد بن معاد نے یہ بات سن لی اور فوراً اپنے گھر جا کر تمام عورتوں کو نبی کریم ﷺ کے گھر لے گئے تاکہ وہ حمزہ ؓ کے لئے آہ و زاری کریں آنحضرت ﷺ نے رونے کی آوازیں سنیں تو فرمایا۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ جواب ملا کہ یہ انصاری خواتین ہیں حضرت حمزہ ؓ کے لئے رو رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کا یہ جذبہ دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ تم سے اور تمھاری اولادوں سے راضی ہے ان خواتین میں اُمّ سعد ؓ بھی تھیں جب انھوں نے یہ الفاظ سنے تو ان کی خوشی بڑھ گئی کہ رسول اللہ ﷺ نے رضاء الٰہی کا پروانہ عطا فرمایا ہے بعد ازاں آنحضرت ﷺ نے ان خواتین کو اپنے اپنے گھر جانے کا حکم دے دیا۔

اُمّ سعد ؓ فرماتی ہیں کہ

ہم رسول اللہ ﷺ کی حکم وہاں سے رات کے بعد لوٹ آئے ہمارے ساتھ ہمارے مرد بھی تھے۔ اسکے بعد آج تک جب کوئی عورت روتی ہے تو وہ حمزہ کے نام کی دہائی پہلے دیتی ہے۔ [1]

کتنا محترم اور کتنا عظیم تھا ان انصاری خواتین کا کردار، جن کے بارے میں

---

[1] مغازی، از علامہ واقدی (ص ۳۱۵)

رسول اللہ ﷺ نے رحمت اور خیر کی دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا۔

"تم لوٹ جاؤ اللہ تم پر رحم کرے تم میرے ساتھ میرے غم میں شریک ہو چکیں۔ اللہ تعالیٰ انصار پر رحم فرمائے تم میں دکھ بانٹنے کی صفت پہلے سے ہی مجھے معلوم ہے۔"

راست گو، صبر کرنے والی اُمّ سعدؓ ......ان جلیل القدر صحابیہؓ کو رسول اللہ ﷺ نے سچائی کی سند عطا ہوئی اور یہ سند پکّی مُہر کی تھی جس نے انہیں صبر اور جہاد کے مقام علیا پر فائز کر دیا لیکن یہ سند انہیں کیسے عطا ہوئی آنے والی سطور میں ہمیں معلوم ہو جائے گا۔

امام شمس الدین ذھبیؒ نے تاریخ اسلام اور علامہ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں لکھا ہے کہ

جنگ خندق میں حضرت عائشہ اُمّ المومنین بنی حارثہ کے قلعہ میں خواتین کے ساتھ تھیں اور ان کے ساتھ اُمّ سعدؓ بن معاذ بھی تھیں۔ اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ جب خندق کے لئے نکلے تو خواتین اور بچوں کو دشمن کے حملے کے پیش نظر قلعوں میں منتقل کر دیا تھا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وہاں سے حضرت سعد بن معاذ گزرے اور انہوں نے چھوٹی سی زرہ پہنی ہوئی تھی ان کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا جسے وہ بڑے ناز سے گھماتے ہوئے رجزیہ اشعار پڑھ رہے۔ وہ حمل بن سعدانہ کا ایک شعر پڑھ رہے تھے۔

لبث قلیلا یشھدا لھیجا حمل

تھوڑا سا ٹھہر جا کہ ولولہ انگیزی شروع ہو جائے

لاباس بالموت اذا حان الاجل

موت کے آنے میں کوئی حرج نہیں، جب وقت پورا ہو جائے

یہ سن کر اُمّ سعدؓ نے فرمایا کہ میرے بیٹے (لشکر اسلام) سے جا مل خدا کی قسم تو نے بہت دیر کر دی۔ وہ یہ چاہ رہی تھیں کہ سعد کا ایک لمحہ بھی نبی کریم ﷺ کی

معیت سے خالی نہ رہے۔ حضرت عائشہ ؓ کہنے لگیں کہ امّ سعد ؓ! میں چاہ رہی تھی کہ سعد کی زرہ بڑی ہونی چاہئے۔ اور پھر حضرت سعد کو حبان بن عرقہ نے تیر مارا یہ تیر حضرت سعد کی زرہ میں اس جوڑ پر لگا جسے "عرق الحیاہ" کہا جاتا تھا تو یہ تیر زرہ توڑ تا ہوا حضرت سعد کے جسم میں پیوست ہو گیا۔ اور اسی وقت ابن عرقہ نے کہا کہ یہ میری طرف سے لیلو میں ابن عرقہ ہوں۔ حضرت سعد نے جواب دیا اللہ تعالیٰ تیرے چہرے کو غریق نار کرے۔ پھر حضرت سعد نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

اے اللہ !اگر قریش کی کسی جنگ میں تو مجھے شریک کرنا چاہتا ہے تو تو مجھے زندہ رکھ اس لئے کہ کوئی قوم ایسی نہیں کہ میں ان سے ترے راستے میں لڑنا پسند کرتا ہوں سوائے اس کے جس نے نبی کریم ﷺ کو جھٹلایا اور وہاں سے نکال دیا۔ اے اللہ اگر ان کے اور ہمارے درمیان جنگ ختم ہو چکی ہے تو مجھے شہادت عطا فرمادے۔ اور مجھ اس وقت تک موت نہ دے جب تک میری آنکھیں بنو قریظہ کے انجام سے ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔ [1]

اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور نبی کریم ﷺ نے مسجد ہی میں ان کا خیمہ لگادیا تاکہ ان کی قریب سے عیادت کرتے رہیں۔ اور بنو قریظہ نے چونکہ

رسول اللہ ﷺ سے کیا ہوا عہد توڑ دیا تھا تو حضرت سعد بن معاذ ؓ کو انہوں نے حکم بنایا اور انہوں نے فیصلہ دیا کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے۔ جب مسلمان ان کے قتل سے فارغ ہوئے تو ان کا زخم پھر سے پھٹ گیا اور حضرت سعد ؓ کی شہادت ہو گئی۔ (ؓ)

اس موقع پر دوسری مرتبہ امّ سعد ؓ اپنے روشن اور چمکتے کردار کے ساتھ ظاہر ہوئیں اور انہیں سچائی کی سند عطا ہونی تھی۔ یہ اپنے بیٹے پر آنسو بہاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

ویل اُمّ سعد سعدا حزامة

ام سعد برباد ہو، سعد پر، دوراندیشی پر

ان لمحات میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں سچائی کی سند عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا

---

[1] دیکھئے تاریخ الاسلام (ص ۲۹۱ / ۲) سیر اعلام النبلاء (اص ۲۸۱) دلائل النبوۃ للبیہقی (ص ۴۴۰ / ۳)

"ہر رونے والی جھوٹ بولتی ہے سوائے اُمّ سعد رضی اللہ عنہا کے"۔[۱]

پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر لایا گیا اور جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا ان کی والدہ انہیں مسلسل یاد کر کے روتی رہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بشارت سنائی اس بشارت کے واقعہ کو "اسماء بنت یزید بن السکن" نے نقل کیا ہے کہ

جب سعد بن معاذ کا انتقال ہو گیا تو ان کی والدہ آہ وزاری کرنے لگیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا "کیوں نہ تمہارے آنسو روک دیئے جائیں اور تمہارا غم دور کر دیا جائے۔ تو سنو! تمہارا بیٹا وہ پہلا شخص ہے جسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ ہنسے ہیں اور عرش تھرّا اٹھا ہے۔[۲]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ کلمات سننے کے بعد یہ صابر صحابیہ رونے سے رک گئیں اور اپنے بیٹے کو اللہ کی بارگاہ میں شہید سمجھنے کے بعد چپ ہو گئیں کیونکہ انہیں شہید کا مرتبہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت معلوم تھی۔

جب اللہ تعالیٰ نے بنو قریظہ کے قلعوں پر مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی تو مسلمانوں کو بڑی غنیمت حاصل ہوئی اور غنیمت میں معرکہ میں شریک خواتین کو بھی حصہ دیا گیا۔ اس غزوہ میں شریک ہونے والی خواتین میں حضرت صفیہ بنت عبد المطلب، اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا، اُمّ سلیط رضی اللہ عنہا، اُمّ العلاء، سمیرا بنت قیس، اور اُمّ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہا شامل تھیں۔[۳]

اُمّ سعد رضی اللہ عنہا کو جنت کی بشارت...... اللہ تعالیٰ نے توکّل اور صبر کرنے والوں کی جزاء کے لئے فرمایا۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے ہم نے ان کے لئے ایسی جنت بنائی ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ ان کے عمل کرنے والوں کا بہترین اجر ہے۔ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر توکل کیا۔ (عنکبوت آیت (نمبر ۵۸۔۵۹)

---

[۱] دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۲۸۷ / ۱) اسد الغابۃ ترجمہ (نمبر ۷۲۳۰)

[۲] طبقات ابن سعد (ص ۴۳۴ / ۳) سیر اعلام النبلاء (ص ۲۹۴ / ۱) مجمع الزوائد ص ۳۰۹

[۳] (۳) مغازی الواقدی (ص ۵۲۲ / ۲) سیرت حلبیہ (ص ۶۶۶ / ۲)

یہ پاکباز بافضیلت صحابیہ ان بہترین خواتین میں سے تھیں جنہوں نے صبر اور توکل کے معاملے میں حیرت انگیز مثالیں قائم کیں۔ اور یہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا پر بہت زیادہ حریص تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کو ہر مہنگی بہترین چیز اور سارے مال و اولاد پر ترجیح دیتی تھیں اس سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول کی انتہائے رضا کیا ہوگی۔

اور اسی وجہ سے انہیں جنت کی بشارت بھی ملی۔ انہوں نے اپنے بیٹے عمرو اور ان کے بھائی سعد رضی اللہ عنہ کی شہادت پر بھی صبر کیا اور سنت نبویہ میں ایسے واضح اشارات اور کھلے دلائل موجود ہیں جو صابرین کے لئے جنت کی بشارت دیتے ہیں۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

جس نے اپنی اولاد میں سے تین بیٹے اللہ کے راستے میں دیئے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ایک عورت نے کھڑے ہو کر کہا، اور جو دو دے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "دو" والا بھی۔ تو اس عورت نے کہا کہ کاش میں "ایک والا" کہہ دیتی۔ [1]

اور حضرت اُمّ سعد رضی اللہ عنہا تو ان خواتین میں سے تھیں جن کے دو بیٹے اللہ کی راہ میں شہید ہوئے۔ (واللہ عندہٗ حسن الثواب)

اور اُمّ سعد کو جنت کی بشارت غزوۂ احد میں ملی وہ نبی کریم ﷺ طرف دوڑتی ہوئی آرہی تھیں آنحضرت ﷺ اپنے گھوڑے پر سوار تھے اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے گھوڑے کی باگ سنبھالے ہوئے تھے۔ تو حضرت سعد نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میری والدہ آرہی ہیں۔ تو آپ ﷺ نے جواب دیا انہے خوش آمدید، پھر آپ کھڑے ہوگئے وہ قریب آئیں تو آپ ﷺ نے ان سے ان کے صاحبزادے عمرو بن معاذ کی شہادت پر تسلّی دی اور فرمایا۔

"اے اُمّ سعد تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو مبارک ہو کہ بے شک ان کے شہید اور وہ سب جنت میں ایک ساتھ ہوں گے اور شہیدوں کی اپنے گھر والوں کے لئے

---

[1] یہ حدیث بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی اور مسند احمد میں موجود ہے۔

شفاعت قبول کی جائے گی۔"[1]

تو اُمّ سعد ؓ بولیں یارسول اللہ ﷺ اس خوشخبری کے بعد ان پر کون روئے گا۔ پھر کہا کہ یارسول اللہ ان کی آنے والی نسل کے لئے دعا فرمایئے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ

"اے اللہ !ان کے دلوں سے غم کو دور کردے اور ان کی مصیبت پر انہیں راضی کردے اور ان کے بعد والوں کو اچھا بنا۔[2]

اس طرح اُمّ سعد ؓ نے جنت کی بشارت پالی اور اس بشارت میں آنحضرت ﷺ کی دعا کی برکت سے شہیدوں کی مائیں بہنیں بھائی اور بیویاں بھی داخل ہو گئیں۔

آخر میں، یہ کہ یہ کچھ لمحات جلیل القدر صحابیہ کی سیرت پر گزرے، ہم اللہ تعالیٰ سے پُر امید ہیں کہ ہم ان کی سیرت اور ان کے احوال میں گفتگو میں کامیاب رہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت کبشہ اُمّ سعد ؓ سے راضی ہو جو ایک صابر مومنہ راست گو صحابیہ تھیں۔

بہادروں کی ماں کی سیرت کے اخیر میں ہم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دہراتے ہیں۔

ان المتقين فی جنت و نهر فی مقعد صدق عنه مليك مقتدر

بے شک پرہیزگار لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے بہترین مقام پر طاقتور بادشاہ کے ہاں۔ (سورۃ القمر آیت نمبر ۵۵)

---

[1] یہاں بارہ شہید ہیں اور بارہ کے بارہ بنو عبد الاشھل سے تعلق رکھتے تھے ان کے نام جاننے کے لئے دیکھئے المغازی (ص ۳۰۱ / ۲) الدرر (ص ۱۶۸) تاریخ اسلام ذھبی (ص ۲۰۱)

[2] دیکھئے المغازی (ص ۳۱۵ / ۲) السیرۃ الحلبیۃ (ص ۵۴۵ / ۲)

اُمّ المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

تم میں سے وہ عورت سب سے پہلے مجھ سے ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے (الحدیث)

بے شک زینب بنت جحش بہت آہیں بھرنے والی ہے۔ (الحدیث)



اُمّ المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

معزز سیدہ......اس جلیل القدر صحابیہ نے فضیلت کے تمام پہلوؤں کو جمع کر لیا تھا اور اسی طرح نیکی تمام پہلوؤں کے ساتھ ان میں جمع تھی۔

ان کے ماموں زاد، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں علی الاطلاق افضل ترین شخصیت یعنی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔

ان کے ایک ماموں سید الشہداء، اللہ کے شیر اور رسول اللہ ﷺ کے سپاہی سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ تھے۔

ان کے بھائی۔ اسلام کے پہلے علمبردار، جن کے ہاتھ میں سب سے پہلے اسلام کا جھنڈا لہرایا گیا۔ سب پہلے جنہیں امیر المومنین کہا گیا، شہداء کی جماعت کے ایک فرد جنہیں "مُجدّع" کا لقب دیا گیا، سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تھے۔

ان کے دوسر بھائی اسلام کے بزرگ اور شعراء میں سے تھے ان کا نام سیدنا ابو احمد بن جحش رضی اللہ عنہ تھا۔

ان کی ہمشیرہ پہلے اسلام لانے والوں کی فہرست میں شامل، حمنہ رضی اللہ عنہا بنت جحش تھیں۔

ان کی والدہ محترمہ، رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی جنہیں آپ ﷺ نے خیبر کی کھجوروں میں سے چالیس وسق کھجوریں کھلائیں۔ یعنی امیمہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا

اور یہ وہ خود وہ ہستی ہیں جن کا ساتوں آسمان سے اوپر آنحضرت ﷺ سے نکاح ہوا۔

یہ مبارک خاتون اسلام ہجرت، جہاد، صبر، زھد وغیرہ میں سر فہرست نظر آتی ہیں۔ علامہ ابو نعیم اصبہانی نے ان کی سیرت کو ان الفاظ سے شروع کیا ہے۔

"صاحب خشوع، رضاء الٰہی کی طالب، خشیّت الٰہی سے رونے والی دعا گو خاتون"[1]

علامہ نوویؒ نے ان کا تعارف یوں کر لیا ہے۔

---

[1] الحلیۃ (ص ۵۱ / ۲)

زینب بنت جحش بن اثاب الاسدیہ۔ کنیت اُمّ الحکم، ان کی والدہ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب تھیں۔ [1]

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت بعثت نبوی سے ۳۳ سال قبل مکہ میں بمطابق ۵۹۰ء ہوئی۔ بنو اسد خزیمہ کے قبیلے مین تولدّ ہوا اور ان کی پرورش بڑے ناز و نعم، عزت و جمال اور حسب نسب کے فخر کے ساتھ ہوئی اور یہ بھی کبھی خود فرمایا کرتیں کہ میں عبد شمس کی اولاد کی سردار ہوں۔ [2]

جماعت اول کی فرد...... اسلام کی معطر ہوائیں جب اُمّ القریٰ مکہ میں اپنی خوشبو مہکا رہی تھیں اور باشعور عقلمند لوگ اپنے پُر خلوص اور جاہلیت کے مخمصوں سے نجات پانے کے متلاشی دلوں کے ساتھ اس دعوت کو قبول کرنے لگے۔ ایسے میں عبد اللہ بن جحش بھی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اس دعوت کو سن کر قبول کیا اور اپنے مسلمانوں ہونے کا اعلان بھی کیا اور ان کے ساتھ جلد ہی ان کے خاندان نے اسلام قبول کر لیا اور ان کی بہن زینب بھی ان ایمان لانے والوں میں سے تھیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا ایک پُر خلوص، پاکباز دل کی مالک تھیں اور اس اندھی بدبودار جاہلیت کی عادت سے نفرت کیا کرتی تھیں۔ یہ اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئیں اور اسلام میں اتنی مخلص ثابت ہوئیں کہ اس اخلاص کی بدولت عورتوں کی دنیا میں رواع، تقویٰ، سخاوت اور بھلائی کے کاموں کے اعتبار سے سردار قرار پائیں۔

زینب رضی اللہ عنہا ہجرت کے مسافروں میں...... حضرت زینب رضی اللہ عنہا قرآنی چشمے کے فیوض سے حسب استطاعت لطف اندوز ہوتی رہیں اور اپنے دل گہرائیوں اور صدق ایمان کے ساتھ اپنے رب کی طرف متوجہ رہیں اور ان کا دل اسلام کی رحمت سے بھرپور تھا۔ اور وہ یہ دیکھ رہی تھیں کہ روز بروز مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور قریش اپنے تمام تر وسائل کے ساتھ مسلمانوں کو اللہ کے راستے سے روک رہے ہیں

---

[1] تہذیب الأسماء واللغات (ص ۳۴۴) [2] السمط الثمین (ص ۱۰۷)

اور ہر ایمان لانے والے کے آگے رکاوٹ بن رہے ہیں۔

قریش کے سرداروں کو مکہ میں اسلام پھیلنے سے دکھ تو تھا ہی، اور مدینے میں تیزی سے اسلام پھیلنے کی وجہ سے ان کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں، توانہوں نے مسلمانوں پر ظلم میں انتہا کر دی اور ان پر زندگی تنگ کر دی۔ اور صحابہ ؓ نبی کریم ﷺ سے شکایت کرتے تو آپ ان کی حوصلہ افزائی فرماتے اور انہیں صبر کی تلقین فرماتے اور اس عذاب سے چھٹکارے کی نوید سناتے۔

جب اللہ تعالیٰ نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا تو بنو جحش نے عبداللہ بن جحش ؓ کی قیادت میں ہجرت کی اس قافلے ابو احمد بن جحش، جو نابینا ہو گئے تھے، محمد عبداللہ بن جحش، اور خاندان کی خواتین جن زینب بنت جحش ؓ، ہمارے ان صفحات کی مہمان، حمنہ بنت جحش یعنی مصعب بن عمیر کی زوجہ، اور اُم حبیب بن جحش جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی زوجہ تھیں" شامل تھے۔

بنو جحش کے سب مرد و عورت مدینہ ہجرت کر گئے یہ سب مسلمانوں تھے، ان کے گھر ہجرت کی وجہ سے بند ہو گئے اس ہجرت نے قریش کے لوگوں پر بڑا اثر ڈالا تھا۔ اور ابو سفیان ؓ نے بنو جحش کے تمام گھروں پر قبضہ کر لیا اس بات کی شکایت جب حضرت عبداللہ بن جحش ؓ نے آنحضرت ﷺ سے کی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ کہ اے عبداللہ!

"کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس گھر کے بدلے میں جنت میں بہترین گھر عطا فرمائے انہوں نے جواب دیا کیوں نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ وہ تمہیں ضرور ملے گا۔"

یہاں دلچسپ بات یہ ہے کہ ابو احمد بن جحش ؓ نے اپنی ہجرت پر ایک شاندار قصیدہ کہا ہے جس میں ہجرت کے عوامل، اور قریش کے ظلم و ستم کا ذکر کیا ہے اور اپنی قوم ایمان، ہدایت اور سچائی کی اتباع کا تذکرہ بھی کیا ہے۔[۱]

میں نے تمہارے لئے اس کا انتخاب کیا ہے...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "تم میں زیادہ معزز تمہارا زیادہ تقوےٰ والا ہے" جب اسلام اس دنیا میں آیا تو اس کے اولین

---

[۱] اس بارے میں سیرت ابن ہشام (ص ۲/۴۷۲) البدایہ والنہایہ (۴ ص ۱۷۰) دیکھئے۔

مقاصد میں یہ بات شامل تھی کہ لوگوں کے درمیان فرق کو مٹادیا جائے۔ یہ وہ فرق تھے جو عصبیت اور جاہلی غیرت کی بنیاد پر قائم ہوئے تھے۔ تو اسلام نے فضیلت کی بنیاد و معیار تقویٰ کو قرار دے دیا۔ تقویٰ اسلام کا پیمانہ بنا اور نبی کریم ﷺ نے اس پیمانے اور لوگوں کے درمیان عملی مساوات کے فروغ اور قیام کے لئے جو قدم اٹھایا وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا حضرت زید بن حارثہ جو آپ ﷺ کے غلام تھے" سے نکاح کرنا تھا۔ تاکہ یہ بے کار طبقاتی فرق کا خاتمہ ہوسکے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بات حضرت زینب کو بتائی اور زید بن حارثہ سے نکاح کے لئے پیغام دیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ذہنی طور پر بڑی پریشان ہوئیں ان کے دل میں طرح طرح کے وسوسے آنے لگے کہ اس بے جوڑ شادی کو وہ کیسے نبھا سکیں گی کہ زید رضی اللہ عنہ ایک غلام اور یہ معزز سیدہ حسب نسب اور شرف کی مالک۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے وہ پسند نہیں، میں قریش کی ایک کنواری شریف زادی ہوں۔[1] آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مگر میں نے اسے تمہارے لئے پسند کیا ہے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ

"کسی مومن یا مومنہ کے لئے یہ حق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان کے بارے میں کوئی فیصلہ کر دیں تو انہیں کوئی اختیار ہو۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ سخت گمراہی میں ہوگا۔ (الاحزاب آیت نمبر ۳۶)

اس کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی ہمت نہ کر سکیں انہوں نے اس فیصلے کے آگے سر جھکا دیا اور ان کا زید بن حارثہ سے نکاح ہوگیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا اسی بنیاد پر کاربند ہوگئیں کہ لوگوں میں فضیلت کا معیار تقویٰ ہے۔

پھر یہ بات بھی تھی کہ زید بن حارثہ، امراء جہاد، میں سے تھے اور نبی کریم ﷺ نے انہیں بیٹا بنایا ہوا تھا اور اب یہ جوان ہوگئے تھے اور اب بھی انہیں زید بن محمد جاتا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا کہ

"اپنے متبنیٰ کو ان کے باپوں کے ناموں سے پکارو۔ یہی اللہ کے نزدیک بہترین بات ہے۔ اور اگر تمہیں ان کے باپوں کے نام معلوم نہیں تو وہ تمہارے دینی

---

[1] طبقات ابن سعد (۸ ص ۱۰۱)

بھائی ہیں۔ الاحزاب آیت (نمبر ۵)

اس کے بعد متبنّیٰ بنانے کا وہ دستور جو جاہلیت میں عام تھا، ختم ہو گیا اور اسلام میں ایک ریاست کے قیام اور خاندانی نظام کے احکامات کے مرتب کرنے کا کام شروع ہو گیا۔ اس طرح نسب کا سلسلہ اپنی حقیقی بنیادوں کی طرف منتقل ہو گیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ...... حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور زید کی ازدواجی زندگی ایک سال تک برقرار رہی اور اور پھر ان کے درمیان اختلاف شروع ہو گیا اور خاص طور پر جب اسلام نے، متبنّیٰ (منہ بولا بیٹا بنانے کو) ختم کیا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت زید سے خود کو برتر محسوس کرنے لگیں اور پھر معاملہ دن بدن بگڑتا چلا گیا اور اس جوڑے پر سیاہ بادل چھاتے چلے گئے اور یہ سب اللہ کی حکمت سے تھا۔

حضرت زید، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عزیز تھے وہ ان کے پاس جا کر شکایت کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں فرماتے، اپنی زوجہ کو اپنے ساتھ بنا رکھو اور اللہ سے ڈرو" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم زید کو نبھانے کی تلقین فرماتے۔

لیکن زید رضی اللہ عنہ اور زینب رضی اللہ عنہا کی زندگی میں خلوص اور پختگی نہیں لکھی تھی اور جدائی ان کے ازدواجی زندگی کا مقدّر تھی اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ وہ "متبنّیٰ" کی عادت کے خاتمے کے ساتھ اس کے جاہلی اصول و قواعد بھی ختم کر دے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت زینب کے ساتھ زندگی گزارنے کی مشکلات کو محسوس کر رہے تھے حتیٰ کہ وہ ان سے اکتا گئے اور بہت تنگ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے طلاق کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پھر نبھانے کی تلقین کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخوبی علم تھا کہ طلاق کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ زید کے بعد خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زینب سے زواج کا حکم دے چکے تھے تاکہ "متبنّیٰ" کی دوسری بدعات کا خاتمہ ہو سکے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل علیہ السلام یہ خبر بہم پہنچا چکے تھے کہ زینب رضی اللہ عنہا عنقریب آپ کی زوجیت میں آنے والی ہیں اور اس طرح ایک جاہلی رواج کا خاتمہ ہو گا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بات میں یہ محسوس کر رہے تھے کہ وہ مشرکین کی قیل و قال اور افواہ سازوں کی افواہوں کا نشانہ بن جائیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منہ

بولے بیٹے کی بیوی سے شادی کرلی ہے۔ تو آپ ﷺ اس بات سے بڑے خجل تھے اور منافقین اور یہود کے متوقع ہڑبونگ سے پریشان تھے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تلقین فرمائی اور افواہ سازوں کی باتوں کی طرف توجہ نہ کرنیکا حکم دیا اور پھر وحی اس نکاح کی وجوہات کی تفصیل کے ساتھ نازل ہوئی۔

"اور جب آپ ﷺ اسے یہ فرما رہے تھے جس پر اللہ نے (اسلام کے ذریعے) احسان کیا اور جس پر آپ ﷺ نے (آزادی کے ذریعے) احسان فرمایا تھا کہ اپنی زوجہ کے ساتھ نبھا اور اللہ سے ڈر۔ اور اللہ تعالیٰ زیادہ لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔ اور جب زید کا دل اس سے بھر گیا تو ہم نے اس عورت کا (زینب ؓ) آپ ﷺ کے ساتھ نکاح کر دیا ہے تاکہ مومنین پر اپنے متبنّیٰ کی بیویوں کے بارے میں کوئی حرج واقع نہ ہو۔ جب وہ (منہ بولے بیٹے) ان سے جی بھر چکیں...اور اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے۔ سورۃ الاحزاب (آیت نمبر ۳۷)

اس طرح اللہ تعالیٰ کا حکم آیا اور آنحضرت ﷺ بغیر کسی حرج کے اسے نافذ فرمادیا۔

سات آسمانوں کے اوپر سے...... سیدہ زینب بنت جحش ؓ کو بڑا عظیم شرف حاصل ہوا جس نے انہیں اُمہات المومنین میں سے بنادیا اور یہ نبی کریم ﷺ کی زوجۂ مطہرہ بن گئیں۔

امام مسلمؒ اور امام احمدؒ نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ

"حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت زینب ؓ کی عدّت گزر گئی تو نبی کریم ﷺ نے زید ؓ کو ارشاد فرمایا۔ کہ "ان کے پاس جاکر میرا ذکر کرو"[1] تو وہ ان کے پاس آئے تو وہ اس وقت آٹا گوندھ رہی تھیں انہوں نے کہا کہ میں انکی طرف دیکھ کر یہ نہ کہہ سکا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں یاد کیا ہے۔ تو میں نے ان کی طرف پیٹھ کر کے کہا کہ "اے زینب! مبارک ہو مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے وہ تمہارا ذکر کر رہے ہیں (یعنی پیغام نکاح دینا چاہتے ہیں) تو زینب ؓ نے کہا کہ میں خدا کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کروں گی پھر وہ اپنی نماز پڑھنے کی جگہ پر چلی گئیں۔ اور قرآن

---

[1] یعنی پیغام نکاح دو۔

کی آیات رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئیں تو وہ بغیر اجازت گھر میں داخل ہو گئے۔[۱]

اس طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت زینب کا اپنے نبی سے نکاح کر دیا صرف اپنے فرمان کے ذریعے بغیر کسی ولی اور گواہ کے۔ اور اس بات پر وہ دوسری اُمّہات المومنین رضی اللہ عنہن پر اپنی فضیلت بتاتی تھیں اور کہتیں کہ تمہارا تو تمہارے گھر والوں نے نکاح کرایا اور اللہ نے میرا نکاح سات آسمانوں کے اوپر سے ہی فرما دیا۔[۲]

اور بعض دوسری روایات میں ہے کہ حضرت زینب کہتی تھیں، میں تم میں ولی اور سفیر کے اعتبار سے زیادہ معزز ہوں کیونکہ تمہارا نکاح تمہارے گھر والوں نے اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں سے اوپر سے کر لیا۔[۳]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ سے نکاح کئے جانے کی خبر ملی تو وہ سجدہ میں گر گئیں[۴] اور ایک روایت میں ہے۔

کہ جب حضرت زینب کو اللہ کی طرف سے نکاح کرائے جانے کی خبر ملی اور آیت نازل ہونے کا معلوم ہوا تو انہوں نے تشکّر کے طور پر دو مہینے کے روزے رکھنے کی نذر مان لی اور یہ خوشخبری لانے والے کو اس وقت پہنا ہوا زیور انعام میں دے دیا ہے۔[۵]

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ان کے پاس تشریف لے گئے تو ان سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے انہوں نے کہا کہ "برّہ" تو آنحضرت ﷺ نے ان کا نام زینب رکھ[۶] دیا۔ علامہ ابن سعد اور ابن اثیرؒ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ولیمے میں گوشت اور روٹی کا اہتمام کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ حق بات ہی فرماتا ہے...... اللہ تعالیٰ کی طرف سے "تبنّی" کے ابطال کا

---

[۱] دیکھئے صحیح مسلم کتاب النکاح حدیث نمبر ۱۴۲۸ (مسند احمد ص ۱۹۵ / ۳) نسائی (ص ۷۹ / ۶)
[۲] یہ حدیث امام بخاریؒ نے کتاب التوحید، باب کان عرشہ علی الماء پر نقل کی ہے۔
[۳] طبقات ابن سعد (ص ۱۰۳ / ۸) الاستیعاب (ص ۳۰۷ / ۴) اسد الغابہ ترجمہ (۶۹۴۷)
[۴] دیکھئے تھذیب الاسماء واللغات (ص ۳۴۵ / ۲)
[۵] دیکھئے انساب الاشراف (ص ۴۳۶ / ۱)
[۶] اس حدیث کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔ مزید دیکھئے اسد الغابۃ ترجمہ (نمبر ۶۹۴۷)

حکم نازل ہوا اور نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کر لیا اور یہ واقعہ ابھی تازہ ہی تھا کہ منافقین اور افواہ سازوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ محمد ہمیں اپنی بہوؤں سے نکاح کرنے کو کیسے منع کرتا ہے حالانکہ اس نے خود زید کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ بڑے خوددار ہیں انہوں نے فوراً ان کی بکواس کی تردید میں ارشاد نازل فرمایا۔

نبی کے لئے اس بات میں کوئی حرج نہیں جو اللہ نے ان پر فرض کر دی ہو یہ اللہ تعالیٰ کی عادت ان لوگوں کی بابت بھی تھی جو گزر چکے اور اللہ تعالیٰ کا حکم مقدر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے احکامات کی تبلیغ کرتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ (الاحزاب آیت نمبر ۳۸۔۳۹)

پھر اللہ تعالیٰ نے (تبنی کے خاتمہ اور اس کے اوپر مترتب ہونے والے حقوق کے بطلان اور آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کا ذکر کیا فرمایا۔ اور محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے والد نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ الاحزاب آیت (نمبر ۴۰)

نزول حجاب...... امّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی برکات اور فضائل میں سے ایک فضیلت بابرکت ان کے سبب سے "پردے کی آیات کا نزول بھی ہے۔ یہ اس وقت ہوا کہ جب آنحضرت ﷺ ان کا ولیمہ فرما رہے تھے اور یہی ولیمہ نزول حجاب کا سبب بنا۔

امام بخاریؒ اور مسلمؒ وغیرہ نے نزول حجاب کا قصہ روایت کیا ہے اور ہم دلوں کی شفا حکمت اور نصیحت بھرے قصہ کو امام بخاری کی سند سے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زبانی نقل کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب سے نکاح کے دوسرے دن ولیمہ کا اہتمام فرمایا اور مجھے کھانے کی دعوت دینے پر مامور کر دیا گیا تو لوگوں کی جماعتیں آتیں اور کھا کر چل دیتیں اور میں لوگوں کو بلا بلا کر لاتا آخر میں کوئی ایسا نہ رہا جسے میں بلا کر لاتا تو میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اب کوئی ایسا شخص نہیں رہا جسے میں بلاؤں تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "کھانا اٹھالو" اور اس وقت لوگوں کی تین

ٹکڑیاں بیٹھی آپس میں گفتگو میں مشغول تھیں آنحضرت ﷺ گھر سے نکل کر حضرت عائشہ ؓ کے حجرے کے پاس تشریف لائے اور السلام علیکم کہا انہوں نے جواب دیا اور دریافت کیا کہ آپ نے نئی اہلیہ کو کیسا پایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مبارک کرے۔ پھر آنحضرت ﷺ تمام ازدواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے اور وہاں بھی وہی گفتگو ہوئی جو حضرت عائشہ ؓ سے ہوئی۔

پھر آنحضرت ﷺ لوٹ کر آئے اور دیکھا کہ وہ تینوں گروپ بیٹھے ابھی تک باتوں میں مشغول ہیں۔ آنحضرت ﷺ انتہائی حیادار تھے۔ پھر مجھے نہیں معلوم کہ آنحضرت ﷺ کو کس نے بتایا کہ وہ لوگ چلے گئے تو آپ ﷺ پھر واپس لوٹ آئے۔ ابھی ان کا قدم دروازے کی دہلیز پر ہی تھا کہ آپ ﷺ پر آثار وحی طاری ہوئے اور پردے کی آیات نازل ہوئیں۔[1]

یہاں پردے کی آیات سے مراد ارشاد باری تعالیٰ کی یہ آیات ہیں۔

"اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے جب کسی کھانے پر (تو تم بیٹھے ان کے برتنوں کو نہ تکتے رہو) اور جب تمہیں بلایا جائے تو داخل ہو اور جب کھانا کھا چکو نکل پڑو۔ باتیں کرنے نہ لگو۔

اس بات سے نبی ﷺ کو ناگواری ہوتی ہے۔ سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صاف صاف بات کہنے سے کسی کا لحاظ نہیں کرتا اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو، یہ بات (ہمیشہ کے لئے) تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور تم کو جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری (نصیحت کی) بات ہے۔ (الاحزاب آیت نمبر ۵۳)

جی ہاں یہ آیات حجاب لوگوں کی تسلیم اور نصیحت کے لئے نازل ہوئیں کہ لوگ نبی کے گھر میں بغیر اجازت داخل نہ ہوں اور جب انہیں کھانے وغیرہ پر بلایا جائے تو وہ آئیں مگر کھا کر جلد چلے جائیں گپ شپ کے لئے نہ رکیں۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ الاحزاب (ص ۱۴۹/ ۶) صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۴۲۸
(مزید دیکھئے تفسیر ماوردی اور ابن کثیر، قرطبی سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۵۳)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ۔

پردے کا نزول سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے موافقات میں سے ہے امام بخاریؒ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کے ہاں "نیک و بد" ہر طرح کے لوگ آتے ہیں اگر آپ چاہیں تو اُمّہات المومنین کو پردہ کرنے کی تلقین فرمائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حجاب کی آیات نازل فرمائیں۔[1]

طبقات کبریٰ میں ابن سعدؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ پہلی مرتبہ آیات حجاب آنحضرت ﷺ اور زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کے دن نازل ہوئیں یہ ہجرت کا پانچواں سال تھا، اللہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کو مسلم خواتین کے لئے قیامت تک کے لئے بابرکت قرار دیا، اور حوّا کی بیٹیوں پر پردہ کو فرض قرار دے کر شرف پاکیزگی اور خلوص کا تحفہ عطا فرمایا۔[2]

نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوات وحج میں ہمرکابی......جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ طائف کے لئے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ کے ہمراہ آپ کی دو شریک حیات، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں اور آنحضرت ﷺ نے دونوں ازواج کے لئے دو خیمہ لگوا دیئے تھے اور پورے حصار طائف کے دوران آپ ﷺ ان دونوں خیموں کے درمیان نماز ادا فرماتے تھے۔

اور حجتہ الوداع میں حضرت اُمّ المومنین زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تھیں اور آنحضرت ﷺ نے خواتین سے حجتہ الوداع میں مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم اپنے گھروں میں رہنا اور چادر کا اہتمام رکھنا" اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی تمام زوجات حج کیا کرتی تھیں مگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نہیں کیا کرتی تھیں، فرماتیں کہ ہماری سواری رسول اللہ ﷺ کے بعد حرکت نہیں کرے گی۔[3]

طبقات ابن سعد میں ہے کہ

---

[1] بخاری کتاب التفسیر (سورۃ الاحزاب)

[2] طبقات ابن سعد (ص ۱۷۳ / ۸) مزید دیکھئے الفصول فی سیرۃ الرسول (ص ۲۴۶)

[3] دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۲۰۸ / ۸) المغازی (ص ۱۱۱۵ / ۳) انساب الاشراف (ص ۲ / ۴۶۵)

حضرت زینبؓ نے حجتہ الوداع کے بعد کوئی حج نہیں کیا یہاں تک کہ آپ کی وفات خلافت فاروقی کے وقت میں ہوئی۔ حضرت زینبؓ نے نبی کریم ﷺ کی اس وصیت پر پورا پورا عمل کیا کہ جو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ "تم میں سے جو (زوجہ) تقویٰ کا اہتمام کرے گی کوئی غلط کام نہ کرے گی اور پردے کی پشت کو لازم رکھے گئی وہ آخرت میں بھی میری زوجہ ہو گی۔[۱]

حضرت زینبؓ اور حضرت عائشہؓ......اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اُمّ المومنین حضرت زینبؓ کے بارے میں ایک واضح گواہی موجود ہے جو اپنی حیثیت میں سچائی اور تعجبؔ کی حامل ہے اور حضرت زینبؓ کی پاکبازی، عفت اور اچھے اخلاق کی سند ہے حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا، کہ

حضرت زینب بن جحش مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کے نزدیک میرے برابر تھیں اور میں نے زینبؓ سے زیادہ کسی عورت کو دین میں بہتر، اللہ سے بہت زیادہ ڈرنے والی، راست گو اور صلہ رحمی کرنے والی اور زیادہ صدقہ کرنے والی نہیں پایا۔[۲]

امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی سند سے بحوالہ عروہ بن زبیر، حضرت عائشہؓ سے اس گواہی کو نقل فرمایا ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔

میں نے اس سے اچھی خاتون نہیں دیکھی اور نہ ہی زیادہ صدقہ کرنے والی نہ ہی بہت زیادہ صلہ رحمی کرنے والی اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے بہت زیادہ خرچ کرنے والی زینب سے زیادہ کسی کو نہیں پایا۔ اور اسی طرح کی گواہی حضرت زینبؓ سے حضرت عائشہؓ کے بارے میں بھی منقول ہے۔ جب واقعۂ افک میں نبی کریم ﷺ نے ان سے حضرت عائشہؓ کے بارے میں دریافت فرمایا۔ یہ واقعہ بخاری شریف میں مروی ہے ہم اس طویل قصے سے حضرت زینب والا ٹکڑا نقل کرتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے زینبؓ سے میرے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے جواب دیا کہ "میری سماعت و بصارت اکارت

---

[۱] طبقات ابن سعد (ص ۲۰۸/ ۷)

[۲] یہ حدیث مسلم شریف میں ہے۔ مزید دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۲۱۳/ ۲)

ہو جائیں میں نے اسے صرف خیر ہی پر پایا ہے" حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ یہی خاتون ازواج رسول ﷺ میں میرے برابر (مرتبے میں) تھیں اللہ تعالیٰ نے انہیں تقویٰ کی بدولت محفوظ رکھا اور اصحاب افک ہلاک ہو گئے![1]

اللہ تعالیٰ اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے راضی ہو وہ فتنہ سے نفرت کرتی تھیں اور وہ اس بات کی استطاعت بھی رکھتی تھیں کہ وہ اس موقع سے جو چاہیں فائدہ اٹھا سکتی تھیں لیکن انہوں نے بھلائی کی ہی بات کہی اور سچ اور انصاف کے علاوہ کچھ نہ کہا۔

یہاں یہ بات ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ اس گناہ گار قصہ میں ملوّث ہونے والے لوگوں میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابیٔ بن سلول حمنہ رضی اللہ عنہا بنت جحش (جو حضرت زینب کی بہن تھیں) مسطح رضی اللہ عنہ بن اثاثہ، حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت شامل تھے اور اس کے نتیجے میں افواہوں پر قائم رہنے والے صرف عبداللہ بن ابیٔ اور اس کے متبعین ہی رہ گئے تھے اور ان تین حضرات نے سچی توبہ کرلی تھی۔

اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت نے اپنی غلطی کا مداوا کرنے کے لئے اعتزار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک قصیدہ بھی پیش کیا اور حضرت عائشہ واقعی اس مدح کی اہل تھیں۔

حصان رزان ماتزن بریبة

پاک دامن، اور باوقار سنجیدہ عورت جو کسی شک سے ملوّث نہیں جا سکتی

وتصبح غرثی من لحوم الغوافل

اور وہ بے خبر عورتوں کے گوشت سے بھوکی، صبح کرتی ہے

عقیلة حی من لوئی بن غالب

لوی بن غالب کے قبیلے کی باشعور خاتون ہے

---

[1] صحیح بخاری میں سورۂ نور کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔ مزید تفسیر ابن کثیر اور یہ "اسباب نزول للواحدی" کا مطالعہ فرمائیں۔

کرام المساعی مجدھم غیر زائل
جن کی کوششیں مکرم اور ان کی بزرگی لازوال ہے

مھذبة قد طیب اللّٰہ خیمھا
تہذیب سیکھی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے خیمے کو صاف رکھا ہے

وطھر ھامن کل سوء و باطل
اور ہر برائی اور باطل سے اسے پاک رکھا ہے

حضرت زینب کی قدر و منزلت اور فضیلت......رسول اللہ ﷺ کے نزدیک حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا بہت اونچا مرتبہ تھا اور ان کی بڑی حیثیت تھی۔ ابن سعدؒ نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زوجات میں سے آپ کے نزدیک زیادہ مرتبہ حضرت عائشہ، اُمّ سلمہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تھا۔ مزید یہ کہ آپ ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حجرے میں نمازیں بھی ادا فرمایا کرتے تھے اور یہی بہت بڑی منقبت اور ان کی برکات میں سے ایک برکت ہے۔

یہیں ایک واقعہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے دل میں حضرت زینب کی قدر و منزلت اور الفت کا غماز ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ آپ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد تھوڑی دیر تمام ازواج کے پاس تشریف لے جاتے اور دل جوئی کے لئے ان سے گفتگو فرماتے اور کبھی کسی کے پاس زیادہ دیر ہو جاتی تو بعض ازواج مطہرات کو فطری طور پر ناگواری محسوس ہوتی تو ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش کے پاس تشریف لائے اور وہاں تھوڑی دیر ٹھہرے اور شہد نوش فرمایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کے دل میں عورت کی فطری غیرت اور ناگواری نے جنم لیا۔ ہم یہ باقی ماندہ قصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی ہی پیش کرتے ہیں۔ بخاری شریف میں یہ قصہ مفصّل مذکور ہے۔ فرماتی ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ حضرت زینب بنت جحش کے ہاں شہید نوش فرمایا کرتے اور وہاں

ٹھہرا کرتے تھے میں نے اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے مشورہ کیا[۱] کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی آپ ﷺ تشریف لائیں تو وہ کہہ دے کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے

اور مجھے مغافیر کی بو آرہی ہے (تو ایسا ہی کیا گیا) تو نبی کریم ﷺ نے اس بات کی تردید کی اور فرمایا کہ "نہیں بلکہ میں نے تو زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد نوش کیا ہے اور اب آئندہ میں ہرگز نہیں پیوں گا۔" اور میں نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو قسم دی تھی کہ وہ کسی کو بھی یہ راز نہیں بتائے گی۔[۲] اس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد نازل ہوا کہ

"اے نبی جو چیزیں تم کو اللہ تعالیٰ نے حلال کی ہیں انہیں کیوں حرام کرتے ہو"۔ تم اپنی بیویوں کی خوشی اس سے چاہتے ہو، اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ (التحریم آیت نمبر "۱") اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے قسم کا کفّارہ ادا فرمایا اور ازواج مطہرات نے اللہ کے حضور توبہ کی۔

حضرت زینب کی ایک فضیلت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں خشوع و خضوع کی سند عطا فرمائی اور اس سند نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مقام عبادت میں انتہائی اونچے مرتبے پر فائز کر دیا تھا۔ عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ

"زینب بنت جحش اوّاھہ (آہ و زاری کرنے والی) ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اوّاھہ کا کیا مطلب۔ تو فرمایا کہ خشوع و خضوع اور اللہ کے سامنے رونے والی۔ اور بے شک حضرت ابراہیمؑ اوّاہ منیب تھے (یعنی اللہ کے سامنے رونے والے اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے تھے[۳]

اسی وجہ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مقام و مرتبہ پہچانا جاتا تھا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا دوسری ازواج مطہرات پر تین صفات کی وجہ سے فخر کیا کرتی تھیں۔ حضرت امام شعبیؒ نے نقل کیا ہے کہ

۱۔ اس کی ناگوار بدبو ہوتی ہے۔

۲۔ دیکھئے صحیح بخاری تفسیر سورۂ تحریم۔ صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۴۷۴۔ مزید دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۲۱۴ / ۲) تفسیر قرطبی سورۂ تحریم

۳۔ (۲) دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۲۱۷ / ۲) الاستیعاب (ص ۳۹ / ۴) عیون الاثر (ص ۳۸۴ / ۲)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا خود نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کرتیں کہ میں آپ کو تین ایسی باتیں بتاتی ہوں اور آپ کی کسی اور زوجہ کو حاصل نہیں، ایک یہ کہ آپ کے اور میرے جدامجد ایک ہی ہیں، دوسرے یہ کہ میرا اور آپ کا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمانوں ہی میں فرمادیا تیرے یہ کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہمارے نکاح کے سفیر تھے۔[1]

جو فخر کرنا محمود ہے اس فخر کا مقام یہ ہے کہ حضرت زینب کو شرف قرابت داری کا اعزاز حاصل تھا اور وہ دوسری ازواج مطہرات پر اپنی فضیلت یوں بتلایا کرتی تھیں کہ۔

"میں تم میں باعتبار ولی اور سفیر کے زیادہ معزز ہوں تمہیں تمہارے گھر والوں نے جب کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں دیا۔"

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا پر آنحضرت ﷺ بہت نازاں تھے اور انہیں بہت چاہتے تھے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا خود بھی انتہائی نیک روزے نماز وغیرہ کثرت سے ادا کرنے والی تھیں۔[2]

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی تعریف و مدح ...... اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا میں بھلائی کی تمام صفات، دین، خیر، سخاوت اور اس جیسی تمام خوبیاں جمع تھیں اور اسی وجہ سے ان کی سوکنوں کی زبان سے بھی ان کی مدح میں الفاظ منقول ہیں۔

حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے انتقال کی خبر ملی تو فرمایا کہ "آج ایک عبادت گزار، محبوب خاتون چلی گئی جو یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کیا کرتی تھی۔"

ایک اور موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا پر رحم فرمائے انہیں اس دنیا میں وہ شرف حاصل ہوا تھا جو کسی کو بھی حاصل نہیں ہو سکا، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی کے نکاح میں اس دنیا میں دیا اور قرآن نے بھی اس بات کی گواہی دی۔[3]

---

[1] دیکھئے البدایہ والنہایۃ (ص ۱۴۶ / ۴) انساب الاشراف (ص ۴۳۵ / ۱)

[2] دیکھئے تہذیب الاسماء واللغات (ص ۳۴۵ / ۲) [3] حوالہ بالا

اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بھی اس مدح میں شریک ہیں فرماتی ہیں کہ "وہ ایک نیک اور روزے نماز کی کثرت سے ادائیگی کرنے والی خاتون تھیں۔" [1]

اور اسی طرح بڑے علماء، محدّثین اور مؤرّخین نے اُمّ المومنین حضرت زینب کی مدح و ثناء میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

امام ذھبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا انتہائی دیندار، بھلائی اور صدقہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والی خاتون تھیں۔ [2] ایک اور جگہ لکھا ہے کہ وہ دین، تقویٰ، ورع، سخاوت اور بھلائی کے کاموں کے اعتبار سے خواتین کی سردار تھیں۔ [3]

علامہ ابن کثیرؒ نے مہکتے الفاظ میں یوں مدح کی ہے کہ "حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا پہلی مہاجر خواتین میں سرفہرست تھیں اور صدقہ اور بھلائی کے کام بہت زیادہ کیا کرتی تھیں۔ [4]

علامہ واقدیؒ سے امام ذھبیؒ نے وہ شہادت نقل کی ہے جو اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی فضیلت کی غماز ہے وہ کہتے ہیں کہ

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نیک خو، روزے اور نماز کثرت سے ادا کرنے والی خاتون تھیں وہ اپنے ہاتھ سے کچھ کام کر کے اس کی آمدنی مساکین پر خرچ کر دیتی تھیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی کرامات اور ان کا زہد...... اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا دنیا کی رنگینیوں، مال یا اور کسی چیز کی شوقین نہیں تھیں بلکہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں وہ چمڑا وغیرہ صاف کرتیں یا ہاتھ سے ریشم کا اون بنا کر بیچ دیتیں اور اس کی ساری آمدنی اللہ کے راستے میں خرچ کر دیتیں۔

ان کی کرامت اور دعا کے قبول ہونے اور ان کے زہد پر بے شمار دلائل اور گواہ موجود ہیں۔ ہم برزہ بنت رافع کی زبانی ان کے حالات پیش کرتے ہیں۔

فرماتی ہیں کہ جب عطیہ نکالے گئے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی پاس

۱۔ دیکھئے حوالہ بالا

۲۔ تاریخ الاسلام ذھبیؒ (ص ۲۱۲ / ۳)

۳۔ سیر اعلام النبلاء (ص ۲۱۲ / ۲)

۴۔ البدایۃ والنہایۃ (ص ۱۴۸ / ۴)

عطیہ بھیجا۔ جب وہ ان کے پاس لایا گیا تو انہوں نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔ میری دوسری بہنیں اس عطیہ کی زیادہ حقدار ہیں۔ تو لانے والوں نے کہا یہ سب آپ کا ہے۔ انہوں نے فرمایا سبحان اللہ! اور اس عطیہ کو ایک کپڑے سے ڈھک دیا اور پھر مجھے ارشاد فرمایا اپنا ہاتھ اس کپڑے کے نیچے لاؤ اور ایک مٹھی بھر لو اور یہ لے کر بنی فلاں، اور بنی فلاں کو دے کر آجاؤ۔ (یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے کچھ اقارب اور یتیم تھے۔) حتیٰ کہ اس کے نیچے تھوڑے بہت درہم رہ گئے تو میں نے عرض کیا۔ اے اُمّ المومنین اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔ ہمارا بھی اس میں کچھ حق ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ چلو جتنا اس کپڑے کے نیچے باقی ہے وہ سب تم لے لو۔ تو میں نے دیکھا وہ ۸۵ درہم تھے۔ پھر انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ اے اللہ اس سال کے بعد مجھے عمر کے عطایا نہ ملیں۔ برزہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اسی سال حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی۔[1]

طبقات ابن سعد میں ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس یہ مال لے جایا گیا تو وہ کہنے لگیں کہ اے اللہ آئندہ میں یہ مال نہ دیکھوں، یہ تو فتنہ ہے پھر انہوں نے اپنے اقارب اور ضرورت مندوں میں یہ مال تقسیم کرادیا۔ جب یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو وہ بولے کہ یہ ایسی خاتون ہیں جس سے خیر ہی کی امید کی جاسکتی ہے۔ اس کے بعد وہ آئے اور ان کے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام عرض کیا اور فرمایا کہ آپ نے مال تقسیم کیا ہے مجھے معلوم ہے۔ پھر انہوں نے ایک ہزار درہم انہیں بھجوائے کہ اپنی ضروریات کے لئے رکھ لیں لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اسے بھی غرباء اور ضرورت مندوں میں تقسیم کرادیا۔[2]

ان کے زھد کی نشانیوں میں ایک بات طبقات ابن سعد میں نقل کی گئی ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش نے ترکہ میں کوئی درہم یا دینار نہیں چھوڑا وہ چیز پر بھی

---

[1] دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۱۰۹ / ۸) صفۃ الصفوۃ (ص ۴۹ / ۲) سیر اعلام النبلاء (ص ۲۱۲ / ۲) فتوح البلدان (ص ۵۵۵)

[2] حیاۃ الصحابۃ (ص ۲۳۵ / ۲)

قادر ہوتیں اسے صدقہ کر دیتیں اور یہ مساکین کی پناہ گاہ تھیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ......۲۰ھ بمطابق ۶۴۱ء اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے محسوس کیا کہ اب وہ اپنے رب ذوالجلال کی خدمت میں حاضر ہونے کا وقت آگیا ہے اور وہ تو ہمیشہ ہی اس مبارک ملاقات کے لئے تیار رہتی تھیں اور جب ان کے وفات کا وقت قریب آیا تو توانہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنا کفن تیار کیا ہوا ہے شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی کوئی کفن بھیج دیں تو دونوں میں سے کوئی ایک کفن صدقہ کر دینا اور اگر تم میری ازار صدقہ کر سکو تو کر دینا۔[1]

سکرات موت کے عالم میں صدقہ اور بھلائی کرنا یہی دنیا میں زھد اور آخرت کا سامان ہے اور کیا زبردست سخاوت اُمّ المومنین کی تھی اسی لئے یہ بات حق ہے کہ حضرت زینب اُمّ المساکین تھیں۔ رضی اللہ عنہا)

آخری لمحات میں انہوں نے جو وصیت کی وہ یہ تھی کہ میرا جنازہ نبی کریم کی چارپائی پر لے جایا جائے۔ اور یہ ازواج مطہرات میں سب سے پہلے عالم برزخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملنے والی زوجہ تھیں۔

جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو ان کی وفات کی اطلاع ملی تو آپ نے منادی کو حکم دیا کہ اعلان کر دو کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں ان کے ذور حم کے علاوہ کوئی نہ جائے اور خود بھی ان کی میت کو غیر محرموں کی نظروں سے مستور کرنے کی تگ ودو میں مصروف ہو گئے اتنے میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے پیغام بھیجا کہ میں نے حبشہ میں دیکھا تھا کہ وہ لوگ اپنے مردوں کے لئے تابوت بناتے ہیں تو ان کا بھی تابوت بنا دیا گیا اور اسے بھی کپڑے سے ڈھک دیا گیا۔ اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت پسند کیا اور فرمایا یہ بہترین خیمہ اور پالکی ہے۔

اس کے بعد منادی کے ذریعے اعلان کروادیا گیا کہ اپنی ماں کے جنازے میں آجاؤ اور لوگ جوق در جوق اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے جنازے میں پہنچنا شروع ہو گئے۔

---

[1] معارف لابن قتیبہ

حضرت زینب ﷺ کے بھائی ابو احمد بن جحش بھی آئے وہ جنازہ کی چارپائی پکڑے رو رہے تھے (وہ نابینا ہو گئے تھے) انہیں حضرت عمر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابو احمد چارپائی سے دور رہو ورنہ لوگ تمہیں تکلیف دیں گے (اس دن بڑی شدید گرمی تھی اور لوگوں کا ازدحام جنازہ کی چارپائی کے قریب تھا لوگ کاندھا دینے کو ٹوٹے پڑ رہے تھے) تو ابو احمد نے جواب دیا کہ اے عمر ﷺ! یہ وہ عورت جس کی وجہ سے ہمیں ساری بھلائیاں ملیں اور میرے آنسو اس گرمی کی حرارت کو ٹھنڈا کر رہے ہیں تو حضرت عمر ﷺ نے فرمایا کہ چارپائی کے ساتھ ہی رہو۔[1]

امام نوویؒ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زینب ﷺ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں ان کی نماز جنازہ سیدنا عمر بن الخطاب ﷺ نے پڑھائی۔ اور ان کی قبر میں اسامہ بن زید ﷺ، محمد بن عبد اللہ بن جحش ﷺ، عبد اللہ بن ابی احمد بن جحش، محمد بن طلحہ بن عبد اللہ، یہ حمنہ بنت جحش کے صاحبزادے تھے اور یہ سب ان کے محارم تھے۔ (رضی اللہ عنہم)[2]

جس وقت حضرت زینب ﷺ کی وفات ہوئی اس وقت آپ کے عمر مبارک ۵۳ برس تھی۔ علامہ نوویؒ اور علامہ عسکریؒ وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ اسلام میں پہلی خاتون ہیں جن کا تابوت بنایا گیا جس کا مشورہ حضرت اسماء بنت عمیس ﷺ نے دیا تھا۔[3]

حضرت زینب ﷺ کو جنت کی بشارت...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ (سورۃ النساء آیت نمبر ۱۳)

اُمّ المومنین حضرت زینب ﷺ نے اپنی زندگی دنیاوی رنگینیوں سے دور رہ کر گزاری اور آخرت کی دنیا کی طلب گار رہیں اور اس دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی

۱۔ حیاۃ الصحابۃ (ص ۵۹۶ / ۲) انساب الاشراف (ص ۴۳۶ / ۱)
۲۔ دیکھئے تہذیب الاسماء واللغات (ص ۲۴۶ / ۲)
۳۔ حوالہ بالا۔ الاوائل للعسکری (ص ۲۷۲) دلائل النبوۃ للبیہقی (ص ۲۸۵ / ۷)

سنوارنے کا ذریعہ بنایا۔ وہ یہ جانتی تھیں کہ اس دنیا کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پَر کے برابر بھی نہیں تو وہ عبادت اور گوشہ نشینی کی زندگی میں مصروف رہیں خاص طور پر جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد گوشہ نشین ہی ہو گئیں۔

اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو آنحضرت ﷺ سے جنت کی بشارت ملی اور یہ کہ وہ وفات کے بعد ان سے ملنے والی سب سے پہلی زوجہ مطہرہ ہوں گی۔ صحیحین میں یہ روایت آئی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے وفات کے بعد سب سے پہلے وہ زوجہ آکر ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر ازواج مطہرات نے اپنے سب کے ہاتھ ناپے.... لیکن ہم میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا لمبے ہاتھ والی ثابت ہوئی کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے محنت کرتیں جو کچھ کماتیں وہ سب صدقہ کر دیتیں۔

ایک اور موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی جنت کی بشارت اور ان کی فضیلت بیان کی ہے۔ فرماتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت زینب پر رحم فرمائے انہیں اس دنیا میں وہ شرف حاصل ہوا جو اور کسی خاتون کو حاصل نہ ہو سکا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی کے نکاح میں دیا اور قرآن نے اس کی گواہی دی اور ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہم سب ان کے گرد موجود تھیں کہ تم میں سے وفات کے بعد مجھ سے سب سے پہلے میری وہ زوجہ آکر ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے" اس طرح آپ ﷺ نے انہیں خود سے جلدی آملنے کی خوشخبری سنائی اور وہ جنت میں آنحضرت ﷺ کی زوجہ ہیں۔[2]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اُمّہات المومنین کا لمبے ہاتھ والی زوجہ کو جاننے کے لئے، اجتماع اور ہاتھوں کو ناپنے کا قصہ بھی نقل کیا ہے فرماتی ہیں۔

کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ہم سے کسی کے بھی حجرے میں جب ہم سب جمع ہوتیں تو ہم دیوار پر ہاتھ رکھ ناپا کرتے اور ہم یہ عمل اس وقت کرتی تھیں یہاں تک کہ حضرت زینب کی وفات ہوئی حالانکہ وہ چھوٹے قد کی خاتون تھیں تو اس

---

[1] یہ حدیث بخاری کتاب الزکاۃ، اور مسلم میں کتاب فضائل الصحابہ (حدیث نمبر ۲۴۵۲)
[2] دیکھئے تہذیب الاسماء واللغات (ص ۳۴۵/ ۲)

وقت ہمیں آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی منشا سمجھ میں آئی کہ انھوں نے لمبے ہاتھوں سے مراد، صدقہ ،لیا تھا اور حضرت زینب اپنے ہاتھوں سے محنت کر کے چمڑا وغیرہ صاف کرتیں اسی طرح ریشم کا اون بناتیں، اور اسے بیچ کر جو آمدنی ہوتی اسے صدقہ کر دیتی تھیں۔[1]

ان کی سیرت اختتام تک پہنچے سے پہلے ہم یہ بتاتے چلیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے گیارہ احادیث مروی ہیں اور ان میں دو بخاری اور مسلم میں متفق علیہ ہیں۔

امام ذھبیؒ نے لکھا ہے کہ ان کی احادیث صحاح ستہ میں موجود ہیں اور ان سے ان کے بھتیجے محمد بن عبد اللہ بن جحش ،اُمّ المومنین اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا زینب بنت ابی سلمہ ، نے روایت کی ہیں اور قاسم بن محمد نے ان سے مرسل روایت کی ہے۔[2]

اپنی ماں اُمّ المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی اس مہکتی سیرت کے اختتام پر ہم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دہراتے ہیں۔

ان المتقین فی جنت و نهر
فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر

بے شک پرہیز گار لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے بہترین مقام پر طاقتور بادشاہ کے ہاں (سورۃ القمر آیت نمبر ۵۵)

---

[1] دیکھئے صفۃ الصفوۃ (۲ص ۴۹) تاریخ الاسلام ذھبی (۳ص ۲۱۴) الاصابہ (ص ۳۰۷ / ۴) الاستیعاب ص ۳۰۸ / ۴)

[2] دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۲۱۲ / ۲۔ ص ۲۱۸ / ۲)



اُمّ المومنین عائشہ بنت الصدیق رضی اللہ عنہا

حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک ہرے کپڑے کے ٹکڑے پر (حضرت) عائشہ کی تصویر لائے اور فرمایا کہ یہ آپ کی دنیاو آخرت میں زوجہ ہیں۔
(حدیث شریف)

مجھ پر یہ تکلیف ہلکی ہو گئی ہے میں نے جنت میں عائشہ کی ہتھیلی کی چمک دیکھی ہے۔
(الحدیث)



اُمّ المومنین عائشہ بنت الصدیق رضی اللہ عنہا

پاکیزہ درخت..... حضرت عمرو بن العاص ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت فرمایا کہ لوگوں میں سے آپ کو کون زیادہ محبوب ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ عائشہ! عمرو ؓ نے کہا اور مردوں میں۔ اس کا والد (یعنی حضرت ابو بکر صدیق ؓ)

نبی کریم ﷺ سوائے پاکیزہ چیزوں کے کچھ پسند نہ فرماتے تھے اسی لئے آپ نے اپنی امت کے بہترین شخص اور بہترین عورت کو محبوب فرمایا۔ اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کے ان دونوں محبوبوں سے محبت کرے گا وہ یقیناً اس لائق ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو بھی محبوب ہو۔

اور حبیبۂ رسول اللہ ﷺ یہ عائشہ صدیقہ ہیں جو حضرت صدیق اکبر خلیفہ اول ابو بکر عبداللہ بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہم کی صاحبزادی ہیں نسباً قریشی تیمی نسبتاً مکی نبوی اور آنحضرت ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں۔[1]

حضرت عائشہ ؓ کی والدہ ماجدہ اُمّ رومان بنت عامر بن عویمر الکنانیہ ہیں۔ ان کی بہن حضرت اسماء بنت ابی بکر ذات النطاقین ہیں۔ (ان کی عمر سو سال ہوئی اور یہ خود بھی اہل جنت میں سے ہیں)

حضرت عائشہ ؓ کے سگے بھائی عبدالرحمٰن اسلام کے جانبازوں میں سے تھے اور دوسری والدہ سے ان کے دو بھائی حضرت عبداللہ ؓ اور محمد بن ابی بکر مدرسۂ نبوت کے شہسوار اور مشہور لوگ ہیں۔

اس پاکیزہ گھر میں جو سچائی اور ایمان کا گھر ہے حضرت عائشہ ؓ کی ولادت ہوئی یہ ہجرت سے سات سال پہلے مکہ میں تولّد ہوئیں اور یہ اسلامی دور میں پیدا ہونے والے لوگوں میں سے ہیں۔ وہ خود فرماتی ہیں کہ جب مجھے کچھ شعور آیا تو میں نے اپنے والدین کو اسلام پر عمل پیرا دیکھا۔

اس پاکیزہ درخت سے حضرت عائشہ کی افزائش ونشوونما ہوئی اور ان کی خواتین

---

[1] دیکھئے سیر اعلام النبلاء ص ۱۳۵/ ۲

اسلام میں بڑی شان ہے۔

دو صدیق...... امام مسروق بن عبدالرحمٰن ھمدانی کوفی ایک جلیل القدر محدّث تابعی ہیں یہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرتے تو فرماتے کہ۔[1]

مجھے صدیقہ بنت صدیق ، حبیب اللہ کی حبیبہ ،اور کتاب اللہ میں جن کی برأت اتری نے مجھے یہ حدیث سنائی کہ۔

اس صدیقہ نے اپنے والدین سے سچائی کا دودھ پیا۔ اور خوان نبوی سے غذا پائی تو یہ کوئی اچھنبے کی بات نہیں کہ یہ خواتین میں یکتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی محبت انہیں حاصل ہو جبکہ انہیں ہر طرف سے خیر کی تمام صفات حاصل تھیں۔ اور اسی لئے ان کو "صدیقہ" کا لقب بھی ملا۔

ابو نعیم اصبہانی نے کیا خوب تعریف بیان کی ہے لکھتے ہیں۔

"صدیقہ بنت صدیق ،عتیقہ بنت عتیق ، محبوب خدا کی حبیبہ ،سید المرسلین محمد الخطیب سے محبت کرنیوالی تمام عیوب سے مبّرا دلوں کے شکوک سے عاری ،علام الغیوب کے قاصد جبریل کو دیکھنے والی۔ عائشہ اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں علم اور فضل کے تمام فضائل جمع تھے اور اس میدان میں ان جیسی کوئی پاکیزہ مثال موجود نہیں انہوں نے دنیا میں وہ مبارک یادگاریں چھوڑی ہیں جو رہتی دنیا تک موجود رہیں گی۔

الصدیقہ اُمّ المومنین...... "اُمّ المومنین" کا عظیم لقب انہیں اس وقت حاصل ہوا جب وحی الٰہی کے ذریعے نبی کریم ﷺ نے طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان سے نکاح کیا۔

نبی کریم ﷺ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا جب آپ اُمّ المومنین سے یہ فرما رہے تھے کہ "تو مجھے خواب میں تین رات تک دکھلائی گئی۔

میرے پاس ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں تجھے لایا اور یہ کہتا کہ یہ آپ کی

---

[1] دیکھئے حلیۃ الاولیاء ص ۴۴ / ۲۔ تہذیب الاسماء واللّغات ص ۳۵۱ / ۲

زوجہ ہے اور میں تیرے چہرے سے پردہ ہٹاتا تو وہ تم (عائشہ) تھیں۔ تو میں یہ کہتا کہ اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو پورا ہو کر رہے گا۔[1]

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خیر (بھلائی) کا ارادہ فرمایا اور انہیں آنحضرت ﷺ کی زوجہ بنانے کے تیار کیا اور انہیں بلند مقام و مرتبہ عنایت فرمایا اور آنحضرت ﷺ ان کی والدہ کو یہ کہہ کر وصیت فرماتے کہ۔"

اے اُمّ رومان عائشہ کو اچھی تربیت دو اور اس میں میرا خیال کرو۔"

اور جب مناسب وقت آیا تو آپ ﷺ تشریف لائے اور حضرت عائشہ سے عقد کر لیا اور چار سو درھم مہر مقرر فرمایا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس رشتہ سے خوش نصیبی حاصل ہوئی اور انہیں بہترین چیز حاصل ہو گئی۔

اور جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی معیت میں مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی تو اس ہجرت مبارکہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر کے گھرانے کے علاوہ کسی کو علم نہ تھا۔ اور جب رسول اللہ ﷺ مدینے پہنچ گئے تو پھر اپنے گھر والوں کو لانے کیلئے آدمی بھیجے اور حضرت ابو بکر نے بھی حتیٰ کہ دونوں خاندان اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے اور احاطے میں مدینہ میں پہنچ گئے۔

اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی دلہن کو ایک مبارک انعام و احسان سے سرفراز فرمایا کہ جب ان کا اونٹ بدک گیا تو اُمّ رومان رضی اللہ عنہا یہ کہتی رہ گئیں۔ "اوہ میری بیٹی، اوہ میری دلہن ، اور پھر اچانک اونٹ رک گیا اور اللہ نے انہیں محفوظ رکھا اور یہ قافلہ آسانی سے مدینے میں داخل ہو گیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے والد کے گھرانے کے ساتھ "دار بنی حارث بن خزرج" میں اتریں۔

مبارک گھڑی ...... ھجرت کے دوسرے سال رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی "بدر" میں مدد فرمائی اور مدینہ کی گلیوں اور مضافات میں اس عظیم نصرت کی خوشی دوڑ گئی اور شوال کے مہینے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والد کے گھر سے اپنے "بیت زوجیت" میں منتقل ہوئیں جو نبوت کا گھر اور وحی اترنے کا گھر تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے

---

[1] دیکھئے الفتح الربانی صفحہ ۲۲/۱۱

حضرت عائشہ کو "اُمّ عبداللہ" کی کنیت عطا فرمائی۔

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی اس وقت آپ نو عمر تھیں اور آنحضرت ﷺ اس بات کا بہت لحاظ فرماتے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دوسری بچیوں کے ساتھ گڑیا سے کھیلا کرتیں اور آنحضرت ﷺ ان بچیوں کو حضرت عائشہ کے ساتھ کھیلنے کے لئے بلوا بھیجتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی خوشی پر آنحضرت ﷺ کی مسرت کو بیان فرماتی ہیں کہ۔

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں لڑکیوں کے ساتھ گڑیا سے کھیل رہی تھی آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ یہ سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا ہے اور اس کے پَر تھے۔ یہ سن کر آپ ﷺ ہنس پڑے۔[1]

جبیبۂ حبیب ﷺ ...... اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک حسین و جمیل خاتون تھیں اور نبی کریم ﷺ نے ان کے علاوہ کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی اور نہ ہی ان جیسی محبت کسی اور زوجہ سے کی۔ امام ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ

مجھے امت محمدیہ میں سے بلکہ مطلقاً تمام خواتین میں سے ان جیسی عالمہ کا معلوم نہیں۔ اور ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ یہ ہمارے نبی ﷺ کی زوجہ ہیں دنیا و آخرت میں۔ تو اس سے اوپر کوئی فخر کی بات ہو سکتی ہے۔[2]

جبیبۂ حبیب ﷺ کی برکات میں سے ایک بات یہ ہے کہ ان کا حجرہ "مہبط وحی" تھا کیونکہ اس حجرے میں آپ ﷺ پر بہت زیادہ وحی اترتی تھی۔ تو یہ اس جبیبہ اور حجرے کی شان ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبت کا آنحضرت ﷺ کے دل میں بڑا مرتبہ و مقام تھا اور اس درجہ تک سوائے اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے کوئی نہیں پہنچ سکا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس مبارک منزلت سے واقف تھے۔ اس لئے ان کی بہت زیادہ عزت و توقیر کرتے اور مزید یہ کہ دوسری اُمّہات المومنین بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس مرتبے کی قائل تھیں اور ان سب میں پہلا نام اُمّ المومنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔

---

[1] الطبقات صفحہ ۱/۶۲ [2] سیر اعلام النبلاء صفحہ ۲/۱۴۰

فضائل عائشہ صدیقہ ﷝..... حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ ﷝ کو وہ واضح فضائل حاصل تھے۔ جو مسلم خواتین میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوئے اور ان فضائل میں سے ہر فضیلت ایسی ہے جو کسی بھی عورت کو آسمان کی بلندیوں تک پہنچادے۔

حضرت عائشہ ﷝ کو جو فضائل حاصل ہوئے ہم ان کی بابت خود انہی کی زبانی معلوم کرتے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ مجھے تو فضائل ایسے ملے جو بی بی مریم بنت عمران کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیئے گئے۔[1]

ا۔ جبرئیل علیہ السلام میری تصویر لے کر اترے اور حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم ہوا کہ وہ مجھ سے نکاح کریں۔ اور مجھ کنواری سے نکاح فرمایا اور میرے علاوہ کسی کنواری سے نکاح نہیں فرمایا۔

۲۔ آنحضرت ﷺ کی روح قبض کی گئی اس وقت ان کا سر میری گود میں تھا۔

۳۔ اور میرے حجرے میں آنحضرت ﷺ کی قبر بنائی گئی۔

۴۔ ملائکہ (فرشتے) میرے گھر میں آتے جاتے اور میں آنحضرت ﷺ کے لحاف میں ہوتی اور وحی نازل ہو جاتی۔

۵۔ میں ان کے خلیفہ اور صدیق کی بیٹی ہوں۔

۶۔ میری پاکیزگی کی گواہی آسمان سے نازل ہوئی۔

۷۔ مجھے پاک چیزوں میں بہترین خلقت میں ڈھالا گیا۔

۸۔ مجھ سے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ کیا گیا۔

اور شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ ﷝ کی اس بات پر اور پُر لطف قصیدہ لکھا ہے۔

انی خصصت علی لسان محمد
بصفات برتحتھن معانی

مجھے محمد ﷺ کی زبان سے چند نیک صفات کی خصوصیت دی گئی جن کے چند معانی ہیں۔

وسبقتھن الی الفضائل کلھا

---

[1] دیکھئے مجمع الزوائد ص ۲۴۱/ ۹ سیر اعلام النبلاء ص ۱۴۱/ ۲ تفسیر کشاف ص ۳۲۵/ ۳

فالسبق سبقی والعنان عنانی

اور میں ان کے ساتھ تمام فضائل میں سبقت لے گئی یہی جیت میری جیت ہے اور فوقیت میری فوقیت ہے۔

زوجی رسول اللّٰہ لم ار غیرہ

اللّٰہ زوجنی بہ وحبانی

میرے شوہر رسول اللہ ہیں جن کے علاوہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا اللہ نے میرا ان سے نکاح کرایا اور مجھے تحفہ دیا۔

واتاہ جبریل الامین بصوری

فاحبنی المختار حین رآنی

اور ان کے پاس جبریل امین میری تصویر لائے تو مختار نے جب مجھے دیکھا پسند کر لیا۔

وانا ابنۃ الصدیق صاحب احمد

وحبیبہ فی السروالا علان

اور میں احمد ﷺ کے ساتھی اور ان کے راز اور اعلان کے وقت کے محبوب صدیق کی بیٹی ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں ایک نبی کریم ﷺ کی ان سے مشہور محبت ہے اور اس پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ صحابہ کرام اپنے ھدایا عام طور سے حضرت عائشہ کی باری والے دن بھیجا کرتے تاکہ آنحضرت ﷺ خوش ہوں اور جب کسی کے پاس ھدیہ کی چیز بھی موجود ہوتی تب بھی وہ اسکو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری والے دن کے لئے مؤخر کئے رکھتا۔ تو بعض ازواج نبی ﷺ نے اس بات کا تذکرہ جناب امّ المومنین امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو کہیں کہ وہ لوگوں کو ھدایت کریں کہ نبی کریم ﷺ جہاں بھی ہوں وہاں انہیں ھدیہ بھیجا جائے۔ تو یہ بات حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کے گوش گزار کردی تو آپ ﷺ خاموش رہے انہوں نے دوبارہ کہی پھر بھی آپ ﷺ خاموش رہے جب تیسری مرتبہ کہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے امّ سلمہ! مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں تکلیف مت دو پس خدا کی قسم میں جب تم میں

سے کسی کے لحاف میں ہوتا ہوں تو مجھے وحی نہیں آتی سوائے عائشہ رضی اللہ عنہا کے۔[1]

حضرت عائشہ کا مقام و مرتبہ نبی کریم ﷺ کے دل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اور یہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے انعامات میں سے شمار کیا جا سکتا ہے اور حضرت عائشہ خود ان نعمتوں کے بارے میں فرماتی ہیں کہ

اللہ نے مجھے بہت ساری خصوصیات دیں ان میں سے ایک یہ آنحضرت ﷺ کی وفات میرے حجرے میں میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے ہوئی۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات......ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بہت سی خصوصیات ہیں اور انہی خصوصیات کی بنا پر رسول اللہ ﷺ کے ہاں ان کا مرتبہ بہت بلند تھا اور اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے ان کی یہی فضیلت بتلاتے ہوئے فرمایا کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہے۔"[3]

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح کون ہو سکتا ہے کیا وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے خالص دوست نہ تھے۔ اور وہ کون تھا کہ اگر نبی کریم ﷺ کسی کو خلیل بناتے تو اسی کو بناتے۔ کیا دوست بارش کی طرح نہیں ہوتا کہ جہاں آئے نفع پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ ان اشعار کے قائل پر رحم فرمائے۔

لاتفضل علی العتیق[4] صدیقا
فھو صدیق احمد المختار

عتیق پر کسی اور دوست کو فضیلت مت دے وہ تو احمد المختار ﷺ کی تصدیق کرنے والے ہیں۔

وان ارتبت فی الاحادیث فاقراء
ثانی اثنین اذھما فی الغار

اور اگر تجھے احادیث میں شک ہو تو آیت

---

1. یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہے مزید دیکھئے صفۃ الصفوۃ (ص ۱۹ /۲)
2. یہ حدیث بھی متفق علیہ ہے۔
3. اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے
4. العتیق حضرت ابوبکر کے القاب میں سے ہے

" ثانی اثنین اذھما فی الغار (الآیۃ)
پڑھ لے کیا یہ فضیلت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کیلئے کافی نہیں ؟
نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ کی فضیلت میں ارشاد فرمایا کہ
عائشہ کی فضیلت دوسری عورتوں پر ایسی ہے جیسے کہ ثرید کی فضیلت دوسرے کھانوں پر۔[1]

حضرت عائشہ کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ غزوۂ بنی قریظہ میں تھیں وہاں جبریل علیہ السلام نے انہیں سلام پیش کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اے عائشہ! یہ جبریل ہیں اور یہ تمہیں سلام کہہ رہے ہیں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ۔ یارسول اللہ! آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے۔[2]

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل محدود نہیں ہیں اور ان کے لئے یہ فضیلت کافی ہے کہ قرآن خاص طور سے انہی کی وجہ سے بھی نازل ہوتا رہا اس سے بڑی فضیلت ہو ہی نہیں سکتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جہادی کردار کی جھلکیاں...... ان صفحات میں سیرت اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا میں شامل ہونے والی برکات میں سے وہ مہکتے دمکتے لمحات ہیں جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں گزارے۔

اور جو بات حیرت سے ٹھٹکنے پر مجبور کردیتی ہے وہ یہ ہے کہ اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ایک عام خاتون کی طرح جہاد میں شریک ہوتیں اور یہ شرکت ان حدود میں ہوتی جو شرع نے جائز رکھی ہیں مثلاً پانی پلانا، مریضوں کی مرہم پٹی اور کھانا وغیرہ تیار کرنا۔ وغیرہ۔

غزوۂ احد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پانی اپنی گردن پر رکھ کر مجاہدین کو پلانے کے لئے لاتیں یہ اس وقت "صغیر السن" تھیں لیکن پہلی مرتبہ اس غزوہ میں شریک ہوئی

---

[1] یہ حدیث متفق علیہ ہے
[2] یہ حدیث بخاری شریف میں کئی جگہ اور مسلم اور ابوداؤد میں بھی ہے اور مزید دیکھئے الدر المنثور للسیوطی (ص ۱۷۰/۶)

تھیں۔ حضرت انس بن مالک ؓ ام المومنین کی اس غزوہ میں کارگزاری کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ۔

میں نے عائشہ بنت ابی بکر ؓ اور ام سلیم ؓ کو دیکھا وہ گھونگھٹ نکالے ہوئے تھیں مجھے ان کے پاؤں میں پڑے پازیب نظر آرہے تھے وہ ڈول بھر بھر کر لاتیں اور مجاہدین کو پلاتیں جب وہ خالی ہو جاتا تو پھر اسے بھر کر لاتیں اور لوگوں کو پلاتیں۔

غزوۂ خندق میں ام المومنین عائشہ صدیقہ ؓ کی شجاعت نایاب اور جرأت مشہور ہے حتیٰ کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے ان کی جرأت کو حیرت سے دیکھا جب وہ پہلی صفوں کے قریب تھیں۔ حضرت عائشہ ؓ خود بیان کرتی ہیں کہ میں خندق کے دن لوگوں کو تلاش کرنے نکلی۔ تو میں نے زمین پر چلنے کی آوازیں سنیں تو دیکھا کہ سعد بن معاذ اور ان کے بھتیجے حارث بن اوس اپنا اسلحہ وزرہ اٹھائے چلے جا رہے ہیں۔ سعد میرے قریب سے گزرے انہوں نے لوہے کی زرہ پہنی ہوئی تھی جس کے کنارے نکلے ہوئے اور میں حضرت سعد ؓ کے اطراف جو زرہ سے خالی تھے۔ سے گھبرا رہی تھی اور حضرت سعد لووں میں بہت زیادہ لمبے چوڑے شخص تھے وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

لبث قليلا يدرك الهيجا حمل

تھوڑا سا ٹھہر جا! ابھی سخت لڑائی آنے والی ہے۔

ما احسن الموت اذا حان الاجل

جب وقت پورا ہوجائے تو موت کتنی اچھی ہے۔

میں وہاں سے چلی اور ایک باغیچے میں جا پہنچی وہاں پہلے سے چند مسلمان موجود تھے اور وہاں عمر بن خطاب ؓ بھی تھے اور ان میں ایک شخص نے خود پہنا ہوا تھا۔ حضرت عمر ؓ کہنے لگے کہ تم کیوں آگئیں تم تو بہت بہادر ہو تمہیں کیا کہ سخت لڑائی ہو یا لڑائی سے علیحدگی ہو۔ وہ مجھے برابر یونہی ملامت کر رہے حتیٰ کہ میں نے یہ تمنا کی کہ زمین پھٹے اور میں اس میں چلی جاؤں۔ اتنے میں اس شخص نے اپنا خود اٹھایا تو وہ طلحہ بن عبید اللہ تھے وہ کہنے لگے اے عمر! آج تو تم نے حد ہی کر دی ہے اور آج فرار کہاں

ہے سوائے اللہ کی طرف رجوع کے[1]

اور جب آنحضرت ﷺ غزوۂ بنی مصطلق کے لئے نکلے تو حضرت عائشہ ان لوگوں میں سے تھیں جنہیں مال غنیمت میں سے حصہ ملا تھا اور اسی غزوہ میں حضرت عائشہ کا بڑا کڑا امتحان بھی ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے ان کی مدد فرمائی اور وہ اس مشکل سے اللہ تعالیٰ کی مبارک گواہی کے ذریعے نکل آئیں اور وہ آیات آج تک ان گھروں میں تلاوت کی جاتی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنا نام اور یاد بلند کرنے کا حکم دیا ہے اور ہر گھر اور روئے زمین پر ہر علم کے گھر میں تلاوت ہو رہی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور مصیبت عظیم...... اسلام کی ترقی اور فتوحات کو دیکھنے والے منافقین کو کسی پل قرار نہ آتا تھا اور وہ اپنی اہمیت کو گرتے ہوئے دیکھ رہے جو کسی جگہ ٹک نہیں پا رہی تھی تو انہوں نے اپنے گمان کے مطابق یہ پروگرام بنایا کہ نبی کریم ﷺ کو کوئی سخت چوٹ دی جائے اس لئے انہوں نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بڑا عظیم بہتان لگا دیا۔

عبداللہ بن سلول نے جس دن سے اسلام کے بارے میں سنا تھا اسی دن سے اس کے دل میں نفاق اور حسد پیدا ہو گیا تھا وہ اسلام اور نبی کریم ﷺ کے خلاف مسلسل سازشیں کرتا رہتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت منافقین کی گھات میں رہتی تھی اور انہیں لگام دیئے رہتی اور ذلیل اور رسوا کرتی رہتی تھی۔

واقعۂ افک کی وجہ سے اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ کے دل پر بڑا دردناک اثر ہوا اور ان پر بیت نبوی اور بیت ابو بکر پر یہ اوقات بڑے سخت گزرے جو تقریباً ایک مہینہ پر محیط تھے۔ حتیٰ کہ قرآن کریم اس پاک دامن صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما کیلئے برأت لے کر نازل ہوا۔

اور یہ برأت مومن صفوان بن معطل جنہیں اس واقعہ میں ملوث ہونے کا بہتان لگایا تھا کے لئے بھی بڑی مبارک گواہی تھی اسی طرح منافقین نے ایک جھوٹی

---

[1] دیکھئے البدایۃ والنہایۃ (ص ۱۲۳) تفسیر ابن کثیر آیت نمبر (۲۷ سورۃ الاحزاب) تاریخ اسلام ذھبی (ص ۲/۳۲۱-۳۲۲ الطبقات الکبریٰ (ص ۲/۴۲۲)

بات کو بہتان بنا کر لگایا جو آخر تک ان منافقین کے ساتھ رہے گا۔
آنے والی سطور میں ہم بیت نبوی ﷺ اور حضرت عائشہ کے تذکرے کے ساتھ کچھ وقت گذاریں گے تاکہ اللہ کی طرف سے اس مہر کی ہوئی گواہی کو دیکھیں۔
معزز قارئین۔ یہاں میں یہ پسند کروں گا کہ ہم واقعۂ افک کے ساتھ تربیتی الٰہی کی جھلک دیکھیں اور اس کے تناظر میں تربیت قرآنی تربیت نبوی اور عورت اور قوم کے بارے میں فرمودات سے متعارف ہوں۔

منافقین کی ملامت...... اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور ان کے صحابہ کو بڑی عظیم فتح عطا فرمائی تھی اور غزوۂ بنی مصطلق کی اس فتح ونصرت نے منافقین کے دل کینہ اور نفرت سے بھر دیئے اور ان کے دلوں میں غصہ شاید ان کی جانوں کو لے لیتا تو انہوں نے اپنی نفاق کی فیکٹری سے تیار کردہ یہ بہتان اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ حبیبۂ رسول ﷺ پر لگادیا۔
اور جس شخص نے اس بہتان کی اشاعت کی وہ فاسق اور گندا شخص منافقین کا سردار عبداللہ بن ابئ بن سلول تھا۔ اور یہ اندھا فتنہ مسلمانوں کے اس معاشرے کو شدید دھچکا لگا سکتا تھا منافقین نے اس کی ترویج کی اور بہت سے کمزور ایمان والے حضرات اس کی تردید بھی نہ کر سکے قرآن کریم میں انہی کو "سمّاعون" کہا گیا ہے۔ (سورۂ توبہ آیت نمبر ۴۷)
لیکن اللہ تعالیٰ نے اس حادثہ سے ادب کا ایک درس بلیغ دینے کا ارادہ فرمایا اور اس میں نفاق اور منافقین کے لئے سخت سزا بھی رکھی گئی۔ اسی طرح اس میں اُمّ المومنین کے لئے بڑی عظیم کرامت عزت اور شان رکھی گئی اور یہ کہ ان کی اس شان کو "ہر گندگی سے پاک اور طاہر، اھل بیت میں واضح کیا جائے۔

ان کا کیا حال ہے۔

معزز قارئین! حدیث افک صحیحین کتب سنن کتب سیرت اور اسی طرح کتب تفاسیر میں سورۂ نور کی تفسیر میں بیان ہوئی ہے اور اسے بذات خود اُمّ المومنین حضرت عائشہ نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے چند فقرات کو دیکھتے ہیں اور یہ بخاری کی

روایت سے ہے۔ فرماتی ہیں کہ

ہم مدینے آگئے مہینے کے شروع میں، میں بیمار ہو گئی اور لوگ آپس میں اصحاب افک کی بابت کیا کرتے تھے اور مجھے کچھ پتہ تک نہ تھا۔ لیکن میری تکلیف میں اس بات سے مزید اضافہ ہو جاتا تھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی عادت میں وہ دلچسپی نہیں پارہی تھی جو میں اپنی پہلی تکالیف میں دیکھتی تھی اور جب رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لاتے تو تیمار دار سے پوچھ لیتے کہ "ان کا کیا حال ہے۔" اور پھر واپس چلتے جاتے۔

"ان کا کیا حال ہے" یہ جملہ حضرت عائشہ کے لئے پہلی سی محبت سے خالی جملہ تھا اور اس میں وہ پہلی سی حرارت شوق بھی نہ تھی جو حضرت عائشہ ؓ کے پاک دل کو خوشی سے بھر دیا کرتی تھی۔ آخر ماجرا کیا ہے۔ ہائے مصیبت! دن گزرتے رہے اور رسول کریم ﷺ اپنے اس ارشاد "ان کا کیا حال ہے" سے زیادہ گفتگو نہ فرماتے لیکن غم کے اس کالے بادل کو چھٹنا بھی ضروری تھا اور منافقین کی لگائی اس گرہ کو توڑنا بھی ضروری تھا۔

ایک دردناک خبر ...... حضرت عائشہ ؓ کو افک کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا سوائے اس کے کہ انہوں نے غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی کے بعد فضاؤں کو کچھ بدلا بدلا سا پایا تو وہ اپنے والد کے گھر چلی گئیں اور پھر رات میں وہ قضائے حاجت کے لئے نکلیں تو امِ مسطح بن اثاثہ بن عباد قریشی نے انہیں اھل افک کی باتوں کے بارے میں بتایا تو وہ بے ہوش ہوتے ہوتے رہ گئیں اور دو رات اور دن مسلسل روتی رہیں اور نیند ان کی اڑ گئی اور شاید ان کا رونا ان کا دل پھاڑ دیتا۔ ہم بقیہ حدیث بھی انہی کی زبانی سنتے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ

اسی دوران نبی کریم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے انہوں نے سلام کیا پھر تشریف فرما ہوئے اور یہ باتیں ہونے کے بعد وہ میرے پاس تشریف فرما نہ ہوئے تھے اور ایک مہینہ گزر چکا تھا میرے بارے میں کوئی ارشاد خداوندی بھی نہیں ہوا تھا آپ ﷺ نے شہادتیں پڑھیں اور فرمایا اما بعد اے عائشہ مجھے تمہارے بارے میں کچھ اس اس طرح کی باتیں پہنچی ہیں اگر تم ان سے بری ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری برأت نازل فرمائے گا

اور اگر تم نے گناہ کیا ہے تو اللہ سے استغفار کرو اور توبہ کرو کیونکہ جب بندہ اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔

اللہ اکبر یہ کتنا عظیم کلام تھا لیکن۔

عسی الکرب الذی امسیت فیه

یہ جو میں نے کرب میں وقت گزارا ہے۔

یکون وراء فرج قریب

اس سے آگے کشادگی قریب ہے۔

بہترین صبر اختیار کرتی ہوں......اُمّ المومنین حضرت عائشہ ؓ اپنے حبیب مصطفیٰ ﷺ کی پوری گفتگو کے دوران سر جھکائے بیٹھی رہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے جب نبی کریم ﷺ نے اپنی بات ختم کی تو مجلس پر خاموشی چھا گئی اور ان کے آنسو تھم گئے اور ان میں جرأت پیدا ہو گئی۔ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے والد کو کہا کہ آپ جواب دیں تو انہوں نے کہا خدا کی قسم میرے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو کیا جواب دوں۔ تو میں نے اپنی والدہ سے کہا امیّ! آپ جواب دیں تو انہوں نے بھی یہی کہا۔ تو پھر میں نے کہا کہ میں نوعمر لڑکی ہوں اور زیادہ قرآن پڑھی ہوئی بھی نہیں لیکن خدا کی قسم میں اتنا جانتی ہوں کہ تم لوگوں نے یہ باتیں سنی ہیں اور یہ تمہارے دلوں میں جم گئی ہیں اور تم لوگ اس پر یقین کر بیٹھے ہو۔ اس لئے اگر میں تمہیں کہوں کہ میں بے گناہ ہوں اور حالانکہ اللہ جانتا بھی ہے کہ میں بے گناہ ہوں لیکن تم لوگ یقین نہیں کرو گے اور اگر میں اعتراف کرلوں حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں" تو تم میری بات پر یقین بھی کرلو گے خدا کی قسم میں آپ لوگوں کو کہنے کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کے قول کے سوا کچھ نہیں پاتی انہوں نے فرمایا تھا "کہ میں بہترین صبر اختیار کرتا ہوں اور جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس پر اللہ تعالیٰ مددگار ہے۔ (سورۂ یوسف آیت نمبر ۱۸)

اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ گواہی......اب حقیقت واضح ہونے اور فتنہ کے اندھیروں کے

زائل ہونے کا وقت آچکا تھا۔ جب حضرت عائشہ ؓ نے اپنی بات ختم کرلی تو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے ان کی بے گناہی نازل فرمادی اور یہ برأت اللہ رب العالمین کی مہر زدہ تھی۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ۔

اللہ کی قسم! ابھی رسول اللہ ﷺ وہاں سے ہلے بھی نہ تھے اور نہ ہی کوئی اور گھر سے باہر گیا تھا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی ان کی پیشانی عرق آلود ہونے لگی حالانکہ سردیوں کے دن تھے یہ وحی نازل ہونے کی نشانی تھی کہ وحی کے بوجھ سے آپ پسینے میں شرابور ہو جاتے تھے۔

جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آنحضرت ﷺ خوشی سے ہنس رہے تھے اور آپ ﷺ نے پہلا جملہ یہ ارشاد فرمایا کہ "اے عائشہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بے گناہ قرار دے دیا ہے۔" تو میری والدہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ (کے احترام میں) کھڑی ہو کر شکریہ ادا کرو۔ تو میں نے کہا خدا کی قسم میں نہ ان کی لئے کھڑی ہوں گی اور اللہ کے سوا کسی کا شکر نہیں کروں گی۔ اور اللہ تعالیٰ نے دس آیات نازل فرمائیں۔ ان الذین جاءُوا بالافك الاٰية (سورۂ نور آیت)[1]

تو اس طرح اللہ تعالیٰ کی گواہی اُمّ المومنین حضرت عائشہ ؓ کے لئے نازل ہوئی ان کے گھر کو پاک کرنے، نبی کریم ﷺ کے اعزاز و اکرام اور آلِ ابی بکر کی توقیر و عزت کے لئے۔ ان لوگوں پر بہت بڑا صدمہ گزر گیا تھا جس نے انھیں لرزا دیا اور ان کے قدم اکھاڑ دیئے تھے۔ حضرت عائشہ ؓ اس حالت کو یوں بیان کرتی ہیں کہ خدا کی قسم میں کسی ایسے گھر کو نہیں جانتی جس پر آلِ ابی بکر جیسی مصیبت نازل ہوئی ہو۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اپنے فضل و کرم سے عزت عطا فرمائی اور منافقین کی سازشوں کو انہی پر لوٹا دیا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے حضرت عائشہ ؓ کی گفتگو کو بڑے خوبصورت پیرائے میں پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

وتكلم الله العظيم بحجتي

---

[1] یہ حدیث مکمل مطالعہ کے لئے ملاحظہ کیجئے بخاری شریف (ص ۲/ ۱۲۷)
مزید دیکھئے اسباب النزول للواحدی (ص ۲۶۵) الدر المنثور (ص ۶/ ۱۴۰)

وبراء تی فی محکم القرآن

اللہ نے میری پاکی کی دلیل بیان کی اور میری برأت محکم قرآن کریم میں

واللّٰه فی القران قدلعن الذی

بعد البراء ة بالقبیح رمانی

اور اللہ نے قرآن میں اس شخص پر لعنت کی ہے جو رات کے بعد مجھے گندا الزام لگائے۔

واللّٰه فضلنی وعظم حرمتی

وعلی لسان نبیة برانی

اور اللہ نے مجھے فضیلت دی اور میری عزت کو عظمت عطا فرمائی اور اپنے نبی کی زبانی مجھے بری قرار دیا۔

واللّٰه وبخ من اراد تنقصی

افکاً و سبّح نفسه فی شانی [1]

اور اللہ نے اسے ملامت کی ہے جو میری تنقیص کرنا چاہے الزام لگا کر اور اللہ نے میری شان میں اپنی تسبیح بیان کی ہے۔

یہ وہ گونگا بہرہ فتنۂ افک تھا جسے منافقین کے سردار ابن سلول نے برپا کیا تھا اس کی اور اس کے متبعین کی کوششوں کو اللہ نے رسوا فرمایا اور اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ اور دیگر اُمہات المومنین کی حفاظت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اولئك مبّروون ممایقولون لهم الآیة سورئہ نور (آیت نمبر ۲۶)

یہ لوگ بری ہیں ان کے بارے میں کہی جانے والی باتوں سے

مبارک گواہیاں...... اللہ تعالیٰ نے اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے بے گناہی اور پاکیزگی کی گواہی دی اور ان کے پاک دامن ہونے پر وہ گواہی دی کہ اسے زمانہ کی گردش مٹا نہ سکے گی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے مقام کو بلند فرمایا اور مومنین کے دلوں میں

---

[1] دیکھئے کتاب الحاسن المجتمعہ (ص ۹۳) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قصیدہ ابوعمرو بن موسیٰ بن محمد بن عبداللہ الاندلسی کا ہے۔

عظمت رہے گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ زمین اور اھل زمین کا وارث بن جائے۔

نبی اکرم ﷺ نے بھی ان کے بارے میں فضل اور خیر کی گواہی دی ہے۔

اور اھل فضیلت کو صرف اھل فضیلت ہی پہچانتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ سے زیادہ کون افضل ہو سکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں

کہ "خدا کی قسم میں نے اپنے اھل میں صرف خیر ہی خیر پائی ہے۔"[۱]

اور دوسری اُمہات المومنین بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پاکیزگی کی گواہی دیتی ہیں کسی اُمّ المومنین سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کوئی نازیبا بات منقول نہیں۔ حضرت زینب بنت جحش کا بڑا عظیم باشعور اور برکت کی خوشبو والا موقف تھا آنحضرت ﷺ نے وحی کے نزول سے پہلے ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔

"میں اپنی سماعت و بصارت کی حفاظت کرتی ہوں میں نے ان میں سوائے خیر کے کوئی بات نہیں پائی۔"[۲]

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایک قصیدہ کہا جس میں انہوں نے ان کی پاکدامنی اور بعض فضائل کو ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

حصان رزان ماتزن بریبة
وتصبح غرثیٰ عن لحوم الغوافل

پاک دامن سنجیدہ ہے جس پر شک نہیں کیا جاسکتا اور وہ غافلات کے گوشت سے بھوکی صبح اٹھتی ہے

مهذبة قدطهر الله خیمها وطهرها من کل بغی و باطل

پاکیزہ اخلاق والی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت کو پاک بنایا ہے اور اسے ہر گناہ اور غلط بات سے پاک کیا ہے۔

حضرت کبشہ بنت رافع[۳] رضی اللہ عنہا (یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی

۱۔ دیکھئے الفصول لابن کثیر (ص ۱۸۲)

۲۔ یہ حدیث تفصیل سے دیکھنے کے لئے سیرۃ اُمّ المومنین زینب بنت جحش اسی کتاب میں ملاحظہ کریں۔

۳۔ حضرت کبشہ بنت رافع کی سیرت اسی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

والدہ محترمہ ہیں) حضرت عائشہ کی مدح میں ان کی فضیلت اور ان کی طبیعت کی پاکیزگی کو بیان فرماتی ہیں۔

تتقی اللّٰہ فی المغیب علیها نعمة سترها ما یریم

اس کی غیبت کرنے میں اللہ سے ڈرو وہ اللہ کی نعمت ہے جو اس کا قصد کرے (ملنے کے لئے) اسے خوشی ہوگی

خیر هدی النساء حالا و نفسا وابأ للعلا تما ها کریم

اپنے حال اور نفس اور والد کے اعتبار سے خواتین میں بہتر ہے بلندی کے لئے اس کی پرورش ایک معزز شخص نے کی ہے۔

للموالی اذارمو ها بافك اخذتهم مقامع و جحیم

جانے والوں کے لئے جب وہ اسے جھوٹا الزام لگائیں تو انہیں ہتھوڑوں اور جہنم کی سزا ملے گی۔

لیت من کان قدقفا هالبسوء فی حطام حتیٰ یسول اللئیم [1]

کاش کہ وہ جس نے انہیں جھوٹا الزام لگایا تھا اس دنیا میں مرتا تاکہ وہ کمینہ گمراہ نظر آتا۔

حضرت عروہ بن زبیر ؓ حضرت عائشہ ؓ کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عائشہ کے قصۂ افک کے علاوہ دوسرے فضائل نہ ہوتے تب بھی قصۂ افک ان کی فضیلت اور بزرگی کے مرتبہ کے لئے کافی ہوتا۔ اس لئے کہ اس کے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے جو قیامت تک تلاوت ہوتا رہے گا۔[2]

قرآن کے ساتھ دوسری بار...... ہماری روحانی ماں اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی برکات میں سے ایک آیت تیمّم کا نزول بھی ہے جو انہی کے سبب مسلمانوں کی آسانی کے لئے نازل ہوا۔ امام بخاریؒ نے حضرت عائشہ ؓ کے واسطے سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں۔

۱۔ دیکھئے مجمع الزوائد (ص ۲۴۵/۹)
۲۔ دیکھئے اسد الغابۃ نمبر (ص ۷۰۸۵)

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں تھے جب ہم "بیداء مقام" یاذات الجیش پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ گیا تو آنحضرت ﷺ نے اسے ڈھونڈنے کے لئے قافلہ روک لیا سب لوگ رک گئے وہاں پانی بھی نہیں تھا اور نہ ہی لوگوں کے پاس تھا تو لوگوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہا کہ "آپ دیکھ رہے ہیں کہ عائشہ نے کیا کیا ہے۔ اس نے نبی کریم ﷺ سمیت سب لوگوں کو رکوالیا ہے اور نہ یہاں پانی ہے اور نہ ہی لوگوں کے پاس ہے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور آنحضرت ﷺ میری ران پر سر رکھے سو رہے تھے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے خواب ڈانٹا اور کہا "خوب کیا کہنے تمہارے۔" اور انہوں نے مجھے پہلو میں کونچیں بھی ماریں مگر رسول اللہ ﷺ کے آرام فرمانے کی وجہ سے میں ہلنے سے باز رہی۔ پھر آنحضرت ﷺ بیدار ہوئے اور صبح ہو گئی اور پانی نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔[1]

امام ذھبیؒ لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے رخصت نازل فرمائی تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضرت عائشہ سے مخاطب ہوئے "خدا کی قسم میری بیٹی تو بہت مبارک ہے۔[2]

تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس روکنے کی برکت سے مسلمانوں کو کیا برکت اور آسانی میسر فرمائی ہے۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر تاریخی کلمات ادا کئے فرمانے لگے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے تم میں برکت عطا فرمائی ہے اے آل ابی بکر تم لوگ مسلمانوں کیلئے برکت ہی برکت ہو۔[3]

اور جب آیت تخییر (جس میں اُمّہات المومنین کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا یا رسول اللہ ﷺ میں سے کسی ایک کو چننے کا اختیار دیا گیا تھا) نازل ہوئی تو اُمّ المومنین حضرت عائشہ کا کردار برکت قناعت اور پاک دامنی کو ظاہر کرنے والا تھا۔ آنحضرت

---

[1] دیکھئے صحیح بخاری (ص ۶ / ۶۴) مزید دیکھئے تفسیر ابن کثیر (ص ۲ / ۳۱) سیر اعلام النبلاء (ص ۲ / ۱۷۰) الفتح الربانی (ص ۲۲ / ۱۲۳)

[2] سیر اعلام النبلاء (ص ۲ / ۱۷۱)

[3] یہ حدیث بخاری شریف (ص ۶ / ۶۴) پر ہے اور مزید دیکھئے سیرت حلبیہ (ص ۲ / ۶۲۷)

ﷺ نے انہی سے پوچھنے کی ابتداء کی (یہ ان کے مرتبہ اور بزرگی کی وجہ سے تھا) آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک بات کہنے لگا ہوں تم اس کا جواب دینے میں جلدی نہ کرنا۔ حتیٰ کہ اپنے والدین سے مشورہ کرلو۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے نبی اپنی ازواج سے کہہ دو کہ اگر تم دینا چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دے کر رخصت کردوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور مردار آخرت کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے بھلائی کرنے والیوں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے (پارہ نمبر ۲۱)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے انہیں کہا کہ میں کس بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں میں تو اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔ [۱] پھر فرماتی ہیں کہ باقی ازدواج نے بھی یہ کیا جو میں نے کیا تھا۔

محبوب کی جدائی...... برکت اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ کی زندگی کے تمام ادوار میں موجود رہی خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گزاری ہوئی زندگی میں انہیں عظیم شرف حاصل ہوا اور وہ شرف آنحضرت ﷺ کی خدمت اور آخری مرض میں ان کے حجرے میں ہونا۔ جو تمام دوسری ازدواج مطہرات کی اجازت کے ساتھ تھا انہوں نے اجازت دے دی تاکہ آپ جہاں پسند فرمائیں وہاں مقیم رہیں۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات بھی انہی کے حجرے ہی میں ہوئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ وفات نبی کو روایت کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور شرف میں سے مجھے ایک یہ شرف نصیب ہوا کہ رسول اللہ ﷺ میرے حجرے میں میرے دن میں میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے فوت ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات کے وقت ان کے اور میرے تھوک کو جمع فرمادیا وہ یوں کہ میرے ہاں عبدالرحمٰن (حضرت عائشہ کے بھائی) آئے ان کے ہاتھ میں

---

[۱] یہ حدیث متفق علیہ ہے بخاری (ص ۶/ ۱۴۶) تفسیر ابن کثیر (ص ۳/ ۴۸۹) الدرالمنثور (ص ۶/ ۵۹۶)

مسواک تھی اور آپ ﷺ مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ مسواک کی جانب دیکھ رہے ہیں تو میں سمجھ گئی کہ آپ مسواک کرنا چاہ رہے ہیں میں نے پوچھا میں مسواک لوں۔ تو آنحضرت ﷺ نے اشارے سے ہاں کہی میں نے مسواک لی تو وہ آپ ﷺ کو سخت محسوس ہوئی میں نے پوچھا اسے نرم کردوں۔ آپ نے اشارے سے "ہاں" فرمایا تو میں نے انہیں نرم کر کے دی اور میرے سامنے ایک پانی سے بھرا کٹورا تھا آپ اس میں بار بار ہاتھ ڈال کر گیلے ہاتھ کو چہرے پر لگاتے فرماتے۔ لا اله الا اللّٰه ان للموت سکرات کہ موت کے اثرات ہوتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ہاتھ اونچا فرمایا اور ارشاد فرمایا فی الرفیق الاعلیٰ حتیٰ کہ روح قبض ہو گئی اور ہاتھ نیچے ہو گیا[1]۔

(صلی اللّٰہ علیه و علی آله)

نبی کریم ﷺ کی وفات ایسا سانحہ تھا جس نے عقلوں کو بیکار کر دیا اور دل پھٹنے لگا اور نفوس اپنی حالت کھو بیٹھے اور لوگ ان کی حالت کے بارے میں متحیر ہو گئے۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ثابت القلب اور ہوش میں رہیں اسی طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی ثابت القلب اور ہوش مند رہے اور ان دونوں صدیقین کا کردار "ناقابل فراموش" ہے۔

نبی کریم ﷺ "بیت صدیقہ" میں مدفون ہوئے تو انہیں دونوں جہانوں کا شرف حاصل ہو گیا اور ان کا حجرہ قیامت تک کے لئے نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھنے آنے والوں کے لئے قبلہ بن گیا۔

ان فضائل میں سے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت تھے آپ نے خواب دیکھا کہ تین چاند ٹوٹ کر ان کے حجرے میں آن گرے ہیں تو اس پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تیرا خواب سچا ہوا تو تیرے گھر میں اہل زمین میں سے سب سے افضل لوگ دفن ہوں گے۔

جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہو گئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے (دفن کے بعد)

---

[1] یہ حدیث بخاری شریف میں ہے اور دیکھئے البدایۃ والنہایۃ (ص ۵ / ۲۴۰) دلائل النبوۃ بیہقی (ص ۷ / ۲۰۷)

انہیں فرمایا کہ "یہ ان چاندوں میں سے ایک ہے اور سب سے افضل ہے[1] پھر اس کے بعد خود حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس میں دفن ہوئے یوں تین چاند پورے ہو گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ہونے والی برکات میں ایک یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے گھر اور حجرے کو پسند فرماتے تھے۔ اسی بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "ہر نبی کی اپنی محبوب ترین جگہ پر وفات ہوتی ہے[2]۔ اور یہی ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حدیث رسول اللہ ﷺ...... اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اتنے فضائل ہیں جن کا شمار نہیں یہ ان سات افراد میں شامل ہیں جن سے حدیث رسول اللہ ﷺ بہت زیادہ تعداد میں مروی ہیں۔ انہوں نے براہ راست آنحضرت ﷺ سے حدیث حاصل کی اور آنحضرت ﷺ کی فعلی سنتیں نقل کرنے میں ان کا بڑا حصہ ہے اور اسی طرح ان کی تعلیم میں۔

اسی طرح ان کا حجرہ دنیا میں حدیث شریف کی تعلیم کا پہلا مدرسہ شمار کیا جاتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود نبی کریم ﷺ سے برکتوں والا پاکیزہ علم حاصل کیا اور اسی طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ بن عمرو الاسلمی اور جدا مہ بنت وھب سے ان علوم کو حاصل کیا اور خود ان سے ایک کثیر مخلوق نے جن کا شمار نہیں علم کی خوشہ چینی کی۔ امام ذھبیؒ نے ان روایت کی تعداد ذکر کی ہے جو صحابہ تابعین، اہل بیت اور خدام بیت نبوی پر مشتمل ہے اور وہ تقریباً سو تک جا پہنچتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرویات کی تعداد دو ہزار دو سو دس ہے۔ بخاری و مسلم نے ان کی ایک سو چھہتّر روایات پر اتفاق کیا ہے اور صرف بخاریؒ چوّن (۵۴) احادیث میں منفرد ہیں اور امام مسلم نے انہتّر روایات اکیلے ذکر کی ہیں۔[3]

اور آنحضرت ﷺ سے کثرت سے روایات نقل کرنے والے صحابہ کا ذکر

---

[1] انساب الاشراف (ص ۲/ ۵۷) [2] سیر اعلام النبلاء (ص ۱۳۵۔۱۳۹)
[3] دیکھئے المجتبیٰ لابن الجوزی (ص ۹۲) تہذیب الاسماء واللغات (ص ۲/ ۳۵۱)

فائدے سے خالی نہ ہوگا یہ وہ ہیں جن کی روایات ہزاروں میں ہیں۔

۱۔ سیدنا ابو ھریرہ عبدالرحمٰن بن صخر الدوسی رضی اللہ عنہ ان سے پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث مروی ہیں۔

۲۔ سیدنا عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان سے دو ہزار چھ سو تیس احادیث مروی ہیں۔

۳۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان سے دو ہزار دو سو چھیاسی احادیث مروی ہیں۔

۴۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان سے دو ہزار دو سو دس احادیث مروی ہیں۔

۵۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ احادیث مروی ہیں۔

۶۔ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ ان سے ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث مروی ہیں۔

۷۔ سیدنا سعد بن مالک یعنی حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان سے بھی ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث مروی ہیں۔[1]

بعض فضلاء نے ان ساتوں حضرات کے ناموں کو اشعار میں پیش کیا ہے۔

سبع من الصّحب فوق الالف قدنقلوا

سات صحابہ نے ایک ہزار سے زیادہ نقل کی ہیں

من الحدیث عن المختار خیر مضر

المختار ﷺ کی احادیث۔ مضر کے بہترین شخص

ابوھریرۃ سعد جابر انس

وہ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سعد جابر رضی اللہ عنہ اور انس

صدیقۃ و ابن عباس کذا ابن عمر[2]

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہ نے

---

[1] شذرات الذھب (ص ۱/ ۲۶۱۔ ۲۶۲) مطبوعہ دار ابن کثیر

[2] حوالہ بالا (۱/ ۲۶۴۔ ۲۶۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تفقہ اور علم ...... امام ذھبیؒ نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ امت مسلمہ کی خواتین میں علی الاعلان سب سے زیادہ فقیہ تھیں۔

اور یہ بات حقیقت پر ہی مبنی ہے کیونکہ ان کی نشوونما سچائی کے گھر میں ہوئی اور زندگی نبوت کے گھر میں گزری۔ اور یہ نبوت کے صاف اور خالص چشمے سے سیراب ہوئیں۔ اسباب نزول قرآن کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کا حجرہ میں وحی اترنے کی جگہ تھی۔ تو اس میں کوئی تعجب نہیں کہ وہ امت کی خواتین میں سب سے زیادہ فقیہ ہوں۔ اسی وجہ سے ان کا علم پھیلا اور ان کا فضل شہروں میں پھیلا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرائض (وراثت) سنن اور فقہ کی معرفت میں سب سے فوقیت لے گئیں۔

امام مسروقؒ سے پوچھا گیا کہ کیا حضرت عائشہ فرائض (وراثت) کے مسائل بخوبی جانتی تھیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں نے نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے مشائخ کو ان سے وراثت کے مسائل پوچھتے دیکھا ہے۔

اور حضرت عروہ بن زبیر (جو حضرت عائشہ کے بھانجے تھے) کے بارے میں حضرت قبیصہ بن ذویبؒ نے رشک کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ حضرت عائشہ کے گھر میں داخل ہونے میں ہم پر غلبہ رکھتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سب بڑی عالمہ تھیں۔[1]

ان کا زھد اور کرم ...... اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زھد کے اعلیٰ درجات پر دنیا سے اعراض اور عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی وجہ سے فائز ہو چکی تھیں اور وہ ایسی ہی تھیں جیسا کہ ابو نعیم اصبہانی نے "حلیۃ الاولیاء" میں لکھا ہے کہ وہ دنیا سے بیزار اور اس کی رنگینیوں سے بے خبر اور اپنی محبوب چیز یعنی اعمال کے کھونے پر رونے والی تھیں۔

---

[1] دیکھئے تہذیب التہذیب (ص ۱۲ / ۴۳۵)

وہ زھد میں ضرب المثل تھیں جس طرح سخاوت میں ضرب المثل تھیں دیکھا کہ ان کی پیشانی عرق آلود ہے اور ان کے پسینے سے نور پھوٹ رہا ہے۔ تو انہوں نے ابو کبیر الھذلی شاعر کے کلام سے اس کی مثال دی۔

واذا نظرت الى اسرّہ وجهه
برقت بروق العارض المتهلل

اور جب میں اس کے چہرے کے خدو خال پر نظر ڈالتا ہوں تو وہ چمکتے بادل کی روشنی ہوتا ہے۔

اور حضرت عائشہ ؓ اکثر کسی شاعر کے اس شعر سے تمثیل بیان کرتی تھیں۔

يجز يك او يثنى عليك وان من
جو تجھے جزاء دے یا تیری تعریف کرے اور وہ
اثنى عليك بما فعلت كمن جزىٰ [1]

جو تیری تعریف تیرے کام کے بدلے کرے اس طرح ہے جیسے کوئی بدلہ ہے اور شاعری کی بہترین جھلک وہ ہے جب ان کے والد حضرت ابو بکر ؓ کا وقت نزع قریب آیا تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

لعمرك مايغنى الثراء عن الفتر
تیری عمر کی قسم دولت کمزوری (یا موت) سے بچا نہیں سکتی۔

اذا حشر جت يوما وضاق بها الصبر
جس وقت سانس خرخرا جائے اور تجھے صبر کرنا مشکل ہو جائے تو حضرت ابو بکر ؓ نے فرمایا کہ میری بچی! ایسے مت کہو بلکہ یہ آیت پڑھو۔

وجاء ت سكرة الموت بالحق ذلك ماكنت
(منہ تحیر سورۃ ق آیت نمبر 19)

اور آ پہنچی موت کی سختی (نزع کا وقت) یہ وہ وقت ہے جس سے تو بچ نہیں سکتا۔

---

[1] دیکھئے عیون الاخبار (ص ۳ / ۱۶۲)

اور جب ان کے بھائی عبدالرحمٰن فوت ہوئے یہ وہاں گئیں انہیں دیکھ کر متمم بن نویرہ کے اپنے بھائی کے لئے کہے اشعار پڑھے۔

وکنا کندمانی جذیمة برهة
من الدهر حتی قیل لن یتصدعا

اور ہم ایک عرصہ تک جذیمہ کے پہاڑوں کی طرح ساتھ تھے حتی کہ کہا گیا کہ الگ نہ ہوں گے۔

فلما تفرقنا کافی وما لکا
لطول اجتماع لم بنت لیلةً معاً[۱]

اور جب ہم جدا ہو گئے تو گویا کہ میں اور مالک لمبے عرصے جمع رہنے کے بعد ہم نے ایک رات بھی ساتھ نہیں گزاری۔

اور ہم آخر میں ایک مہکتی بات لکھ کر گفتگو ختم کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو زهیر بن حباب شاعر نے یہ اشعار پڑھتے سنا۔

ارفع ضعیفك لایحل بك ضعفه
اپنی کمزوری دور کر تجھے کمزوری روا نہیں ہوگی۔

یوما فتدرکه عواقب ماجنی
اس دن جب تیری خطاؤں کا انجام تجھے پکڑے گا۔

یجزیك اویثنی علیك وان من
تجھے بدلہ دے یا تیری تعریف کرے اور جو

اثنی علیك بما فعلت کمن جزی
تری تعریف کرے تیرے کسی کام کے بدلے، تو ایسا ہے جیسے کوئی بدلہ دے۔

یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ شاعر نے سچ کہا "اللہ تعالیٰ اس کا شکر نہیں کرتے جو لوگوں کا شکر نہیں کرتا۔[۲]

---

[۲] البدایۃ والنھایۃ (ص ۷ / ۸۹)
[۱] اعلام النساء (ص ۳ / ۱۲۰)

اللہ تعالیٰ عامر شعبی پر رحم فرمائے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تفقہ علم اور ادب سے بڑے متعجب تھے اور فرماتے۔

تمہارا ادب نبوت کے بارے میں کیا خیال ہے۔[1]

<u>اُمّ المومنین اور طب</u>......اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں طب کی معرفت بھی منقول ہے اور اس بارے میں "حضرت عروہ بن زبیر کا تعجب کرنا بتاتا ہے انہوں نے اپنی خالہ کو کہا۔

اے اماں! میں آپ کی فہم و فراست سے متعجب نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ آپ زوجۂ رسول اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں اور نہ میں آپ کے شاعری کے علم اور تاریخ سے واقفیت سے متعجب ہوتا ہوں کہتا ہوں کہ آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں اور وہ دنیا کے بڑے عالم تھے۔ لیکن مجھے آپ کے علم طلب سے حیرت ہوتی ہے یہ آپ کو کیسے آگیا۔

حضرت عروہ کہتے ہیں کہ انہوں نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمانے لگیں کہ اے عریہ (عروہ کی تصغیر) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری عمر میں کافی بیمار رہے اور مختلف جگہوں سے عرب کے وفود ان کے پاس آتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھکاوٹ ہو جاتی تھی اور میں ان کا علاج کیا کرتی تھی۔ تو یہ ان کی برکت سے مجھ کو بھی آگیا۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس بارے میں بے شمار اقوال بھی ہیں جو ان کی امور پر تعلیم میں حسن اور قوت ملاحظہ پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فہم فراست عطا فرمائی تھی۔

ان کا ایک ارشاد یہ بھی ہے کہ جو شخص کھجور طاق عدد کھائے گا اسکو تکلیف نہ دے گی علاوہ ازیں یہ بھی ارشاد منقول ہے کہ بیداری تین آدمیوں کے لئے جائز ہے نماز پڑھنے والا[3] جس کی شادی ہوئی ہو (یعنی دولہا دلہن) مسافر[4] اور ان تین آدمیوں کے لئے بیداری کو جائز کہنا دراصل بیداریٔ شب کے انجام اور اس کے نقصانات کی

---

[1] انساب الاشراف (ص ۲ / ۴۱۶)

[2] دیکھئے الحلیۃ (ص ۲ / ۵۰) سیر اعلام النبلاء (ص ۲ / ۱۸۶) مجمع الزوائد (ص ۹ / ۲۴۲) الفتح الربانی (ص ۲۲ / ۱۲۴)

[3] عیون الاخبار (ص ۳ / ۲۰۲) [4] حوالہ بالا (ص ۱ / ۱۴۱)

طرف بڑا گہرا اشارہ ہے۔

حضرت عائشہ ؓ کے اقوال زرین...... امام اعمشؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ ؓ کو "رجلة الرائي" (پختہ رائے والی خاتون) کہا جاتا تھا۔[1]

جی ہاں! جتنے بھی اقوال اُم المومنین حضرت عائشہ سے منقول ہیں وہ سب ان کے عظیم فہم اور پختہ عقل کی نشاندہی کرتے ہیں جو انہیں نبوت کے فیض اور قرآن کریم سے حاصل ہوئی تھی۔

حضرت عائشہ ؓ کے اقوال زرین کو اگر سونے کے پانی سے لکھا جائے تو بھی کم ہے فرماتی ہیں کہ "تکلہ (سوت کاتنے کا آلہ) عورت ہاتھ میں مجاہد فی سبیل اللہ کے ہاتھ میں نیزے سے بہتر ہے۔[2]

ان کا ایک بہترین ارشاد ہے کہ "رزق کو زمین کے ہر حصے میں تلاش کرو۔"

اللہ تعالیٰ کی رضا کے بارے میں فرماتی ہیں کہ "جس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والا کام کیا اس کی تعریف کرنے والے لوگ بھی اس کی برائی کرنے والے بن جائیں گے۔"

ان کا ایک خوبصورت اور حیرت انگیز ارشاد ہے کہ تمہیں اللہ کی طرف سے کوئی اچھی چیز نہ ملے تو بھی یہ تھوڑے سے گناہوں سے بہتر ہے۔ جو چاہے کہ وہ بے انتہا محنت کرنے والے سے آگے نکل جائے تو اس کو گناہوں کی کثرت سے باز رہنا چاہئے۔

ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا آدمی غلطی پر کب ہوتا ہے۔ فرمایا کہ جب وہ سمجھے کہ میں اچھا کر رہا ہوں۔[3]

حضرت عائشہ ؓ چونکہ افقہ الناس اور سب سے بڑی عالمہ تھیں۔ وہ انصار کے بارے میں ان کے اچھا اور نیک ہونے میں ایک عظیم رائے رکھتی تھیں فرماتی ہیں کہ جب کوئی عورت دو نیک انصاریوں کے گھروں کے درمیان ہو تو اسے اس بات سے بے پرواہ ہو جانا چاہئے کہ وہ اپنے والدین کے گھر رہے۔[4]

---

[1] انساب الاشراف (۱/۴۱۷) [2] اعلام النساء (۳/۱۱۸)
[3] دیکھئے وفیات الاعیان لابن خلکان (ص ۳/۱۶)
[4] عیون الاخبار (۳/۲۳) صفة الصفوة (ص ۲/۳۲) الزهد لامام احمد (۲۰۶)

حضرت عائشہ خلفاء راشدین کے دور میں...... اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خلفاء راشدین کے دور میں ان کے شایان شان مرتبہ حاصل تھا اور فقہی، تشریعی معاملات میں ان سے رجوع کیا جاتا تھا اسی طرح مسلمانوں کی زندگی میں مختلف طبقہ ہائے زندگی کے مسائل میں بھی حضرت عائشہ مرجع و مرکز تھیں اور آپ مسلمانوں میں پیش آنے والے واقعات سے اپنی کم و بیش ستّر سالہ زندگی میں دور نہیں رہیں اس بارے میں ان کے اہم کردار واقعات بہت مشہور ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد پیش آنے والے سیاسی اور اجتماعی حالات میں آپ کا کردار معروف و اہم ہے۔

اور تاریخ میں ایسے بے شمار واقعات ہیں جنھوں میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان حالات کی بہترین تصویر اور واضح جھلک چھوڑی ہے۔[1]

اُمّ المومنین کی جدائی...... اُمّ المومنین نے اپنا آخری وقت آپہنچا محسوس کر لیا تھا اس لئے وہ دار آخرت میں پہنچنے والوں سے ملنے کے لئے بے چین تھیں آخر کار مرض نے شدّت کی اور آپ صاحب فراش ہو گئیں۔ ایک دن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دے دی وہ تشریف لائے اس وقت آپ کے سرہانے آپ کے بھتیجے عبداللہ بن عبدالرحمٰن تشریف فرما تھے۔ حضرت ابن عباس نے رضی اللہ عنہ فرمایا کہ امّاں مبارک ہو نبی کریم ﷺ سے آپ کی ملاقات ہونے میں صرف روح اور جسم کا تعلق باقی ہے۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کے فضائل بیان کرنا شروع کر دیئے اور جب کافی دیر ہو گئی تو آپ نے فرمایا۔

اے ابن عباس بس کرو قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں تو چاہتی ہوں کہ میں کاش کچھ بھی نہ ہوتی۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا منگل کی رات میں فوت ہوئیں اور یہ سن 58ھ تھا جو 678 عیسوی کے مطابق ہے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک انہتّر سال کی تھی آپ کو جنت البقیع میں نماز وتر کے بعد دفن کیا گیا آپ کے جنازے میں اهل عوالی بھی شریک تھے اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے کسی رات میں اتنے زیادہ آدمی نہیں دیکھے۔ نماز

---

۱ مزید تفاصیل کے لئے دیکھئے (اعلام النساء (ص ۳/ ۳۰)

۲ طبقات ابن سعد (۷/ ۷۵)

جنازہ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ کی قبر میں آپ کے محارم اترے۔[1]

آپ کی وفات کا مسلمانوں کی زندگی پر بڑا گہرا اثر ہوا اور لوگ بہت غمزدہ تھے حتیٰ کہ امام مسروق فرماتے ہیں کہ اگر ممانعت نہ ہوتی تو میں اُمّ المومنین پر نوحہ قائم کرواتا۔[2]

سیر اعلام النبلاء میں امام ذھبیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب لوگوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے چیخ چیخ کر روتے سنا تو فرمانے لگیں کہ خدا کی قسم حضرت عائشہ دوسرے لوگوں سے زیادہ آنحضرت ﷺ کو محبوب تھیں۔

علامہ بلاذریؒ نے اپنی کتاب انساب الاشراف میں لکھا ہے اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں۔ اللہ آپ پر رحم کرے آپ کی مغفرت کرے اور آپ کو جنت میں ٹھکانہ عطا فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے فخر کو اتنا ہی کافی ہے کہ علماء و فقہاء اور مؤرخین وغیرہ ان کے فضائل کی اشاعت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ گئے اور آج تک ان کے فضائل کی اشاعت کر رہے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے جنت کی بشارت...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کرتے رہے اللہ تعالیٰ انہیں ان کے ایمان کی بدولت ایسی جنتوں کی طرف رہنمائی دے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان کی پکار اس میں سبحانك اللّٰھم اور ان کا ملنا اس میں "سلام" (کے ساتھ) ہوگا اور آخری بات ان کی الحمد للہ رب العالمین ہوگی۔ (سورۂ یونس آیت نمبر ۱۰۹)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خواتین اسلام میں سب سے زیادہ مشہور خاتون ہیں اور اگر مشہور نہ بھی ہوتی تب بھی وہ اسلام اور مسلمین پر ان کی زندگی کے تمام شعبوں میں برکت کا باعث تھیں خاص طور پر عہد نبوی ﷺ میں کہ یہ آنحضرت ﷺ کی آنکھوں کے سامنے پلی بڑھیں اور پھر عالم اسلام کی ایک مثالی خاتون بن گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی ہر راحت کا خیال رکھا اور ان کے آرام

---

[1] حوالا بالا (ص ۸ / ۷۷) تہذیب الاسماء واللغات (ص ۲ / ۳۵۲)

[2] دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۳ / ۱۸۵)

کے لئے تمام وسائل کو بروئے کار لائیں اسی وجہ سے انہیں کئی مرتبہ متعدد مواقع میں جنت کی بشارت حاصل ہوئی۔

ان بشارتوں کا ایک واقعہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہرے کپڑے کے ٹکڑے میں ان کی شبیہ لائے اور آنحضرت ﷺ کو فرمایا کہ یہ آپ کی دنیا و آخرت میں زوجہ ہوں گی۔[۱]

دوسری حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود اس بشارت کے بارے میں بتلاتی ہیں۔ فرماتی ہیں کہ ''میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کی جنت میں بیویاں کون ہوں گی۔ تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ان میں سے ایک ہو۔ تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ شاید یہ اس لئے ہے کہ آپ نے میرے علاوہ کسی کنواری لڑکی سے نکاح نہیں فرمایا۔[۲]

آپ ﷺ کے اس ارشاد گرامی میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ آپ کی تمام ازواج مطہرات انشاء اللہ جنت کی خوشخبری پانے والوں میں شامل ہیں۔

حضرات صحابہ کرام کے دلوں میں یہ بات یقین کو پہنچ چکی تھی کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکریم اور جنت کی عظیم بشارت حاصل ہو چکی ہے اس لئے ایک مرتبہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ منبر پر یہ فرمار ہے تھے کہ یہ (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) بلاشبہ نبی کریم ﷺ کی دنیا و آخرت میں زوجہ ہیں۔[۳] اور ایک روایت میں جنت میں کے الفاظ منقول ہیں۔

امام احمدؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بشارت کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ میرے لئے آسان ہے کہ میں جنت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہتھیلی کی سفیدی دیکھ سکوں۔[۴]

اور آخر میں یہ بات کہ یہ کچھ مبارک لمحات ہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

---

[۱] یہ حدیث جامع ترمذی میں باب المناقب میں ہے حدیث نمبر (۳۶۴۳)
[۲] دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۲ / ۱۴۵)
[۳] یہ حدیث بخاری شریف میں باب الفتن میں اور ترمذی میں باب المناقب میں درج ہے۔ مزید دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۸ / ۶۴) حلیۃ الاولیاء (ص ۲ / ۴۴)
[۴] دیکھئے الفتح الربانی صفحہ 111 البدایۃ والنہایۃ (ص ۸ / ۹۶)

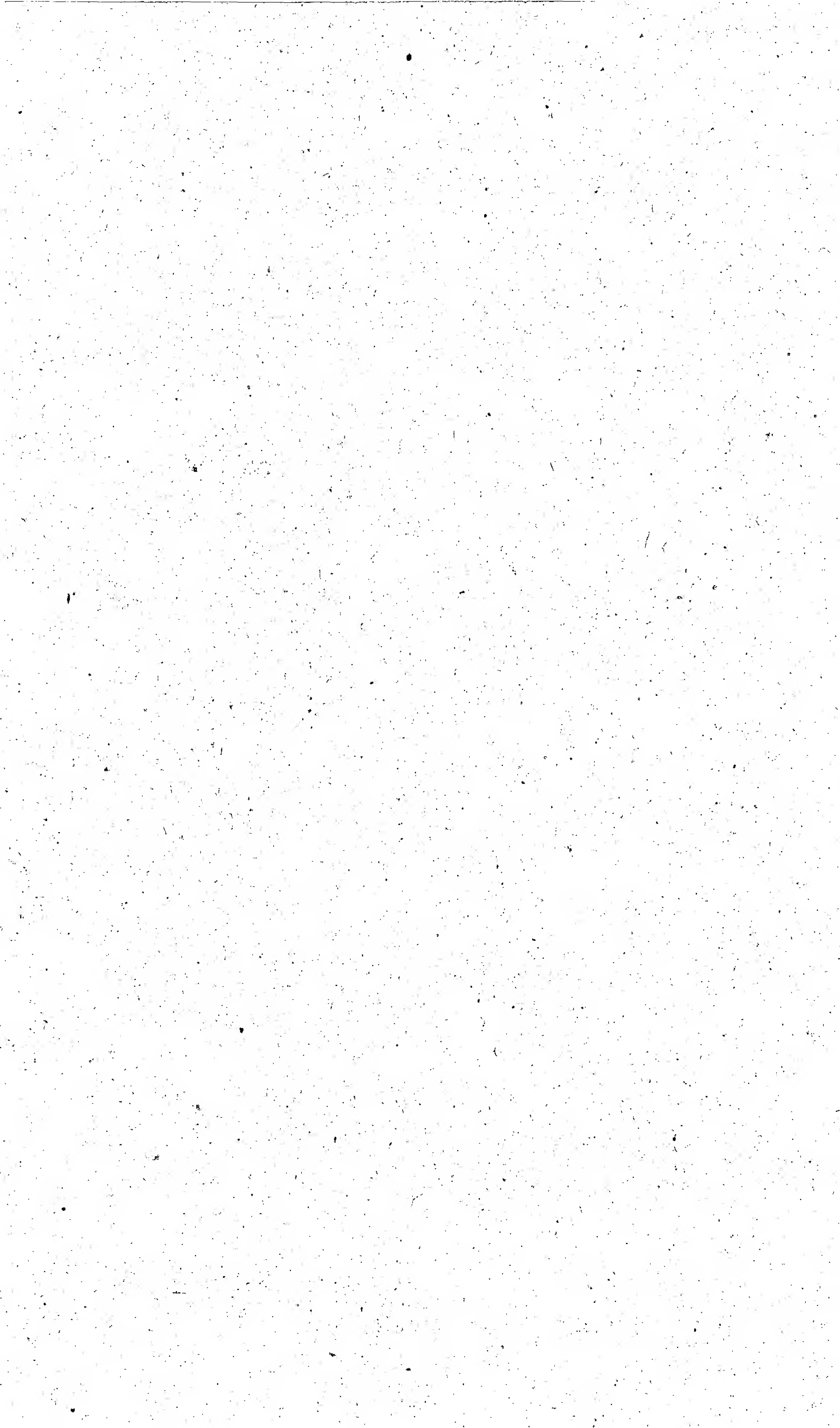
کی سیرت کے ساتھ گزارے میں یہ امید کرتا ہوں کہ مجھے اس کے بیان میں ضرور توفیق نبی کا ساتھ نصیب ہوا ہے۔

اور اس سے پہلے کہ ہم حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی سیرت سے رخصت ہوں ہم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت کرتے ہیں۔

ان المتقين في جنت و نهر في مقعد صدق عند مليك مقتدره

سورۃ القمر آیت نمبر ۵۴،۵۵۔

بے شک متقین جنتوں اور نہروں میں ہوں گے سچے مقام پر طاقتور بادشاہ کے ہاں۔



حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ

نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی کو فرمایا
کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم جنت کی خواتین کی سردار بنو۔“
(حدیث شریف)
آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا
”ایک فرشتہ اترا اور اس نے مجھے خوش خبری دی کہ فاطمہ جنت کی خواتین کی سردار ہے۔“

(حدیث شریف)



فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ

آل نبی

مديح آل النبي عندي خير من اللّهو ومن التجارة

آل نبی کی مدح کرنا میرے نزدیک کھیل کود اور تجارت سے بہتر ہے

انجو بهم من عذاب نار

وقودها الناس والحجارة

میں ان کے ذریعے آگ کے عذاب سے بچوں گا جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔

آج ہماری ملاقات آل نبی ﷺ کی ایک اہم شخصیت اور اپنے وقت میں تمام جہانوں کی خواتین کی سردار گوشہ جگر نبی، عصمت مصطفوی، اپنے والد کی چہیتی بیٹی ، فاطمہ بنت سید الخلق سیدنا رسول اللہ ﷺ ابوالقاسم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف القرشیہ الہاشمیہ اُمّ الحسنین سے ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت اُمّ القریٰ (مکہ) میں ہوئی اس وقت قریش کعبہ کی جدید تعمیر کر رہے تھے اور یہ نبوت ملنے سے پانچ سال پہلے کی بات ہے والدین ان کی پیدائش سے بہت ہی زیادہ خوش تھے کیونکہ یہ سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں اس لئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کے لئے آیا تلاش نہ کی بلکہ خود ہی دودھ پلایا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نشوو نما پاکیزگی کے گھر میں ہوئی۔ اور آنحضرت ﷺ کی نگاہوں کے سامنے پلی بڑھیں ، اور پھر نبوت کے خالص چشمے سے سیراب ہوئیں کیونکہ جب انہوں نے ہوش سنبھالا رسالت کو دیکھا جسے اللہ تعالیٰ نے سید محمد رسول اللہ ﷺ سے خاص کر دیا تھا تاکہ وہ انسانیت کے سامنے اس پیغام کو لائیں۔

سرداری کے آنگن میں...... اس سے پہلے کہ ہم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کے صفحات کا مطالعہ کریں ہم کچھ لمحات اس پاکیزہ بنیاد پر رکتے ہیں جس نے انہیں سرداری کا تاج پہنچایا اور بزرگی کے تمام پہلوؤں سے روشن ہوئیں۔

ان کے والد محترم بنی آدم کے سردار، رحمتہ للعالمین ہمارے نبی محمد ﷺ ہیں ان کی والدہ ماجدہ سارے جہانوں کی خواتین کی سردار سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی ہماری ماں سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہاوارضاھا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خود بھی اپنے زمانے کی خواتین کی سردار تھیں اور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیوں میں افضل ترین تھیں۔

ان کے شوہر دنیاو آخرت کے سردار امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے ان کے صاحبزادگان جنت کے نوجوانوں کے سردار اور رسول اللہ ﷺ کے پھول حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما تھے۔

ان کے چچا سید الشھداء اللہ اور اس کے رسول کے شیر، [1] حمزہ بن عبد المطلب تھے (ان حضرات کو چچا صرف آنحضرت ﷺ کی نسبت سے لکھا گیا ہے ورنہ رشتے میں یہ دادا بنتے ہیں) ان کے دوسرے چچا بنی ہاشم کے سردار، پڑوسیوں کے محافظ سخی، مصیبتوں میں کام آنے والے ننگوں کو کپڑے دینے اور بھوکوں کو کھانا کھلانے والے "عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ان کے دیور، شہید، سردار، عظیم الشان، مجاہدین کے نشان، جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

اب کوئی بتائے کہ حضرت فاطمہ سے فخر میں کوئی برابر ہو سکتا ہے۔ اور کیا اس فضیلت کے بعد کچھ اور فضیلت ہے ان کے لئے فخر کو اتنا ہی کافی ہے کہ ان کی کنیت "ام ابیھا" تھی۔

سبقت کرنے والوں میں نمبر ایک...... جب آنحضرت ﷺ پر رسالت کے پیغام کے ساتھ وحی اتری تو سب سے پہلے ایمان لانے والی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں اور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیاں، زینب، رقیہ، ام کلثوم، اور فاطمہ ایمان لانے کی دوڑ میں آگے آگے تھیں۔

ابن اسحاق نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتی ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو نبوت کا شرف بخشا تو خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ان کی

---

[1] حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ (مترجم)

صاحبزادیاں ان پر ایمان لائیں۔

تو نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیاں اپنے والدہ کے ساتھ ایک ہی لڑی میں اسلام کے آنگن میں داخل ہوئیں اور اپنے والد کی رسالت کی تصدیق کی جو کہ رسالت سے قبل ہی کچھ صفات مبارکہ کی وجہ سے واضح ہو چکی تھی اور یہ اس کو بخوبی سمجھتی تھیں تو اسلام آنے کے بعد کیسے پیچھے رہتیں۔

امام زرقانیؒ نے شرح المواھب میں حضرت فاطمہ اور ان کی بہنوں کے اسلام لانے میں پہل کرنے کے بارے میں لکھا ہے کہ

آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کہ ان کے بعثت سے قبل "آپ ﷺ کے راستے اور سیرت کی پیروی کرنے کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے۔

اور ایک دوسری جگہ علامہ زرقانیؒ لکھتے ہیں کہ

حاصل یہ ہے کہ اس بات کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں کہ آپ ﷺ کی صاحبزادیاں اسلام کی طرف پہل کرنے والوں میں سے تھیں کیونکہ ان کی پرورش سچے اور مکرم باپ کی آغوش میں اور ایک افضل اور محبت کرنے والی ممتا کی گود میں ہوئی اور یہ اپنے والد سے ان کے مکارم اور اپنی والدہ سے عقل کے وہ خصائل حاصل کر رہی تھیں کہ جس عقل سے اگلی اور پچھلی خواتین میں سے کسی کی عقل کا موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔

نبی کریم ﷺ کے خاندان، ان کی زوجہ اور صاحبزادیوں کا اسلام اور صاف ستھری فطرت کا نتیجہ تھا جو انہیں ایمان اور نبوت سے غذا کے طور پر دی گئی اور ان کی نشو ونما فضیلت اور مکارم اخلاق پر ہوئی۔ اس خاندان کا کیا کہنا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور قریش کے بے وقوف...... رسول اللہ ﷺ نے دعوت کے کام کو شروع اور اپنے رب کی طرف سے رسالت کی تبلیغ کرنے لگے اور اس سلسلے میں پیش آنے والی کسی مصیبت پریشانی ان کی بے وقوفانہ حرکت اور تکلیف یا جھٹلائے جانے یا الزام تراشی کی پرواہ نہ کرتے اور قریش نے ضد اور عناد کا راستہ پکڑ لیا اس لئے وہ گمراہی اور استہزاء سے کام لینے لگے اور اپنے کینے کے ذریعے آنحضرت ﷺ کے راستے میں

روڑے اٹکاتے۔ اور حضرت فاطمہ اپنے بچپن کی ابتداء ہی سے اپنے والد کی مشکلات کو دیکھ رہی تھیں جو انہیں آتے جاتے پیش آتیں۔

ایک مرتبہ عقبہ بن ابی معیط کو دیکھا جو مکہ کے قریش کا ساتھی اور ایک بے وقوف شخص تھا ایک خبیث فاجر اور عیب دار نسب والا شخص تھا اسی لئے یہ ان کے لئے برے برے کام کرتا ان کی چالبازی کو بروئے کار لاتا اس وجہ سے اس کی گندی اصلیت چھپ گئی تھی اس نے ایسا کام کیا کہ جس کا ذکر کیا جانا ضروری ہے۔

ایک مرتبہ بت پرستوں کی ایک فاجرانہ مجلس میں قریش کے بہت سارے بے وقوف جمع تھے وہاں کسی نے کہا کہ یہ محمد ﷺ نماز پڑھ رہے ہیں کون ہے جو ایک اونٹ کی اوجڑی لے کر آئے اور جب یہ سجدے میں جائے تو ان کے اوپر رکھ دے۔

اس کام کی ذمہ داری عقبہ بن ابی معیط نے ان کی گندی خواہش کو پورا کرنے کے لئے لے لی اور پھر وہ ایک گندی اوجڑی لایا اور حبیب مصطفیٰ ﷺ کی پیٹھ پر رکھ دی اس وقت آپ سجدے میں تھے۔ اور برائی کے ستون بے وقوف لوگ دیکھتے رہے اور وہ ہنس رہے تھے حتیٰ کہ بہت زیادہ کی وجہ سے ایک دوسرے پر گرے جاتے اور سید المرسلین ﷺ بدستور سجدے میں ہی رہے حتیٰ کہ یہ خبر خواتین جنت کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پہنچی۔ تو وہ آئیں اور انہوں نے اپنے والد کی پیٹھ سے اس گندگی کو ہٹایا اور اسے دھویا پھر آپ ان فجار کی طرف متوجہ ہوئیں اور انہیں خوب برا بھلا کہا۔

جب آنحضرت ﷺ اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر ان کے لئے بددعا کی۔"

اے اللہ تو شیبہ بن ربیعہ سے انتقام لے۔ اے اللہ! تو ابو جہل ابن ہشام سے انتقام لے۔ اے اللہ تو عقبہ بن ابی معیط سے انتقام لے۔

جب ان لوگوں نے یہ دیکھا تو ان کی ہنسی بند ہو گئی اور وہ آپ ﷺ کی بددعا سے خوفزدہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر فضل فرماتے ہوئے ان کی دعا قبول فرمائی اور یہ سب غزوۂ بدر میں قتل ہوئے۔[۱]

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ عقبہ بن ابی معیط غزوۂ بدر میں گرفتار ہوا اور

---

[۱] دلائل النبوۃ للبیہقی (ص ۲/ ۲۷۸ ۲۷۹/۲) البدایۃ والنھایۃ (ص ۳/ ۴۴)

جب اس کے بارے میں قتل کا فیصلہ ہوا تو کہنے لگا میرے بچوں کا والی کون ہوگا! آپ ﷺ نے فرمایا آگ! پھر اس نے کہا کہ کیا تم قریش کے درمیان مجھے کرو گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہاں! پھر آپ صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے اس نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔

فرمایا کہ میں مقام ابراہیم کے پیچھے سجدے کی حالت میں تھا تو یہ آیا اور اس نے میری گردن پر پاؤں رکھ دیا اور اسے دبایا یہاں تک کہ میں نے یہ گمان کیا کہ شاید میری آنکھیں باہر نکل جائیں گی اور ایک مرتبہ یہ اونٹ کی اوجڑی لایا اور میرے سر پر رکھ دی میں اس وقت سجدے میں تھا۔ پھر فاطمہ نے آکر میرا سر دھویا۔

اس طرح عقبہ بن ابی معیط نامی اس گندے شخص پر اللہ کا قہر نازل ہوا اور یہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارا گیا۔

حضرت فاطمہ زہرا اور حصار شعب کا امتحان...... قریش نے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دینے کا نیا طریقہ سوچا اور انکی یہ ایذاء بنی ھاشم اور ابو عبد المطلب تک جا پہنچی، مشرکین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ان سے نہ خرید و فروخت ہوگی ،نہ کوئی بات چیت، اور نہ کوئی ان سے ملے گا حتیٰ کہ بنو ھاشم ،رسول اللہ ﷺ کو قریش کے حوالے کر دیں بنو ھاشم اور بنو عبد المطلب گھروں کو چھوڑ کر شعب ابی طالب نامی گھاٹی میں محصور ہو گئے اور اس میں ابو لہب شامل نہ تھا۔ حصار بہت شدید تھا بہت ہی شاک گذرا۔ گھاٹی میں سے بچوں اور عورتوں کی ،بھوک کی شدّت سے رونے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی محصورین میں شامل تھیں اور اس حصار کی وجہ سے انکی طبیعت میں کافی اثر موجود رہا جو انکی آخر عمر تک باقی رہا۔

یہ حصار تقریباً تین سال تک جاری رہا اور بالآخر مسلمان اس گھاٹی سے نکل آئے اور انکے چہروں سے ثابت قدمی کی علامات پھوٹ رہیں تھیں اور چہرے نور ایمان سے روشن تھے اور اس کے نتیجے میں انکے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت مزید پختہ ہو گئی۔

(حضرت فاطمہ ؓ اور حضرت خدیجہ ؓ دو خوش نصیب)......حضرت فاطمہ زہراءؓ ابھی حصار شعب کو بھولنے نہ پائی تھیں کہ انکی زندگی میں ایک درد ناک دن آگیا اور اس دن انکی والدہ محترمہ حضرت خدیجہ اس دنیا دار فانی سے کوچ کر گئیں اور انکی وفات سے حضرت فاطمہ کا دل بجھ گیا اور ان پر سے ایک محبت کرنے والا شفقت بھرا ہاتھ ہٹ گیا تھا جسکی مبارک یادیں بیت نبوت سے وابستہ تھیں۔ اور اب آنے والی زندگی کا سارا بار زہراء کے کندھوں پر آن پڑا لیکن اس ذمہ داری سے انکا ایمان اور رب سے رابطہ ہی مضبوط ہوا۔ اور یہیں سے یہ اپنے والد کے ساتھ لازم ہو گئیں ، جنکے دل میں محبت ،شفقت اور رحمت بھرپور تھی۔ حضرت فاطمہ نے زندگی کا سفر اپنے والد محترم کے ساتھ پورا کیا اور انکی دعوت کے سلسلے میں آنے والی ہر قسم کی مشکلات میں برابر کی شریک رہیں۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کا حکم فرمایا۔

حضرت فاطمہ زہراء بھی مہاجر خواتین میں شامل تھیں اور مدینہ منورہ میں انھوں نے ایک معزز قوم کے درمیان نئی زندگی کا آغاز کیا ، یہ قوم ان مہاجرین سے بہت محبت کرتی تھی اور اسکے علاوہ وہ مہاجرین کو اپنے اوپر ترجیح دیتے چاہے خود انھیں تکلیف ہوتی رہے۔

علی نے تمہارا تذکرہ کیا ہے......ہجرت کے دوسرے سال حضرت علی ؓ سے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی شادی ہو گئی یہ غزوۂ بدر کے بعد کی بات ہے۔

حضرت فاطمہ کے رشتہ کا یک مبارک واقعہ جسمیں اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہوئی یہ واقعہ ہم خود حضرت علی ؓ کی زبانی پیش کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ۔

”رسول اللہ ﷺ کی جانب سے حضرت فاطمہ ؓ کی رشتہ کا عندیہ دیا گیا تھا تو میری خادمہ نے مجھے کہا کہ تمھیں معلوم ہے کہ حضرت فاطمہ کے رشتہ کی بات ہو رہی ہے۔ میں نے کہا نہیں! اس نے کہا کہ اسکے رشتہ کا عندیہ دیا جا چکا ہے تمھیں کیا چیز مانع ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کے پاس نہیں جاتے تا کہ وہ تمہارا حضرت فاطمہ

ؓ سے نکاح کردیں۔ تو میں نے کہا میرے پاس مجھے کیا جس پر میں نکاح کروں۔ تو وہ کہنے لگی کہ تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ تو سہی وہ تمھارا نکاح فاطمہ ؓ سے کردیں گے حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم ،وہ مجھے بار بار امید دلاتی رہی حتیٰ کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور انکے سامنے جب بیٹھا تو میری آواز بند ہو گئی اور خدا کی قسم مجھ میں ہمت نہیں تھی کہ میں انکی جلالت اور ھیبت کے آگے کچھ گفتگو کرسکوں۔

پھر خود رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا ،کیوں آئے ہو کوئی ضرورت ہے تو بتاؤ۔ حضرت علی ؓ کہتے میں خاموش رہا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم شاید فاطمہ ؓ کے لئے پیغام نکاح دینے آئے ہو۔ میں نے کہا۔ جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا مہر کی ادائیگی کے لئے کچھ ہے تمھارے پاس۔ میں نے کہا جی نہیں خدا کی قسم! یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا وہ زرہ کیا ہوئی جو میں نے تمہیں دی تھی۔ تو حضرت علی ؓ نے عرض کیا وہ تو ہے یا رسول اللہ لیکن وہ تو جنگ میں حفاظت کے لئے ھے اور وہ بھی محض چار درھم کی ہے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمھارا اس سے نکاح کرتا ہوں تم وہ زرہ مہر کے طور پر فاطمہ کو دے دو۔ یہ فاطمہ بنت رسول اللہ کا مہر ہوگا۔ [1]

پھر آپ ﷺ اپنی صاحبزادی کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ "علی نے تمھارا تذکرہ کیا ھے "یعنی پیغام نکاح دیا ہے۔ تو حضرت فاطمہ ؓ خاموش رہیں تو آپ ﷺ نے انکا نکاح کردیا۔ [2]

اس وقت حضرت فاطمہ ؓ کی عمر مبارک اٹھارہ برس تھی اور حضرت علی ؓ ان سے چار سال بڑے تھے۔

اے اللہ! ان دونوں کو برکت عطا فرما ...... حضرت زہراء کی رخصتی والی شام آپ ﷺ نے پانی منگوایا اس سے وضو فرمایا اور اس پانی سے حضرت علی ؓ پر کلی فرمائی اور دعا فرمائی "اے اللہ ان دونوں کو برکت عطا فرما اور انکی نسل میں بھی برکت ڈال

---

[1] دلائل النبوۃ بیہقی (ص ۱۶۰ / ۳) اسد الغابتہ ترجمہ (۷۱۷۵) البدایۃ والنھایۃ (ص ۳۴۶ / ۳)
[2] طبقات ابن سعد (۲۰ / ۸)

دے"۔ ؎۱

صحابہ کرام اور بنو عبدالمطلب نے اس مبارک موقع پر بہت اچھا انتظام کیا اور حضرت حمزہ ؓ بن عبدالمطلب نے بعض اونٹ ذبح کئے اور لوگوں کی دعوت کی اور زھراء اپنے سسرال منتقل ہو گئیں۔ یہ گھر اونچی چارپائیوں، بھانت بھانت کے برتنوں، اچھے بستروں اور غالیچوں سے مزین نہ تھا۔ البتہ انتہائی بساطت اور تواضع کا گھر تھا اسمیں مینڈھے کی کھال بچھی تھی۔ کھجور کی چھال سے بھرا تکیہ موجود تھا ایک مشکیزہ دو مٹکے اور ایک آٹا پیسنے کی چکی تھی اور یہ نبی کریم ﷺ کے گھر سے دور تھا۔

کچھ دن کے بعد نبی کریم ﷺ حضرت فاطمہ ؓ کے پاس تشریف لائیں اور فرمایا کہ میں تمھیں اپنے گھر کے قریب منتقل کرنا چاہتا ہوں تو حضرت فاطمہ ؓ نے عرض کیا کہ آپ حارثہ بن نعمان سے بات کریں کہ وہ اپنے کسی گھر میں ہمیں منتقل کر دے آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ پہلے ہی بہت کچھ کر چکا ہے مجھے حیا آتی ہے کہ میں اسے کچھ کہوں"

جب یہ بات حضرت حارثہ کو معلوم ہوئی تو وہ دوڑے ہوئے آپکے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے سنا ہے کہ آپ فاطمہ کو اپنے گھر کے قریب لانا چاہتے ہیں یہ میرا گھر ہے جو آپ کے لئے بنو نجار سے بھی زیادہ قریب ہے اور میں اور میرا سارا مال تو ہے ھی رسول اللہ ﷺ کے لئے، خدا کی قسم یا رسول اللہ! میرا جو مال آپ کے استعمال میں آتا ہے وہ مجھے باقی ماندہ، مال سے زیادہ محبوب ہے۔

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم نے سچ کہا اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے پھر آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ ؓ اور حضرت علی ؓ کو وہاں منتقل کر دیا اور وہ دونوں وہاں قیام پذیر ہو گئے۔ ؎۲

پرہیز گار، صابرہ، زھراء ؓ...... تاریخ کسی ایسی خاتون سے واقف نہ ہو گی جس نے حضرت فاطمہ ؓ کی طرح صبر اور تقویٰ کو جمع کیا ہو، اپنی شادی کے ابتدائی

؎۱ (اسد الغابتہ ترجمہ) (ص ۷۱۷۵)

؎۲ یہ قصہ تفصیل کے ساتھ صحابی جلیل سیدنا حارثہ بن نعمان کی سیرت میں پڑھئے ملاحظہ کیجئے ہماری جنت کی خوشخبری پانے والے مسلمان مرد (جلد نمبر ۲)

لیام ہی سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے گھر کے کام کاج شروع کر دیئے تھے ، تو وہ خود آٹا پیستیں اور گوندھتی اور انکی بالوں کی چوٹی کبھی آگے کے برتن کو چھو رہی ہوتی کبھی زمین کو چھو رہی ہوتی۔ پھر وہ روٹیاں بنانے لگ جاتیں۔ اور انکے زاھد منش مجاہد شوہر میں کوئی خادم جو گھر کے کام میں مدد دے سکے ، خریدنے اور رکھنے کی استطاعت نہ تھی۔ بلکہ انھوں نے تو اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد کو کہہ دیا تھا کہ میں فاطمہ بنت رسول ﷺ کے لئے گھر سے باہر کے کاموں کی کفایت کروں گا اور آپکے لئے فاطمہ گھر کے کام کاج کو کافی ہو جائیگی۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی اس پرہیز گار پاکدامن زوجہ کو دیکھتے کہ تھکاوٹ کے آثار ان میں نظر آرہے ہیں۔ اور انھوں نے یہ بات بھی معلوم کرلی تھی کہ ایک غزوے میں ہاتھ آنے والے۔ بہت سے قیدی غلام اور غنیمت آنحضرت ﷺ کے پاس موجود ہیں تو انہوں نے مناسب موقع دیکھ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات کہہ دی کہ کنوئیں سے پانی بھرتے ہوئے تھک جاتا ہوں اور اب میرے سینے میں درد ہونے لگا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمھارے والد کو قیدی دیئے ہیں تو تم جاؤ اور ان سے ایک خادم مانگ لو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی کہا کہ خدا کی قسم میں بھی تھک جاتی ہوں اور میرے ہاتھوں میں نشان تک پڑ گئے ہیں۔

پھر وہ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے پوچھا میری بچّی! کیسے آئی ہو کوئی ضرورت تو نہیں۔ فرمانے لگیں کہ میں آپ کو سلام کرنے آئی تھی۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر حیا کا غلبہ ہو گیا اور وہ آپ ﷺ سے کچھ بھی نہ مانگ سکیں اور لوٹ گئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ کیا ہوا۔ تو آپ نے جواب دیا کو مجھے شرم آگئی کہ آپ ﷺ سے کچھ مانگوں اسلئے میں واپس آگئی۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا دونوں مسرور اور ڈرتے ڈرتے شرماتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور اپنے حال کی شکایت کی اور آپ ﷺ سے کوئی خادم مانگا۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”میں تمھیں غلام نہیں دے سکتا ، میں اصحاب صُفّہ کو کیسے چھوڑوں جنکے پیٹ سوکھے جا رہے ہیں اور میرے پاس ان کے خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔

میں ان غلاموں کو بیچ کر انکی رقم اصحاب صُفّہ پر خرچ کروں گا۔" تو حضرت علی اور حضرت فاطمہ واپس لوٹ گئے اور پھر نبی کریم ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے یہ دونوں اپنے بستر میں جا چکے تھے اور انھوں نے اوپر ایسی چادر لی ہوئی تھی جس میں سے اگر سر ڈھانپا جاتا تو پیر کھل جاتے اور اگر پیر ڈھانپے جاتے تو سر کھل جاتے۔ آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر یہ دونوں کھڑے ہوگئے آپ ﷺ نے فرمایا اپنی جگہ رہو۔ پھر فرمایا" کیا میں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں جو تم مجھ سے مانگ رہے تھے۔ انھوں نے کہا۔ کیوں نہیں! تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ۔

"کچھ کلمات ہیں جو مجھے جبریل علیہ السلام نے بتلائے تھے ، کہ اللہ کی تسبیح کہو ہر نماز کے بعد دس مرتبہ ، دس مرتبہ حمد کہو ، اور دس مرتبہ تکبیر کہو اور جب تم اپنے بستر پر آؤ تو تینتیس مرتبہ تسبیح (سبحان اللہ) کہو تینتیس دفعہ (الحمد للہ) کہو اور تینتیس مرتبہ تکبیر (اللہ اکبر) کہو۔[1]

حضرت زہراء رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ نے انہی کلمات پر قناعت کر لی اور توشے کے ساتھ اپنی زندگی کے آخر تک رہے۔

زہد پسند صاحب ورع زہراء رضی اللہ عنہا...... علامہ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ مخلص عبادت گذار ، اور خالص تقوے والی تھیں۔ اور وہ دنیا اور اسکی آسائشوں سے بے پرواہ اور دنیا اور اسکی آفات وعیوب سے خوب واقف تھیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ایسے روشن واقعات و کردار ہیں جو برکت اور نور کا فیضان ہے اور انکے زھد ، ورع ، اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی حامل ہونے اور اسکی رضا کے لئے اعمال صالحہ کرنے کی جانب نشاندھی کرتے ہیں۔

امام ذھبی نے ایک ایسا ہی قصہ نقل کیا ھے فرماتے ہیں کہ۔

نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے تو اس وقت حضرت فاطمہ نے گلے میں ایک سونے کا ہار پہنا ہوا تھا ، فاطمہ! کیا تمہیں اچھا لگے گا کہ

---

[1] یہ حدیث صحیح بخاری میں باب فضائل اصحاب النبی میں ، اسی طرح مسلم شریف میں باب الذکر والدعا میں۔ ترمذی میں الدعوات میں منقول ہے مزید دیکھئے صفحہ ۲ / ۱۰۔۱۱۔ الاصابہ ۴ / ۳۶۸ الطبقات ۸ / ۲۵)

لوگ یہ کہیں کہ محمد ﷺ کی بیٹی کے گلے میں آگ کا ہار ہے۔ یہ فرما کر آپ ﷺ تو چلے گئے لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس ہار کو بیچ کر اسکے بدلے ایک غلام خریدا اور اسے آزاد کر دیا۔ جب آنحضرت ﷺ کو اسکی خبر ملی تو فرمایا!

"اللہ کا شکر ہے جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آگ سے نجات عطا فرمائی۔[1]

کیا یہ زھد ورع، اور اللہ تعالیٰ کی محبت نہیں ہے۔ اور کیا حضرت زھراء سید الزھاد اور سید الورعین رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی نہ تھیں۔ اور انہوں نے تو آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ

"اے فاطمہ بنت محمد تم میرے مال میں سے جو کچھ مانگو گی میں تمہیں دوں گا[2]

تو اس ارشاد کو سننے کے بعد وہ دنیا کی طرف کیسے مائل ہو سکتی تھیں اور اسی وجہ سے وہ سعادت (نیک بختی) کی کوششوں اور عبادت میں مصروف ہو گئیں۔ انہوں نے ہر چیز میں قناعت اختیار کی سوائے اللہ اور اس کے رسول کی خوشی حاصل کرنے میں تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مصداق ہو گئیں۔ "اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔" سورۃ توبہ آیت نمبر ۶۰۔

حضرت فاطمہ زھراء فضل، زھد میں اس مرتبہ پر فائز ہوئیں جہاں ان کے دور کی کوئی عورت نہ پہنچ سکی اور وہ سچائی کی مبارک اور پاکیزہ مقام پر پہنچ گئیں اور بقدر استطاعت اپنے والد کے نقش قدم پر چلیں حتیٰ کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس میدان میں ان کی کامیابی کی گواہی دی وہ فرماتی ہیں کہ

"میں نے کسی کو گفتگو میں فاطمہ جیسا سچا نہیں دیکھا سوائے اس شخص کے جس سے فاطمہ پیدا ہوئیں (یعنی نبی ﷺ)[3]

اور یہی مبارک گواہی کافی ہے کہ حضرت فاطمہ صدیقین کے مرتبے پر فائز تھیں۔ "اور ان کا ساتھ (قیامت میں) بہت اچھا ہے۔"

وفا شعار مجاہدہ فاطمہ زھراء رضی اللہ عنہا..... حضرت فاطمہ زھراء رضی اللہ عنہا کا جہاد میں بہت

---

[1] سیر اعلام النبلاء صفحہ ۱۲۳۔۲) [2] بخاری و مسلم [3] الاستیعاب صفحہ ۳۲۶۔۴)

روشن کردار ہے اور تاریخ نے ان کے مہکتے دمکتے فضائل اور کردار کو جو انہوں نے مختلف میدانوں میں ادا کیئے نقل کیا ہے ان کے ہاتھ میں مال چند لمحے بھی نہیں رہتا تھا بلکہ فقراء میں تقسیم ہو جاتا تھا اور ان کی سخاوت کی بہترین مثال وہ ہے جب انہوں نے ایک لاکھ درہم صرف ایک دن میں تقسیم کر دیئے اور خود روزے سے رہیں اور ان میں سے ایک درھم بھی نہ بچا تو ان کی خادمہ نے کہا کہ اگر آپ ان میں سے ایک درھم کا گوشت خرید لیتیں تو اچھا تھا۔ تو فرمانے لگیں کہ اگر تم یہ پہلے کہتیں تو کر بھی لیتی۔

یہ اسی صدیق کی سخی صاحبزادی ہیں جنہوں نے اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس کے راستے میں خرچ کر دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ امام ذھبی پر رحم فرمائے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ ؓ اپنے زمانے کی سب سے سخی خاتون تھیں اور ان کی سخاوت کے بہت واقعات ہیں۔ [1]

حضرت عروہ بن زبیر ان کی سخاوت اور کرم کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ کو ستّر ہزار درھم تقسیم کرتے دیکھا اور خود ان کی چادر میں پیوند لگے ہوئے تھے۔

<u>حضرت عائشہ کی عبادت اور تقویٰ</u>...... اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عائشہ ؓ آنحضرت ﷺ سے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ قریب تھیں اور ان کی طرز عبادت کو آنحضرت ﷺ کی طرز عبادت کی روشن مثال کہا جاتا تھا۔ حضرت عائشہ ؓ نماز کثرت سے پڑھتی تھیں اور نبی کریم ﷺ کی پیروی میں خصوصاً رات میں زیادہ نمازیں پڑھتی تھیں۔

وہ پورے سال کے روزے رکھتیں۔ جیسا کہ علامہ ابن جوزی نے ذکر کیا ہے۔ [2] ان کا تقویٰ بلند مرتبت تھا اور وہ اپنے تمام کاموں میں تقویٰ سے لیس تھیں اور ان کے فقہی عملی تقویٰ کی مثال نابینا شخص سے پردہ کرنا تھا۔ اسحاق نابینا نے ذکر کیا ہے کہ

---

[1] سیر اعلام النبلاء صفحہ (۱۹۸۔۲)

[2] دیکھئے صفتہ الصفوۃ صفحہ ۳۱۔۲ پورے سال کے روزے کا مطلب ایک دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھنا۔

میں حضرت عائشہ کے ہاں گیا تو انہوں نے پردہ کا اہتمام کیا میں نے عرض کیا کہ آپ مجھ سے پردہ کر رہی ہیں حالانکہ میں آپ کو نہیں دیکھ سکتا۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر تم نہیں دیکھ سکتے تو کیا۔ میں تو تمہیں دیکھ سکتی ہوں۔ [1]

اُمّ المومنین اور شاعری...... موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ ؓ سے زیادہ کسی کو فصیح نہیں دیکھا۔ جی ہاں وہ انتہائی فصیح و بلیغ اور ذو حکمت خاتون تھیں۔ انہوں نے حکمت اور بلاغت قرآن کریم سے حاصل ہوئی تھی اور ادب نبوت سے عطا ہوئی اور بیت ابی بکر میں پروان چڑھی۔ کیا آپ جانتے ہیں ابو بکر ؓ کون تھے۔ یہ قریش کے علامہ اور عرب کے نسب اور ان کے حالات کے سب سے بڑے عالم تھے۔

اور اس بات کی دلیل وہ واقعہ ہے کہ حضرت حسان بن ثابت ؓ نے ارادہ کیا کہ وہ قریش کی ھجو کریں گے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم ھجو کیسے کر سکو گے میں بھی قریش میں سے ہوں اور ابو سفیان میرا اچچازاد ہے تو حضرت حسان ؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ میں آپ کو ان میں سے اس طرح نکال لوں گا جیسے آٹے میں سے بال نکالا جاتا ہے تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا کہ ابو بکر ؓ کے پاس چلے جاؤ۔ وہ اپنی قوم کے انساب کے بڑے ماہر ہیں۔

پھر حضرت حسان قریشی کے نسب سے واقفیت کے لئے ان کے پاس آتے جاتے رہے اور پھر ھجو کی جب قریش نے ان کی ھجو (مذمتی اشعار) تو آپس میں کہنے لگے ان اشعار سے ابو بکر ؓ غافل نہیں رہے ہوں گے (یعنی ان کی مدد سے نسبوں میں امتیاز کیا گیا ہے [2]

اُمّ المومنین حضرت عائشہ ؓ بچوں کو سب سے پہلے قرآن کی تعلیم دلانے کی ترغیب دیتیں پھر شعر و ادب کی تاکہ ان کی زبانیں میٹھی ہوں طبیعتوں میں رفاقت آئے اور نفوس تہذیب سیکھیں۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ انہیں مشہور شاعر لبید

---

[1] طبقات ابن سعد ۶۹۔۸)
[2] دیکھئے سیرۃ حلبیہ ۲۶۰/ ۲

کے ہزار اشعار یاد تھے اور یہ حسان بن ثابت کے اشعار کو بھی محفوظ رکھتیں اور انکا جواب بھی دیتیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بہترین حافظے کی گواہی بے شمار صحابہ اور تابعین نے دی ہے۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ حضرت عائشہ کبھی کبھی قصیدہ میں ساٹھ اشعار اور کبھی سو اشعار تک روایت کرتی تھیں۔ [1]

بہت کم ایسا ہوتا کہ کوئی واقعہ رونما ہوتا اور وہ اس کے لئے موزوں شعر نہ پڑھتی ہوں اور اس کی مثال ابو نعیم اصبہانی نے ذکر کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو غزوۂ احد میں قربانی کے دروس میں سے بھرے اس موقع پر جب نبی کریم ﷺ کو بدن اور چہرے پر چوٹیں آئیں اور لہو مبارک زخم سے بہنا شروع ہو گیا اور پھر جلد ہی ٹاٹ کا ایک ٹکڑا جلا کر زخموں میں بھر دیا گیا۔ [2]

لیکن اس موقع پر حضرت فاطمہ زہراء کہاں تھیں۔ امام بیہقیؒ نے "دلائل النبوۃ" میں حضرت فاطمہ کی جگہ کی نشاندہی کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ

خواتین انصار و مہاجرین بھی میدان جہاد میں نکلیں اور پانی اور کھانا وغیرہ اپنی پشت پر لادا۔ انہی خواتین میں حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ بھی شامل تھیں تو جب انہوں نے اپنے والد کو دیکھا کہ ان کے زخم سے خون بہہ رہا ہے تو وہ ان کے چہرے سے خون کو صاف کرنے لگیں اور رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے کہ

اللہ تعالیٰ کا غضب اس قوم پر شدید ہو گا جس نے رسول اللہ کے چہرے کو خون آلود کر دیا۔ [3]

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غزوۂ احد کے کردار کو مشہور صحابی حضرت سھل بن سعد بیان فرماتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ کو زخم آیا اور آپ کے دانت ٹوٹ گئے اور خود کی کڑیاں آپ ﷺ کے سر مبارک میں پیوست ہو گئیں۔ تو حضرت فاطمہ آپ کے چہرۂ انور سے لہو صاف کر رہی تھیں اور حضرت علی اس پر پانی ڈال رہے جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ

---

[1] دیکھئے طبقات ابن سعد صفحہ ۷۴۔۸)

[2] دیکھئے انساب الاشراف صفحہ ۳۲۴ /۱)

[3] دیکھئے دلائل النبوۃ بیہقی صفحہ ۲۸۳ /۲)

خون بڑھتا ہی جا رہا ہے تو انہوں نے ٹاٹ کا ایک ٹکڑا لیا اور اسے جلا کر راکھ کر دیا اور اس راکھ کو زخم میں بھر دیا تو خون بند ہو گیا۔ [1]

اس غزوہ میں اللہ اور اس کے رسول کے شیر سیدنا حمزہ بن عبد المطلب شہادت سے سر فراز ہوئے اور فاطمہ وفا شعاروں کے سردار کی بیٹی تھیں وہ اپنے چچا کو جنہوں نے ان کی شادی پر بڑی دعوت کی تھی۔ بہت یاد کرتیں اور ان کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر ان کے لئے روتے ہوئے دعا کرتیں۔ [2]

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دوسرے غزوات میں بھی شریک رہیں مثلاً غزوۂ خندق میں اور غزوۂ خیبر میں بھی شریک ہوئیں اور اس غزوے میں آنحضرت ﷺ نے ہاتھ آنے والے ستو کی غنیمت میں سے ان کو پچاسی (۸۵) وسق ستو عنایت فرمائے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فتح مکہ میں بھی شریک تھیں اور ان کا یہاں بھی بڑا روشن اور عظیم کردار ہے یہاں انہوں نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو امان دینے سے انکار کر دیا تھا ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ کیا تمہیں اختیار ہے کہ تم لوگوں کو امان دے سکو۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا میں تو ایک عورت ہوں (یعنی انکار کر دیا) ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے پھر کہا آپ اپنے بیٹے حسن کو حکم دے دیں! انہوں نے جواب دیا وہ ابھی اتنا بڑا نہیں ہوا کہ پناہ دے سکے۔

اور نبی کریم ﷺ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ طور پر داخل ہو گئے اور جب آپ ﷺ نے غسل فرمایا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک کپڑے سے ان کا پردہ کئے رہیں۔ پھر آپ ﷺ نے آٹھ رکعات نماز ادا فرمائی۔

اور جب آنحضرت ﷺ نے "موتہ" کی طرف تین امراء بنا کر بھیجے تاکہ اس علاقے کو مشرکین سے پاک کریں اور تینوں یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔ یہاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے چچازاد جعفرؓ بن ابی طالب کے لئے بہت روئیں اور رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو یہ "ہائے چچا" پکار رہی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جعفر جیسے لوگوں پر تو رونے والیوں کو رونا چاہئے۔"

---

[1] اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب المغازی میں اور مسلم نے کتاب الجہاد میں نقل کیا ہے مزید دیکھئے طبقات ابن سعد صفحہ ۴۸۔ ۲ البدایۃ والنہایۃ صفحہ ۲۹۔ ۴)

[2] دیکھئے المغازی للواقدی صفحہ ۳۱۳۔ ۲ دلائل النبوۃ صفحہ ۳۰۹۔ ۳)

اور پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ آل جعفر کے لئے کھانا تیار کیا جائے کیونکہ وہ خود پر آنے والی مصیبت میں مشغول ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی حبیبۂ زہراءؓ...... حبیب مصطفیٰ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ عزیز کون ہے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا۔ فاطمہ

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ خواتین میں آنحضرت ﷺ کو سب سے زیادہ فاطمہ۔ عزیز تھیں اور مردوں میں حضرت علیؓ۔

حضرت فاطمہ کو نبی کریم ﷺ کے دل میں جو مقام حاصل تھا کوئی اور مرتبہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جو محبت حاصل تھی کوئی اور محبت اس کا بدل نہیں ہو سکتی۔ ان کے لئے یہ شرف ہی کافی ہے آنحضرت ﷺ ان کے استقبال کیلئے کھڑے ہو جاتے اور اپنی جگہ پر انہیں بٹھلاتے۔ اس بات کو امام بخاریؒ نے حضرت عائشہ ؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے لوگوں میں کسی کو نہیں دیکھا جو کلام گفتگو اور اٹھنے بیٹھنے میں فاطمہ ؓ کی طرح نبی کریم ﷺ سے مشابہہ ہو۔ نبی کریم ﷺ جب انہیں آتا دیکھتے تو مرحبا کہتے پھر کھڑے ہو کر اپنی لخت جگر کو چومتے پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ بٹھاتے اور جب حضرت فاطمہ ؓ کے ہاں نبی کریم ﷺ تشریف لے جاتے تو وہ انہیں مرحبا کہتیں پھر کھڑی ہو کر آپ کو چومتیں۔ [1]

آنحضرت ﷺ کی فاطمہ ؓ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ حضرت فاطمہ ؓ کے خوش ہونے سے آپ ﷺ بھی خوش ہوتے اور خوشی آپ کے چہرہ مبارک سے نظر آجاتی ایک مرتبہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہ ؓ میں ناراضگی کو آنحضرت ﷺ نے محسوس کیا تو آپ ﷺ ان کے گھر میں تشریف لے گئے اور ان کے درمیان صلح کروادی جب آپ باہر تشریف لائے تو بعض صحابہ ؓ نے دریافت کیا کہ جب آپ اندر تشریف لے گئے تھے تو اپنے حال پر تھے اور اب آپ ﷺ کے چہرہ انور سے خوشی جھلک رہی ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں خوش کیوں نہ ہوں میں نے آج اپنے دو پسندیدہ شخصوں میں صلح کرائی ہے۔ [2]

یہ حدیث بخاری مسلم اور ابوداؤد تینوں نے روایت کی ہے۔

[1] حیات الصحابہ صفحہ ۴۹۹_۲) [2] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۶_۸ الاصابۃ صفحہ ۳۶۸/۴)

اور جس طرح آنحضرت ﷺ حضرت فاطمہ کی خوشی سے خوش ہوتے اسی طرح ان کی ناراضگی سے ناراض ہو جاتے اور آپ ان کے گھریلو امور کا بہت اہتمام سے خیال فرماتے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ فرمایا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس کا پتہ چلا تو آپ سیدھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ "آپ کی قوم یہ سمجھتی ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کے معاملے میں غصہ نہیں ہوتے اور یہ علی رضی اللہ عنہ ابو جہل سے بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔

تو نبی کریم ﷺ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ "فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور مجھے ناپسند ہے کہ اسے کوئی تکلیف ہو اور خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔[1]

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بنت ابو جہل سے نکاح کا ارادہ ترک کر دیا اور فوراً اپنی زوجہ کو منایا اور ان کے غمگین ہونے کے عوامل کو دور کیا اس طرح وہ سعادت والی زندگی پھر سے لوٹ آئی اور رسول اللہ ﷺ کے دل کو سب سے زیادہ پسند گھر کو پھر سے ڈھانپ لیا۔

امام ذہبیؒ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تعریف یوں کی ہے کہ وہ ایک صابرہ، دیندار، بھلائی کے کام کرنے والی، قناعت پسند اللہ کا شکر ادا کرنے والی خاتون تھیں اور نبی کریم ﷺ ان کا بہت اکرام فرماتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت فرمایا کہ میں آپ کو زیادہ محبوب ہوں یا فاطمہ! تو آنحضرت ﷺ نے جواب دیا کہ

"فاطمہ سے مجھے سب سے زیادہ محبت ہے اور تم مجھے اس سے زیادہ عزیز ہو۔"

ہم آپ ﷺ کے اس ارشاد میں رسول اللہ ﷺ کی محبت کی انتہا اپنی بیٹی کے لئے اور ان کی شوہر علی رضی اللہ عنہ کی عزت اور احترام کی جھلک دیکھ سکتے ہیں۔

حضرات حسنین کی والدہ...... دن یونہی سعادت بھرے گزرتے رہے اور ایک

---

[1] یہ حدیث بخاری مسلم ترمذی ابوداؤد وغیرہ میں موجود ہے۔

خوشی کی خبر بھی آنے والی تھی ہجرت کے تیسرے سال شعبان کے مہینے میں بشارت دینے والے خوش خبری سنائی کہ حضرت حسن کی ولادت ہوئی ہے اس مبارک خبر سے نبی کریم ﷺ بہت مسرور ہوئے اور اسی طرح مسلمان بھی نبی ﷺ کے نواسے کی پیدائش سے خوش تھے ان کی پیدائش کے ساتویں دن نبی کریم ﷺ نے ان کا عقیقہ فرمایا اور حسن ؓ کے بال اتارے اور حکم دیا کہ ان کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کردی جائے اور آپ نو مولود کو دیکھنے حضرت فاطمہ ؓ کے گھر بھی تشریف لائے اور ان کا نام حسن رکھا اور ان کے دایاں کان میں اذان بھی دی۔

اسی طرح ہجرت کے چوتھے سال شعبان میں "حضرت حسین ؓ" کی ولادت ہوئی اور آپ ﷺ نے ان کے بھائی حسن کی طرح انکی پیدائش پر بھی وہی کچھ فرمایا اور یہ دونوں بچے آپ ﷺ کے حبیب بن گئے آپ ﷺ ان کے بارے میں فرماتے کہ یہ میرے پھول ہیں۔[1] اور اسی طرح انہیں "جنت کے نوجوانوں کا سردار" فرمایا اور یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کا کام حسن اور حسین رکھا تھا۔

نبی کریم ﷺ کی محبت اپنے نواسوں سے کس قدر تھی! اور آپ ﷺ کی رحمت کی غماز تھی۔ حضرت اسامہ بن زید ؓ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک رات میں نکلے اور آپ نے چادر میں کچھ چھپایا ہوا تھا تو میں نے عرض کیا" یہ کیا ہے۔ تو آ[illegible] ﷺ نے چادر ہٹائی تو اس میں حضرات حسنین آنحضرت ﷺ کی پشت پر سو[illegible]ے تو آپ فرمانے لگے یہ میرے اور میری بیٹی کے بچے ہیں۔ اے اللہ میں ان [illegible]ت کرتا ہوں تو بھی انہیں محبوب بنالے اور جو ان سے محبت کرے انہیں بھی محبوب بنالے۔[2]

حضرت حسنین کے فضائل کا کوئی شمار نہیں۔[3] اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہ زہراء ؓ کو ان کی اس پاکیزہ طاہر نسل میں اعزاز عطا فرمایا اور نبی ﷺ کی اولاد کے لئے نہیں خاص فرمادیا۔ آنحضرت ﷺ کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی تو یہ دونواسے جو آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے اور لوگوں میں سب سے محبوب اور آپ ﷺ سے زیادہ مشابہ

---

[1] یہ حدیث بخاری مسلم اور ترمذی میں موجود ہے۔
[2] یہ حدیث ترمذی نے تخریج کی ہے مزید دیکھئے سیر اعلام النبلاء صفحہ ۲۵۱
[3] تفصیل کے لئے دیکھئے سیر اعلام النبلاء باب ترجمۃ الحسن والحسین (ص ۳/ ۲۸۰۔۲۴۵)

تھے۔ آپ کی نسل کے لئے کافی ہو گئے اور انہی سے آپ ﷺ کی اولاد شمار کی جاتی ہے۔
احمد بن جابر اندلسی نے جو حلب میں تھے اس بات پر بڑے اچھے اشعار کہے ہیں۔

جعلوا لانباء الرسول علامة
ان العلامة شان من لم یشهر

انہوں نے رسول کے بیٹوں کے لئے علامت مقرر کی ہے اور علامت اس کی نشانی ہے جو مشہور نہ ہو۔

نور النبوة فی کریم وجوهم
تغنی الشریف عن الطراز الاخضر

نبوت کا نور ان کے معزز چہروں میں ہے جو معزز شخص کو ہری پگڑی سے بے نیاز کرتا ہے۔

ابن منصور نے لکھا ہے کہ حضرات حسنین کو "ابناء الفواطم" یعنی بہت سی فاطماؤں کے بیٹے۔ کہا جاتا تھا۔ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا ان کی والدہ تھیں اور فاطمہ بنت اسد انکی دادی تھیں اور فاطمہ بنت عبداللہ بن عمرو بن عمران بن مخزوم آنحضرت ﷺ کے نسب میں دادی تھیں۔[1]

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادیوں میں ایک زینب رضی اللہ عنہا بنت علی تھیں جو ہجرت کے پانچویں سال اور دوسری حضرت اُمّ کلثوم تھیں جو ہجرت کے ساتویں سال پیدا ہوئیں ان کا نام رسول اللہ ﷺ نے تجویز فرمایا تھا۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے اور حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا اور ان سے حضرت زید بن عمر اور رقیہ پیدا ہوئے۔

منقول ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب اُمّ کلثوم سے نکاح کیا تو اس کے بعد وہ مہاجرین وانصار کی ایک مجلس میں تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے مبارک باد دو۔ "لوگوں نے کہا کہ "امیر المومنین کیسی مبارک باد۔ آپ نے فرمایا "اُمّ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کی اور پھر حدیث بیان کی کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

---

[1] ان کے حالات جاننے کے لئے کتاب "نکت البیان از صلاح الصفدی (ص ۲۴۴) ملاحظہ فرمائیں

ہر سبب اور نسب اور رشتہ داری قیامت کے دن منقطع ہو جائے گی سوائے میری رشتہ داری کے۔ (الحدیث)

اور میرے پاس نبی کریم ﷺ سے واسطہ اور نسب کا تعلق موجود تھا تو میں نے چاہا کہ "مہر" (دامادی) کو بھی ان کے ساتھ جمع کردوں۔ تو پھر صحابہ نے انہیں اس عظیم شرف پر مبارک باد دی۔

بھلائی کی ایک بات یہ بھی ہے کہ ہر اچھائی کے بارے میں اچھی بات کہی جائے اور ایک اچھی اور بھلائی کی بات یہاں یہ ہے کہ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے ایک رسالہ بنام "العلم الظاھر فی نفع نسب الطاھر" لکھا ہے اور اس میں نسب نبوی اور ان کی قیامت کے دن شفاعت کا تذکرہ فرمایا ہے (ﷺ)

اللہ تعالیٰ امام شافعی پر رحمتیں نازل فرمائے ان کا شعر ہے۔

آل النبی ذریعتی
وھم الیہ وسیلتی

آل نبی میرا ذریعہ ہیں۔ اور یہ اس کی طرف میرا وسیلہ ہیں

ارجوبھم اعطیٰ غدا
بیدی الیمین صحیفتی

میں ان کے ذریعے امید کرتا ہوں کہ کل کو میرے دایاں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا۔

"اور تمہیں پاک کر دے......" حضرت امام احمدؒ سے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت (الطاھر) کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ فرماتے کہ "اھل بیت پر کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔"

اب ہم ذرا قرآن کریم پر نظر ڈالتے ہیں کہ اھل بیت کو اللہ تعالیٰ نے برکت عطا فرمائی[1] اور ان سے گناہوں شرک، شیطان، معاصی، شک اور نجاستوں کو دور کر دیا۔ اس بہت طاہر کی اولین برکات حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔

---

[1] دیکھئے تفسیر ماوردی (ص ۴۲۳ / ۴)

سیدنا حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ چھ مہینے تک فجر کی نماز کے لئے نکلتے وقت حضرت فاطمہ ؓ کے دروازے پاس سے گزرتے ہوئے ارشاد فرماتے۔

نماز اے اھل بیت نماز (پھر تلاوت فرماتے)ترجمہ کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کردے اے اھل بیت اور تمہیں پاک کردے۔[۱]

اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ ؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ حضرات حسنین اور حضرت علی و فاطمہ ؓ کو اپنی چادر میں لپیٹ لیا اور فرمایا۔

اے اللہ! یہ میرے اھل بیت اور میرا خاصہ ہیں ان سے گندگی کو دور فرما اور انہیں پاک فرمادے۔"

توحضرت اُمّ سلمہ فرمانے لگیں کہ اور میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔یارسول اللہ! تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک تم بھی خیر کی طرف ہو۔[۲]

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم
اے اہل بیت رسول اللہ ! تمہاری محبت
فرض من اللہ فی القرآن انزله
قرآن میں اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہے
کفاکم من عظیم القدر انکم
تمہارے عظیم مرتبے کو یہی کافی ہے کہ
من لم یصل علیکم ۔ لاصلاة له
جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں۔

اہل بیت نبوی ﷺ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو ہمارے اہل بیت سے بغض رکھے گا آگ میں داخل ہوگا۔[۳]

اسی طرح امام احمدؒ نے حضرت ابو ھریرہ ؓ سے روایت لی ہے کہ آنحضرت

---

[۱] دیکھئے تفسیر ابن اکثیر سورہ احزاب (آیت نمبر) ۳۳ الدر المنثور صفحہ ۶۰۵ / ۶ اسد الغابہ ترجمہ ۵۱۷۵
[۲] یہ حدیث ترمذی نے مناصب میں نقل کی ہے۔مزید دیکھئے الدر المنثور صفحہ ۶۰۴ / ۶
[۳] سیر اعلام النبلاء صفحہ ۱۲۳ / ۲

ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں جنگ ہوں اس کے لئے جو تم سے جنگ کرے اور صلح ہوں جو تم سے صلح کرے۔[1]

اس مقام پر بہترین روایت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب مباہلہ کی آیت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے حضرت علی و فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا۔

"اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں۔"

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب و فضائل......حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدۃ النساء کے فضائل بہت زیادہ ہیں اور انہیں امام سیوطیؒ نے اپنی کتاب "الثغور الباسمۃ فی مناقب السیدۃ فاطمہ" میں جمع کیا ہے اور ان سے پہلے ان کے مناقب کو امام ابو عبداللہ الحاکم نیشاپوری نے مستدرک میں جمع کیا تھا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حیرت انگیز فضائل میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جو نبی کریم ﷺ نے انہیں ارشاد فرمائی کہ

"اللہ تعالیٰ تمہاری خوشی پر خوش اور تمہاری ناراضگی پر ناراض ہوتا ہے۔[2]

علامہ ابن عبدالبر رحمتہ اللہ نے حضرت فاطمہ کی عظیم منقبت ذکر کی ہے جو ان کے فضل اور برکت پر دلالت کرتی ہے کہتے ہیں کہ

جب نبی کریم ﷺ کسی غزوہ یا سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد تشریف لے جا کر دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جاتے پھر اپنی ازواج کے پاس تشریف لائے۔

ان کے مبارک فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گھر میں بہت زیادہ کھانے کی چیزیں آنے کا شرف عطا فرمایا تھا اور یہ ان کے صدقۂ کرم اور نفس کی پاکیزگی کی بدولت تھا۔ کتب میں مذکور ہے کہ ان کی ایک پڑوسن نے ان کے ہاں دو روٹیاں اور گوشت کا ایک ٹکڑا بھیجا جسے انہوں نے برتن میں رکھ کر ڈھک دیا اور

---

[1] سیر اعلام النبلاء ص ۱۲۳/ ۲
[2] دیکھئے تہذیب التہذیب صفحہ ۴۴۲/ ۱۲ الاصابۃ ۳۶۶/ ۴

پھر اپنے ایک صاحبزادے کو آنحضرت ﷺ کو کھانے کے لئے بلا بھیجا تو جب آپ تشریف لے آئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے برتن حاضر کیا۔ آگے خود حضرت فاطمہ کی زبانی سنئے! فرماتی ہیں کہ

جب میں نے برتن سے ڈھکن اٹھایا تو وہ روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا تھا جب میں نے یہ دیکھا تو مبہوت سی ہوگئی اور میں سمجھ گئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ہے تو میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اس کے نبی پر درود پڑھا اور پھر اسے رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھا تو آپ ﷺ نے جب یہ دیکھا تو اللہ کا شکر ادا فرمایا اور پوچھا کہ میری بچّی یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا۔ تو میں نے جواب دیا کہ ابا جان! یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے آیا ہے۔ اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ تو نبی کریم ﷺ نے اللہ کا شکر ادا فرمایا اور گویا ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے میری بچّی تمہیں بنی اسرائیل کی سیدۃ النساء کی شبیہ بنایا اور اسے جب بھی اللہ کوئی چیز عطا فرماتا اور اس سے پوچھا جاتا تو وہ یہی کہتی کہ یہ اللہ کے ہاں سے آیا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔"

پھر اس کھانے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ مل کر تناول فرمایا اور سب سیر ہوگئے مگر کھانا ویسا کا ویسا ہی موجود رہا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسے پڑوسیوں میں تقسیم فرمادیا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت اور خیر کثیر عطا فرمائی۔[1]

حضرت قاضی عیاض مالکیؒ نے "الشفاء" میں نقل فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی کہ "فاطمہ رضی اللہ عنہا کبھی بھوکی نہ رہے۔" حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر کبھی بھوکی نہ رہی۔[2]

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زہراء کی ایک ایسی فضیلت ہے جس میں ان کا کوئی شریک نہیں۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے وہ بیمار تھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ صفحہ ۱۱۱/۶ حیات الصحابۃ (ص ۶۲۸/۳)
[2] الشفاء صفحہ ۴۵۹/۱۔ مزید دیکھئے مجمع الزوائد صفحہ ۲۰۴/۹

میری بچّی تم خود کو کیسا محسوس کر رہی ہو۔ انہوں نے کہا مجھے تکلیف محسوس ہو رہی ہے اور مزید یہ کہ کوئی کھانے کی چیزیں نہیں جو میں کھالوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری بچی کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم تمام جہانوں کی خواتین کی سردار بنو۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ابّا جان! حضرت مریم بنت عمران کہاں ہیں۔ فرمایا کہ وہ اپنے دور کی خواتین کی سردار تھیں اور تم اپنے دور کی خواتین کی سردار ہو اور خدا کی قسم میں نے تمہاری شادی دنیا و آخرت کے سردار سے کی۔[۱]

زھراء اور حبیب ﷺ کی جدائی...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سورۂ اذا جاء نصر اللہ والفتح نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ کو بلولیا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے میری وفات ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ تو یہ سن کر حضرت فاطمہ رونے لگیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مت رو! تم مجھے سب سے پہلے آکر ملو گی تو وہ ہنسنے لگیں۔[۲]

جب آنحضرت ﷺ کی طبیعت بوجھل ہو گئی تو آپ پر غشی طاری ہونے لگی تو حضرت فاطمہ یہ حالت دیکھ کر فرمانے لگیں ہائے میرے والد کی تکلیف تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ آج کے بعد تیرے والد کو کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا اور آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت غمگین تھیں وہ روتیں اور کہتیں میرے ابّا جان! جبریل نے آپ کو وفات کا پیغام دیا۔ ہائے میرے والد! انہیں رب نے بلایا وہ چلے گئے ہائے میرے والد! ان کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے۔

جب آنحضرت ﷺ کی تدفین ہوئی تو حضرت فاطمہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے کہا کہ تمہارے دلوں نے کیسے برداشت کر لیا کہ تم لوگ رسول اللہ پر مٹی ڈال رہے ہو۔"

ابن سید الناسؒ نے لکھا ہے جب آنحضرت ﷺ کی تدفین ہوئی تو حضرت فاطمہ نے یہ اشعار کہے۔

---

[۱] سیر اعلام النبلاء صفحہ ۱۳۲/ ۲

[۲] سیر اعلام النبلاء صفحہ ۱۳۲/ ۲

اغبرّ آفاق السماء و کوّرت
آسمان کے کنارے غبار آلود ہوگئے اور بے نور ہوگیا۔
شمس النہار واظلم العصران
دن کا چاند اور دونوں زمانے اندھیرے میں آگئے
الارض من بعد النبی کئیبة
زمین نبی ﷺ کے بعد مٹی کا ڈھیر ہے
اسفا علیه کثیرة الرجفان [1]
اس پر غم و حزن ہے انتہائی بے کلی والا

حضرتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف رسول اللہ ﷺ کی یاد میں یہ اشعار بھی منسوب ہیں۔

ماذا علی من شمّ تربة احمد
اس شخص کو کیا ہے جس نے احمد کی مٹی سونگھی ہو
الایشم مدی الزمان غوالیا
کہ وہ لمبے زمانے تک کوئی مٹی نہ سونگھے
صبّت علی مضائب لو انھا
مجھ پر جو مصیبتیں آئی ہیں اگر وہ
صبت علی الا یام صرن لیا لیا [2]
دنوں پر آتیں تو وہ رات بن جاتے

اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی قبر پر یہ اشعار پڑھے

انّ فقد ناك فقد الا رض وابلھا
ہم نے تمھیں زمین کے بارش کو کھو دینے کی طرح کھودیا
وغاب مذغبت عنا الوحی والکتب

---

[1] دیکھئے کتاب۔ منح المدح لابن سید الناس صفحہ ۳۵۸
[2] دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۱۳۴) اعلام النساء (ص ۴۔ ۱۱۳)

اور جیسے ہی تم جدا ہوئے ہم سے وحی اور کتابیں جدا ہو گئیں

فلیت قبلك كان الموت صادفنا

کاش کو تم سے پہلے ہمیں موت آجاتی

لما نعیت وحالت دونك الكثب

تمہیں موت کا پیغام نہ آتا اور تمہارے بدلے ٹیلے ختم ہو جاتے

علامہ ابن اثیر نے اپنی کتاب اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ ﷺ کو نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا یہاں تک کہ وہ اللہ عزّ و جلّ کے پاس خود بھی چلی گئیں۔ انھیں آنحضرت ﷺ کی وفات سے شدید صدمہ پہنچا تھا۔

حضرت فاطمہ زہراء اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ...... جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زہراء نے اپنے والد کی میراث حاصل کرنے کا سوچا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے طلب کرنے کے لئے تشریف لائیں تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے انھیں حدیث سنائی کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ "ہماری میراث جاری نہیں ہوتی جو ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے" یہ سننے کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے میراث کے مسئلے میں کوئی بات نہ کی اور وہ حضور اکرم افضل الخلق ﷺ کی وفات کی وجہ سے ہر چیز سے لا تعلق ہو گئیں۔

اور یہ ایسی مصیبت تھی جو ہر مصیبت سے زیادہ سخت تھی گذشتہ لوگوں سے محمد ﷺ جیسا کوئی شخص جدا نہ ہوا تھا اور انکی طرح قیامت تک کوئی جدا ہو سکے گا۔ حضرت فاطمہ اسی غم میں بیمار ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ سے ملنے کی تیاری کرنے لگیں کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ وہ اب اپنے والد سے عنقریب ملنے والی ہیں اور پھر انکے مرض میں شدّت آگئی، اسی اثناء میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انکی عیادت کے لئے تشریف لائے۔

امام شعبیؒ نے اس واقعہ کو ذکر کیا ہے کہ

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آنے کی اجازت

مانگی۔ تو حضرت علی ﷺ نے حضرت فاطمہ کو کہا کہ۔ فاطمہ! حضرت ابو بکر ﷺ آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ تو حضرت فاطمہ ﷺ نے کہا کہ تمہیں پسند ہے کہ میں اجازت دوں۔ تو حضرت علی ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! پھر انھوں نے اجازت دے دی، حضرت ابو بکر ﷺ انھیں خوش اور راضی کرنے لگے فرمایا کہ میں نے گھر، مال، اھل، قبیلہ صرف اللہ اور اسکے رسول اللہ ﷺ کی رضا کے لئے چھوڑا تھا اور اے اھل بیت تمہارے خوشی کے لئے چھوڑا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے انھیں منایا تو وہ راضی ہو گئیں۔ [1]

امام ذھبیؒ نے اس واقعہ پر ایک عظیم الشان تعلیق لکھی ہے جو حضرت فاطمہ زھراء کے مرتبہ کو علم وادب کے آسمان میں پہنچا دیتی ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے شوھر کے گھر میں اسکی اجازت کے بغیر کسی کو آنے کی اجازت نہیں دی۔ [2]

کیا حضرت فاطمہ ﷺ زھراء بتول نبی کریم ﷺ کے جگر کا ٹکڑا نہ تھیں؟ اپنے والد کی شبیہ نہ تھیں۔ اور ایک فصیحہ باشعور خاتون جو اپنے والد کے ادب سے آراستہ تھیں۔ (ظاہر ہے کہ وہ ایسی ہی تھیں تو سنت رسول ﷺ کی پیروی کیوں نہ کرتیں)۔"

ہمیشہ کیلئے دنیا سے کوچ...... اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ بیان فرماتی ہیں کہ ہم ازواج مطہرات رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ ان کے پاس اکٹھی ہوئیں اتنے میں حضرت فاطمہ تشریف لائیں ان کے چلنے کا انداز بالکل رسول اللہ ﷺ جیسا تھا۔ جب آپ ﷺ نے انہیں دیکھا تو ان کا استقبال فرمایا اور گویا ہوئے۔ خوش آمدید میری بیٹی پھر اپنے دائیں یا بائیں جانب انہیں بٹھایا اور ان سے کچھ سر گوشی کی تو وہ رونے لگیں اس کے بعد دوبارہ سر گوشی کی تو وہ ہنسنے لگیں اس کے بعد جب وہ جانے کے لئے کھڑی ہوئیں تو میں نے انہیں کہا کہ نبی کریم ﷺ نے خاص طور سے تم سے سر گوشی کی ہے اور تم رو رہی تھیں۔ میرا جو تم پر حق ہے اس لئے میں تمہیں قسم دیتی ہوں کہ تم مجھے بھی بتلاؤ کہ آپ ﷺ نے کیا خبر دی جس پر تم روئیں اور پھر ہنسیں تو وہ کہنے لگیں کہ

---

[1] دیکھئے سیر اعلام النبلاء صفحہ ۱۲۱ / ۲ حضرت فاطمہ ﷺ کے حضرت صدیق اکبر ﷺ سے راضی ہونے کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ حضرت فاطمہ ﷺ نے وصیت کی تھی کہ انہیں وفات کے بعد زوجہ حضرت صدیق ﷺ غسل دیں۔

[2] دیکھئے سیر اعلام النبلاء صفحہ ۱۲۱ / ۲

میں رسول اللہ ﷺ کا راز فاش نہیں کر سکتی۔

جب نبی کریم ﷺ کا انتقال ہو گیا تو انہیں میں نے پھر کہا کہ میرا جو تم پر حق ہے اس پر میں نے تمہیں قسم دی تھی اب مجھے وہ بات بتاؤ کہ تم سے کیا کہا گیا تھا۔

انہوں نے کہا کہ ہاں اب میں بتا سکتی ہوں پہلی مرتبہ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ جبریل ﷺ ہر سال ایک مرتبہ قرآن کا موازنہ کرنے آتے تھے اس مرتبہ سال میں دو مرتبہ تشریف لائے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میری وفات کا وقت قریب آنے کا اشارہ ہے اس لئے تقویٰ اختیار کرو اور صبر کرو اور میں ہی تمہارا بہترین توشہ ہوں۔ تو میں رونی لگی پھر جب آپ ﷺ نے مجھے روتے دیکھا تو فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم اس زمین کی خواتین کی سردار بنو وہ کہتی ہیں کہ پھر میں ہنسنے لگی۔ [1]

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد محترم نبی ﷺ کی وفات کے بعد سخت بیمار ہو گئیں اور جسم لاغر ہو گیا اور وہ سمجھ گئیں کہ اب وقت قریب آگیا ہے پھر انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس زوجہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور ان سے شکوہ کیا کہ اے اسماء! مجھے سخت ناپسند ہے کہ عورت پر محض ایک کپڑا ڈال دیا جاتا ہے پھر طبیب آکر دوائی تجویز کرتا ہے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی! میں تمہیں ایک چیز بتاتی ہوں وہ میں نے حبشہ میں دیکھی تھی پھر انہوں نے کھجور کی ٹہنیاں منگوائیں انہیں بنا اور پھر اس پر ایک پردہ ڈال دیا (گویا ایک لکڑی کی دیوار سی بن گئی) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ بہت ہی اچھا اور مناسب ہے۔

حضرت فاطمہ زہراء کی وفات ہو گئی۔ یہ منگل کی رات تھی رمضان المبارک کے تین دن گزرے تھے اور 11 ہجری تھا۔

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت فاطمہ کی رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے چھ ماہ کے بعد وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر انتیس سال تھی اور آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی پوری ہو گئی یہ گھر والوں میں سے پہلی شخصیت تھیں جو آپ ﷺ سے جا ملیں۔ انہیں حضرت علی اور حضرت اسماء بنت عمیس نے غسل دیا۔ اور انہوں نے اپنے شوہر کو اشارہ دیا تھا کہ انہیں رات میں دفن کیا جائے کہتے ہیں کہ ان کی نماز جنازہ حضرت علی

---

[1] دیکھئے سیر اعلام النبلاء صفحہ ۱۳۰ / ۲ انساب الاشراف صفحہ ۵۵۲ / ۱ اور حدیث بخاری و مسلم

ؓ نے اور ایک قول کے مطابق حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے پڑھائی۔ ان کی قبر میں حضرت علی حضرت عباس اور حضرت فضل بن عباس ؓ اترے۔[1]

حضرت علی ؓ کے اپنی زوجہ فاطمہ ؓ کے لئے کچھ اشعار ہیں

لكل اجتماع من خليلين فرقة
دو دوستوں کے وصال کے بعد پھر جدائی ہے
وكل الذى دون الممات قليل
اور ہر ایک کا موت سے تھوڑا ہی وقت باقی ہے
وان افتقادی فاطما بعد احمد
اور میرا احمد ﷺ (سے جدا ہونے) کے بعد فاطمہ کو کھو دینا
دليل على ان لايدوم خليل
اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی دوست ہمیشہ زندہ نہیں رہتا

حضرت فاطمہ کو جنت کی بشارت...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اور جو کوئی مرد یا عورت عمل صالح کرے گا اور وہ حالت ایمان پر تھا تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ سورۃ النساء (آیت ۱۲۴)

اور اللہ تعالیٰ کا ایک ارشاد صادقین کے بارے میں ہے۔

"ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اس سے راضی ہیں اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ (سورۃ المائدہ صفحہ ۱۱۹)

حضرت فاطمہ زہراء ؓ کا خواتین اسلام میں الگ واضح مرتبہ تھا خاص طور سے عبادت کے میدان میں اور انہیں امت کی خواتین میں فضل دین اور حسب کے اعتبار سے بالکل الگ ہونے کی وجہ سے "بتول" کا نام دیا گیا۔

حضرت فاطمہ ؓ دنیا کی رنگینیوں اور اس کی آفات سے بہت دور تھیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف بڑی شدت سے متوجہ رہتی تھیں اسی توجہ نے انہیں مخلصین کے

---

[1] الاستیعاب صفحہ ۳۶۷ / ۴ و صفحہ ۳۶۸ / ۴ انساب الاشراف صفحہ ۴۰۲ / ۱ و صفحہ ۴۰۵ / ۱

طبقات تک پہنچادیا اور اپنے دور کی خواتین کی سردار بنادیا۔

زھراء نبی کریم ﷺ کی ان صاحبزادیوں میں سے ایک تھیں جن سے جنت میں نبی کریم ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو رہی ہیں۔ حضرت زھراء آخرت کو چاہتیں اور اسی کے لئے محنت کرتیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا پروانہ بھی ملا اور انہیں جنت کی بشارت پر بے شمار احادیث صحاح ستّہ میں منقول ہیں۔ ان میں سے ایک روایت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی بھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے چار لکیریں کھینچیں اور فرمایا کہ کیا تم لوگ جانتے ہو یہ کیا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ "اللہ اور اس کے رسول جانتے ہیں تو فرمایا یہ اھل جنت کی افضل خاتون خدیجہ بنت خویلد، اور فاطمہ بنت محمد ﷺ اور آسیہ بنت مزاحم (فرعون کی بیوی) اور مریم بنت عمران ہیں (رضی اللہ عنھن) [1]

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم جنت کی خواتین کی سردار ہو یا فرمایا کہ مومن خواتین کی سردار بنو۔ [2]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک فرشتہ اترا اس نے مجھے بشارت دی کہ فاطمہ جنت کی خواتین کی سردار ہے۔ [3]

حیات زھراء رضی اللہ عنہا کے پہلو بہت زیادہ ہیں مگر یہ بات یاد دلانا ضروری ہے کہ حضرت فاطمہ روایات حدیث میں سے ہیں حتیٰ کہ امام ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ بنات رسول اللہ ﷺ میں اور کوئی سند کے اعتبار سے اتنی مضبوط ہو جتنی فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

نبی کریم ﷺ سے اٹھارہ احادیث روایت کی ہیں اور یہ سب صحاح ستّہ میں موجود ہیں ان میں سے ایک حدیث بخاری و مسلم میں بھی روایت کی گئی ہے۔ اور ان کی روایات انکے صاحبزادگان حسن و حسین ان کے علاوہ حضرت عائشہ اُمّ سلمہ اور حضرت انس بن مالک وغیرہ رضی اللہ عنہم نے نقل کی ہیں۔

---

[1] یہ حدیث مسند احمد میں صفحہ ۲۹۳ / امستدرک حاکم صفحہ ۱۶۰ / ۳

[2] بخاری شریف میں یہ حدیث علامات نبوت میں اور مسلم شریف میں باب الفضائل میں ہے۔

[3] دیکھئے سیر اعلام النبلاء صفحہ ۱۲۳ / ۲

اللہ تعالیٰ اپنی نبی ﷺ کی محبت کرنے والی بیٹی فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ سے راضی ہو۔

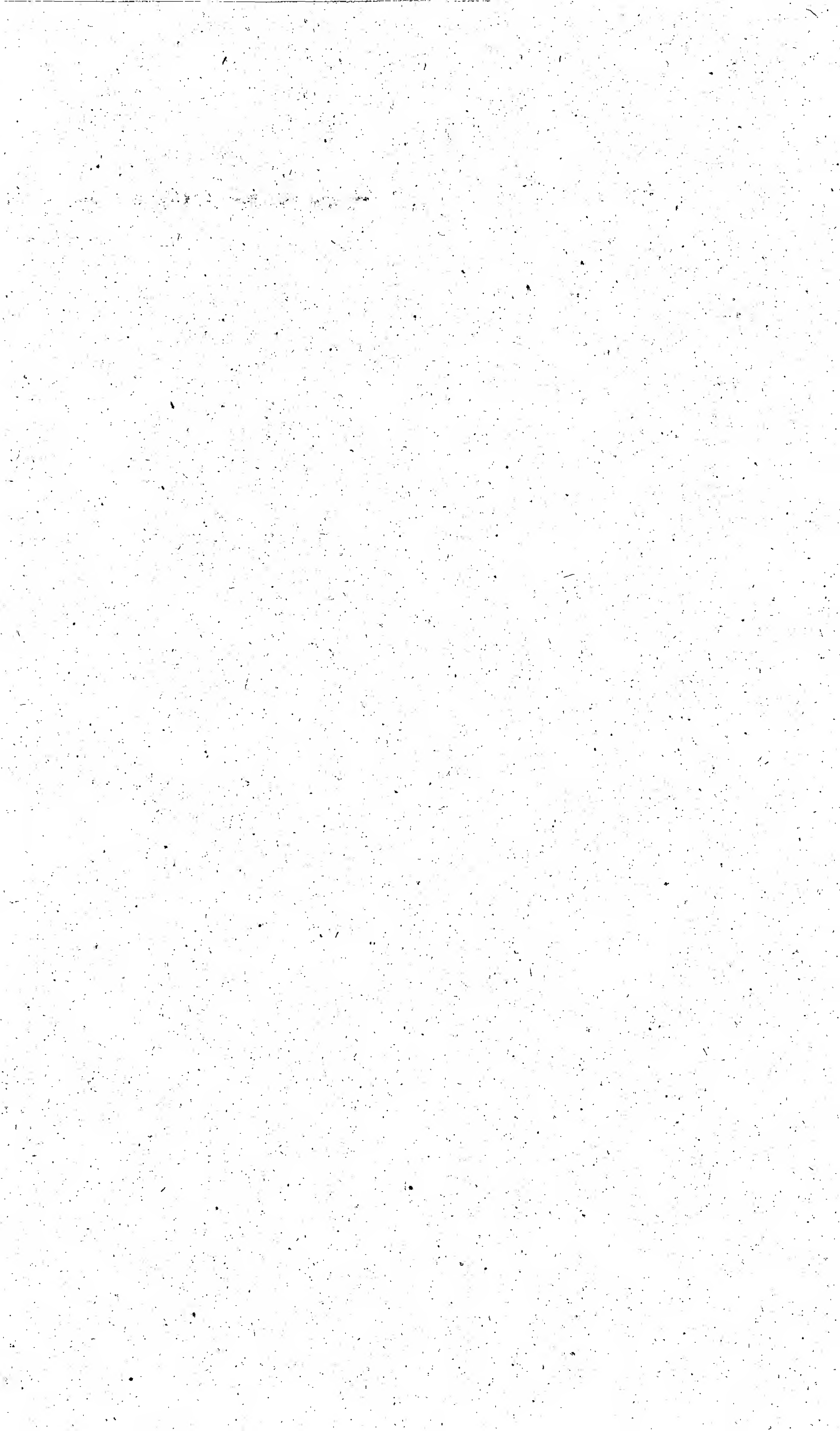
اللہ تعالیٰ اس مبارک ماں سے راضی ہو جس کے لئے برکت کے طور پر یہی کافی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نسل انہی میں منحصر ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ اس صبر شعار بیوی، عبادت گزار، صابر و شاکر خاتون سے راضی ہو۔

ان کی حیات طیبہ کے آخر میں ہم کانوں کو لطف اندوز کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو اللہ کے ذکر سے مطمئن کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد تلاوت کرتے ہیں۔

ان المتقين فی جنت ونهر فی مقعد صدق عند مليك مقتدر

بے شک متقی لوگ جنتوں اور نہروں میں ہوں گے سچ مقام پر ایک طاقتور بادشاہ کے ہاں۔



الفریعۃ بنتِ مالک رضی اللہ عنہا

اصحاب شجرہ میں سے انشاء اللہ کوئی بھی آگ میں داخل نہیں ہوگا جنہوں نے اس کے نیچے بیعت کی۔ (حدیث شریف)

نبی کریم ﷺ نے حضرت فریعہ کو ارشاد فرمایا کہ

اپنے گھر میں رہو یہاں تک لکھا ہوا اپنے وقت کو پہنچے۔

(حدیث شریف)



الفریعۃ بنتِ مالک رضی اللہ عنہا

کامیاب لوگوں کے آنگن میں...... ان صفحات میں ان صحابیہ کا تذکرہ کیا جائے گا جن کے لئے دونوں جہانوں میں خوش بختی لکھ دی گئی اور شرف صحابیت انہیں حاصل ہو اور اللہ سے کیا ہوا وعدہ اس نے پورا کیا۔

یہ صحابیہ ایسی قوم کی طرف منسوب ہیں جو ہجرت کر کے آنے والوں کو محبوب رکھتی تھی اور ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتی چاہے خود کسمپرسی کی حالت میں ہو۔ یہ لوگ اھل مدینہ منورہ تھے جنکے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے حبیب کے دل سے توجہ کی جس وقت وہ ایمان حاصل کر رہے تھے۔ تو انہوں نے مہاجرین کے ساتھ ایثار کر کے کامیابی حاصل کی اور انہیں اپنے گھروں میں عزت واحترام کے ساتھ ٹھہرلیا۔ حتیٰ کہ ان لوگوں نے اکرام کی تاریخ میں حیرت انگیز مثالیں رقم کیں۔ مہاجرین بھی ان کی اس فضیلت کو جانتے تھے اس لئے ان سا حسن معاملہ کرتے۔

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ

مہاجرین کہتے تھے کہ یارسول اللہ! ہم نے ایسی قوم اس سے پہلے نہیں دیکھی جو کم میں بھی بہترین آؤ بھگت کریں اور زیادہ میں خوب خرچ کریں وہ ٹھکانے میں ہمیں کافی ہو گئے اور اقتصادی طور پر ہمیں شریک کر لیا حتیٰ کہ ہمیں تو یہ ڈر لگنے لگا ہے کہ یہ ہمارا سارا اجر نہ لے جائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ فرماتے نہیں بلکہ وہ سب جو ان کی تعریف تم کر رہے ہو اور ان کے لئے دعائیں کرو گے وہ ان کے لئے ہو گا۔ [1]

اللہ تعالیٰ نے انصار کو جزاء دینے کا وعدہ کر لیا خیر اور کرم سے جس طرح اللہ تعالیٰ مہاجرین کو انصار کی تعریف اور ان کے لئے دعائیں کرنے پر اجر دیتا تھا۔

اب ہم اس فضا میں داخل ہو کر انصاریوں میں سے ایک گھر کے سامنے رکتے ہیں تاکہ ہم ان صفحات کی مہمان کا تعارف کرائیں۔

---

[1] الفتح الربانی صفحہ ۱۰/۲۱

پاکیزہ نسب......بنو حارث بن خزرج کے قبیلے میں ہم ان صحابیہ سے ملتے ہیں یہ فریعہ بنت مالک بن سنان انصاریہ ہیں جو بافضیلت اور بامرتبہ خاتون ہیں جنہوں نے بھلائی کی محنت کی اور جنت میں دخول کے لئے عمل کیا۔

حضرت فریعہ نے ایک مشہور و معروف خاندان میں زندگی گزاری اس خاندان نے فضیلت اور بھلائی کو ہر میدان سے حاصل کیا تھا اور تاریخ نے اس کے بابرکت کردار کو نقل کیا ہے اور یہ اس پہلے دن سے جب اس خاندان کے دل میں اسلام کا نور چمکا۔

ان کے والد سیدنا مالک[1] بن سنان بن عبید الانصاری الخدری ہیں جو کہ ایک جلیل القدر اور جنت کی خوش خبری پانے والے صحابی ہیں اور ان کے بارے میں ہی نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو اھل جنت میں سے کسی کو دیکھنا چاہے وہ انہیں دیکھ لے اور یہ فرما کر مالک رضی اللہ عنہ بن سنان کی طرف اشارہ فرمایا۔

ان کے سگے بھائی امام، مجاہد، مفتی مدینہ، سعد بن مالک بن سنان ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو غزوۂ خندق اور بیعت رضوان کے مشہور و معروف بہادر اور کردار ہیں انہوں نے نبی کریم ﷺ سے بہترین اور کثیر تعداد میں احادیث کا ذخیرہ نقل کیا ہے یہ فقہاء مجتہدین میں سے تھے۔ اور اسی طرح ان سات راوی صحابہ میں شامل ہیں جنہوں نے ایک ہزار سے زائد روایات بیان کی ہیں ان کی احادیث کی تعداد گیارہ سو ستّر ہے۔

ان کے بارے میں ابن الاثیرؒ نے استیعاب میں اور علامہ ابن عبد البرؒ نے اسد الغابتہ میں فرمایا ہے کہ

"ابو سعید کثرت سے روایت کرنے والے حافظ عالم اور فاضل اور عقلمند شخص تھے۔"

ان کے ماں شریک بھائی، مجاہدین کے امیر، صحابہ کے مقتداء لوگوں میں سے سیدنا قتادہ بن نعمان الانصاری الظفری ہیں۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد کے اہم کردار تھے۔ اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ اہم واقعات میں شریک رہے۔ چند گنے چُنے مشہور تیر اندازوں میں سے تھے ان کی ایک آنکھ غزوۂ احد میں ان کے گال پر لٹک گئی تھی یہ

---

[1] حضرت مالک بن سنان کی سیرت کے مطالعہ کے لئے ہماری کتاب "رجال مبشرون بالجنتہ" ملاحظہ فرمائیں۔

آنحضرت ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے آنکھ کو اس کی جگہ لگادیا۔ وہ پہلے سے زیادہ روشن آنکھ بن گئی۔

ان کی ماں شریک بہن امّ سہل بنت نعمان انصاریہ ہیں جو کہ مشہور مسلمان خواتین میں سے ہیں۔ اس دیندار اور روشن جماعت کے درمیان فریعہ رضی اللہ عنہا بنت مالک کی نشوونما ہوئی انہوں نے مکارم اور فضائل خوب حاصل کئے اور اسلامی خواتین کی تاریخ میں بہترین نقش چھوڑ گئیں۔

مہکتی یادیں...... سیدنا مالک رضی اللہ عنہ بن سنان کا خاندان نبی کریم ﷺ کے بارے میں ان کی مدینہ آمد سے پہلے گفتگو کیا کرتا تھا۔ انہوں نے علماء یہود سے اس بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا اس لئے ان کی علامات اور صفات اس خاندان کے ذہنوں میں رچ بس گئیں خاص طور سے ان کی صاحبزادی فریعہ رضی اللہ عنہا کے ذہن میں۔

اور جس وقت نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو مالک بن سنان کا خاندان آپ ﷺ کی زیارت اور ملاقات کے لئے آگے آگے نکلا اور انہیں نکلنے والوں میں فریعہ بھی تھیں یہ ان کے استقبال اور بیعت کرنے نکلے تھے۔

اس خاندان کو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک بڑا مرتبہ حاصل ہوا اور انہوں نے آپ ﷺ کی صحابیت کا شرف حاصل کیا اور جو چیز استطاعت میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دی صرف اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لئے۔ تو اس خاندان نے اسلام کے لئے مجاہد و شہید پیش کئے محدّث اور عابد پیش کئے اس طرح ہمیشہ کے لئے ان کا نام تاریخ میں روشن ہو گیا اور آخرت میں ہمیشہ کے لئے جنت لکھ دی گئی اور اللہ کے ہاں نعیم المقیم کے ساتھ کامیاب ہو گئے۔

شہید کی بیٹی...... حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک نہ تھے کیونکہ شریک نہ ہونے والوں کا یہ خیال تھا کہ وہاں جنگ نہیں ہو گی۔ اور جب غزوۂ احد کا موقع آیا تو انہوں نے یہ شرف عظیم حاصل کرنے کا ارادہ کیا تاکہ جہاد کا اجر حاصل ہو۔ اور ان کی اس موقع پر رائے شہر سے باہر نکل کر جنگ کرنے والوں کے ساتھ

تھی۔ تو یہ آئے اور عرض کیا۔

یارسول اللہ! ہم دو بھلی باتوں کے درمیان ہیں یا تو اللہ تعالیٰ ہمیں فتح و نصرت سے نواز کر کفار کو ذلیل کریں گے تو یہ غزوۂ بدر کی طرح کا واقعہ ہو جائے گا اور ان میں صرف گمراہ لوگ باقی رہیں گے اور دوسری بات یہ ہے کہ یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت سے سرفراز فرمائے گا۔ اور یارسول اللہ! مجھے کوئی پرواہ نہیں دونوں باتوں میں سے کوئی بھی ہو دونوں ہی میں خیر ہے۔[1]

اور حضرت مالک اپنے بیٹے ابو سعید کو لئے دربار نبوت میں حاضر ہوئے تاکہ وہ بھی شرف جہاد حاصل کرے لیکن ابو سعید کو معرکہ میں جانے کی اجازت نہیں ملی اور نبی کریم ﷺ نے انہیں اور دوسرے بچوں کے ساتھ کم عمری کی وجہ سے واپس کر دیا اور حضرت ابو سعید جہاد میں عدم شرکت کی وجہ سے آنسو بہاتے ہوئے واپس آئے۔

ان کی بہن فریعہ ان کے آنسو صاف کرنے لگیں اور ان کے دل میں دوسرے کسی معرکہ میں شریک ہونے کی امید ڈالنے لگیں۔ پھر وہ خود بھی دوسرے معرکہ کی خبروں کی نگرانی کرتی رہیں اور معلومات لینے کی کوشش کرتیں اور ان کے والد ان بہادروں میں سے تھے جو جنگ کی شدت کے وقت نبی کریم ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔

اس معرکہ میں آنحضرت ﷺ زخمی ہو گئے تو جب حضرت مالک رضی اللہ عنہ بن سنان نے دیکھا کہ خون چہرۂ انور پر بہہ رہا ہے تو انہوں نے خون چوسنا شروع کر دیا اور اسے نگل بھی گئے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مالک! اسے تھوکدو! حضرت مالک نے کہا خدا کی قسم اسے تھوکوں گا نہیں۔ اس طرح حضرت مالکؓ بن سنان اور آنحضرت ﷺ کا خون مبارک آپس میں مل گئے۔ اس طرح وہ آپ کی لپیٹوں سے محفوظ ہو گئے اور رضاء الٰہی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اس کے بعد بھی وہ لڑتے رہے اور بے جگری سے لڑے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شہادت سے سرفراز فرمایا اور ان کے چہرے پر رضا الٰہی کی واضح علامات موجود تھیں اور ان کی زندگی کے آخری لمحات آنحضرت ﷺ کے چہرۂ انور کے لمس کے ساتھ گزرے اور یہی وہ شرف تھا جس کی وہ تمنا کیا کرتے تھے۔

---

[1] دیکھئے المغازی للواقدی صفحہ ۲۱۱/۱

اور صابرین کو بشارت دو...... حضرت مالک بن سنان نے شہادت پائی اور خوشی خوشی اپنے رب کی طرف چلا دیئے اور اپنے پیچھے ایسا خاندان چھوڑ گئے جس میں فضائل جڑ پکڑ چکے تھے اور سب سے پہلی فضیلت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت تھی۔ اور پھر اس محبت کے پودے نے پھل دیئے اور اللہ تعالیٰ سے اس خاندان کو اجر عظیم ملا۔ مدینہ میں نبی کریم ﷺ کے غزوۂ احد سے لوٹ آنے کی خبر پھیل چکی تھی تو حضرت ابو سعید خدریؓ رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرنے نکلے۔ آنحضرت ﷺ کی نظر مبارک ان پر پڑی تو پوچھا کہ۔

"تم سعد بن مالک ہو۔ ابو سعید ؓ نے جواب دیا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جی ہاں! حضرت ابو سعید فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے قریب ہوا اور ان کے گھٹنوں کو بوسہ دیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا[1] اللہ تمہیں تمہارے والد کے بارے میں اجر عطا فرمائے۔

حضرت فریعہ ؓ بھی انتہائی صبر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے لوٹ آنے کا انتظار کر رہی تھیں اور جب آنحضرت ﷺ کے صحیح سلامت واپس آنے اور کئی لوگوں کے شہید ہونے کی خبر پھیلی تو حضرت ابو سعید نے آکر اپنے گھر والوں کو نبی کریم ﷺ کی سلامتی اور خیریت کی خوشخبری سنائی اور پھر یہ بھی بتایا کہ کئی لوگ شہید ہوئے ہیں اور ان میں سے ان کے والد بھی ہیں تو اہل خانہ نے رسول اللہ ﷺ کی سلامتی پر خدا کا شکر ادا کیا۔ کہ ہر مصیبت کے بعد راحت ہے۔

حضرت فریعہ ؓ نے اپنے خاندان کے ساتھ ساتھ صبر ،رضا اور تسلیم کی حیرت انگیز مثال قائم کی کیونکہ ان کے والد شہید ہوگئے اور اپنے خاندان کو اس حال میں چھوڑ گئے کہ ان کے پاس دنیا کے اسباب نہ تھے اور کبھی تو ایسا بھی ہوتا کہ کھانے کے لئے کوئی چیز نصیب نہ ہوتی لیکن وہ خاموش رہتے اور کسی سے سوال نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے غنی بنا دیا اور ایک وقت ایسا آیا کہ وہ انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوگئے یہ صرف ان کے صبر اور نبی ﷺ کی پیروی کی وجہ سے ہوا۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

---

[1] صفۃ الصفوۃ صفحہ ۱۴/۷ / املخص

"جو لوگوں سے استغنا حاصل کرے گا اللہ اسے غنی کر دے گا اور جو کوئی پاک دامنی اختیار کرے گا اللہ اسے پارسا بنا دے گا جو صبر اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا ضامن بن جائے گا۔"[1]

تم نے کیسے کہا...... حضرت فریعہ ؓ کی شادی سھل ابن رافع بن بشیر الخزرجی سے ہوئی جن کے ساتھ انہوں نے کئی سال گزارے ،ایک مرتبہ وہ اپنے غلاموں کو ڈھونڈنے نکلے غلاموں نے ان سے غداری کر کے انہیں مدینے کے قریب شہید کر دیا۔ جب حضرت فریعہ ؓ کو اپنے شوہر کے قتل کی اطلاع ملی وہ بہت غمگین ہوئیں اور معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا۔ اس کے بعد انہوں نے چاہا کہ وہ اپنے گھر والوں میں جا کر رہیں (وہ انہیں بہت چاہتے تھے) اور یہ کہ اپنے بھائی ابو سعید ؓ کے قریب رہیں لیکن انہیں اس ارادے میں کچھ تذبذب محسوس ہو رہا تھا اس لئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے مشورہ کرنا مناسب سمجھا اس واقعہ کو حضرت فریعہ ؓ خود نقل فرماتی ہیں۔

امام مالکؒ نے اپنی موطاء میں زینب بنت کعب بن عجرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت فریعہ ؓ نے اسے بتایا کہ

"وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئیں تا کہ وہ پوچھیں کہ وہ اپنے گھر یعنی بنو خدرہ واپس چلی جائیں کیونکہ ان کے شوہر اپنے بھاگنے والے غلاموں کو ڈھونڈنے نکلے تھے اور قدوم نامی جگہ میں ان غلاموں نے انہیں قتل کر دیا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا میں نبی خدرہ میں واپس چلی جاؤں اس لئے کہ میرے شوہر نے کوئی مکان اپنی ملکیت میں یا نفقہ نہیں چھوڑا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! وہ کہتی ہیں کہ میں یہ سن کر لوٹ آئی اور میں ابھی حجرے میں ہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے آواز دی یا انکے حکم سے کسی اور نے مجھے آواز دی پھر آپ ﷺ نے فرمایا تم نے کیسے کہا تھا۔ (یعنی دوبارہ بتاؤ) تو میں نے قصہ دوبارہ دہرا لیا اور اپنے مرحوم شوہر کی حالت بھی بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے گھر میں رہو حتیٰ کہ لکھا ہوا اپنے وقت کو پہنچے (یعنی عدّت ختم ہو جائے) وہ کہتی ہیں کہ میں نے پھر اپنی عدّت چار ماہ دس دن

---

[1] الاصابۃ صفحہ ۲/۳۳

وہیں پورے کئے۔ حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور تھا تو ایسے ہی ایک مسئلہ میں انہوں نے میرے پاس پیغام بھیج کر یہ واقعہ معلوم کیا اور اسی پر فیصلہ فرمایا۔[1]

حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کے حکم پر عمل کیا اور اپنی عدّت وہیں گزاری جب عدّت پوری ہو گئی تو بنو ظفر سے تعلق رکھنے والے سھل بن بشیر بن عتبہ سے ان کا نکاح ہو گیا۔

حضرت فریعہ مختلف ادوار میں مسلمانوں کے واقعات کے شانہ بشانہ رہیں اور ہر دینی امر میں شریک رہتیں اور جب بیعت رضوان ہوئی تو یہ بھی بیعت کرنے والی خواتین میں شامل تھیں یہ ہر خیر کے کام میں آگے رہیں حتیٰ کہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔

ایک ذہین محدّثہ...... حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی مجالس میں حاضر ہوتی رہتیں اور یہ بہت ذہین تھیں۔ ان سے آٹھ احادیث منقول ہیں اور ان سے زینب بنت کعب بن حجرہ نے روایات لی ہیں۔

حضرت زینب بنت کعب نے ان سے[2] وہ حدیث نقل کی ہے جو اوپر مذکور ہوئی جو بیوہ عورت کی رہائش کے مسئلے میں ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک عورت کا خاوند فوت ہو گیا اور اس کے ساتھ بھی کوئی مسئلہ تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے آنحضرت ﷺ کا فیصلہ معلوم کرنے کے لئے انہیں بلا بھیجا۔ اس بات کو حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا خود بیان کرتی ہیں۔

---

[1] المؤطا صفحہ ۵۹۱ / ۲ مسند احمد صفحہ ۳۷۰ و ۴۲۱ / ۶ طبقات ابن سعد صفحہ ۳۶۸ / ۸ اسد الغابتہ (ص ۱۹۸ / ۷) الاصابتہ صفحہ ۳۷۵ / ۴

[2] امام نوویؒ نے تہذیب الاسماء واللغات (ص ۳۵۴ / ۲) پر لکھا ہے کہ حدیث مذکور صحیح ہے۔ اسے ابوداؤدؒ اور ترمذی ، ابن ماجہ اور نسائی نے صحیح اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ یہ حدیث ابوداؤد کتاب الطلاق باب المتوفی عنھا زوجھا میں اور ترمذی کی کتاب الطلاق باب ماجاء این تعتد المتوفی عنھا زوجھا میں اور نسائی میں باب مقام المتوفی عنھا زوجھا فی بیتھا حتی تحل میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کا مسئلہ پوچھا یا تو ان کے سامنے میرا تذکرہ ہوا تو انہوں نے مجھے بلوایا میں وہاں گئی وہ لوگوں کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے انہوں نے وہ مسئلہ اور آنحضرت ﷺ کا فیصلہ دریافت کیا تو میں نے انہیں بتادیا۔ تو انہوں نے بھی مسئلہ پوچھنے والی عورت کے ہاں پیغام بھیجا کہ وہ اسی گھر میں رہے حتی کہ عدّت پوری ہو جائے۔[1]

اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی روایت کو قبول کیا اور مہاجرین وانصار کی موجودگی میں اسی پر فیصلہ فرمایا۔ اسی کو علماء نے لیا ہے اور فقہاء مدینہ شام حجاز عراق ومصر نے بھی اس حدیث کو لیا ہے اور اس پر اعتماد کر کے اس پر فیصلہ دیا ہے۔

علامہ ابن القیمؒ نے اپنی کتاب زاد المعاد میں اسی پر ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت محمد بن سیرینؒ نے ذکر کیا ہے کہ ایک بیوہ عورت عدّت میں بیمار ہو گئی تو اس کے میکے والے اسے لے گئے پھر انہوں نے مسئلہ دریافت کیا تو سب ہی نے انہیں یہ حکم دیا کہ اسے شوہر کے گھر واپس بھیج دیا جائے تو اسے "نمط" نامی موٹی چادر میں لپیٹ کر واپس شوہر کے گھر لایا گیا۔ اور اس واپس لائے جانے کی وجہ حضرت فریعہ بن مالک رضی اللہ عنہا کی حدیث تھی۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ سے خواتین کی روایت قبول کرنے پر اجماع ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو بے شمار اسلامی سنتیں، ختم ہو جائیں کیونکہ بعض کو صرف خواتین نے روایت کیا ہے۔

اسی طرح حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا اس بات میں بڑے بڑے صحابہ اور تابعین کا مرجع قرار پائیں وہ ان سے رسول اللہ ﷺ کا اس بارے میں حکم معلوم کرتے ہیں اور اب ان کی حدیث قیامت تک محدثین کی ایک دلیل کے طور پر باقی رہے گی۔

جنت کی بشارت...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور جو کوئی اللہ پر ایمان لائے اور عمل صالحہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ نے ان کا بہترین رزق مقرر فرمایا ہے۔ سورۂ طلاق (آیت نمبر ۱۱)

---

[1] الطبقات صفحہ ۳۶۷/۸

جلیل القدر صحابیہ حضرت فریعہ بنت مالک ان خواتین میں سے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں برکت حال کی اور ایمان اور سچائی کی سعادت حاصل کی اور اللہ کی رضا اور جنت کی بشارت لے کر کامیاب ہوئیں۔

حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا مجاہدین کی اس جماعت اصحاب رسول ﷺ میں شامل تھیں جنہوں نے درخت کے نیچے حدیبیہ کے مقام پر ہجرت کے چھٹے سال میں بیعت کی۔ جس وقت مشرکین نے انہیں مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ اور جو کوئی اس بیعت میں شامل ہوا وہ اھلیان جنت میں سے شمار کیا جائے گا۔ انشاء اللہ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ راضی ہوا ان مومنین سے جنہوں نے تجھ سے درخت کے نیچے بیعت کی اور ان کے دل کی بات معلوم کرلی۔ (سورۃ الفتح آیت نمبر ۱۸)

اس کے علاوہ مؤرخین اور حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا کی سیرت لکھنے والوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ بیعت رضوان میں حاضر تھیں [1] یعنی جب مکہ والوں کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیر ہوگئی اور مشہور یہ بات ہوگئی کہ مکہ والوں نے انہیں دھوکہ سے شہید کردیا ہے تو آپ ﷺ نے اس بیعت کی آواز لگائی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور ان کے ساتھیوں کو بڑی فضیلت عطا فرمائی اور اس کو اپنی کتاب میں ذکر فرمایا کہ " عنقریب ان لوگوں کو اجر عظیم دیا جائے گا۔

اور آنحضرت ﷺ نے حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا اور حاضرین بیعت رضوان کو جنت کی بشارت عطا فرمائی۔ حضرت اُمّ مبشر انصاریہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ وہ حضرت حفصہ کے ہاں تھے۔ کہ

جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی آگ میں داخل نہیں ہوگا (انشاء اللہ)

تو حضرت حفصہ نے کہا کہ کیوں نہیں۔ تو آپ ﷺ نے انہیں جھڑک دیا پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے پڑھا۔" اور تم میں سے ہر ایک اس (جہنم) پر آئے گا۔

---

[1] دیکھئے الاستیعات (ص ۳۷۵ / ۴) تہذیب الاسماء واللغات (ص ۳۵۴ / ۲) الاستبصار (ص ۱۲۸) تہذیب التہذیب (ص ۴۴۵ / ۱۲) اسد الغابۃ ترجمہ ۱۹۸۷

(سورۂ مریم آیت نمبر 71) تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ
اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ پھر ہم تقویٰ والوں کو بچالیں گے۔
اور سرکشوں کو جہنم میں گھٹنوں کے بل ڈال دیں گے۔ (سورۂ مریم آیت نمبر ۷۲)[1]

آخر میں یہ ایک جلیل القدر صحابیہ کی جو کہ ایک جلیل القدر صحابی کی صاحبزادی اور دو عظیم صحابہ کی بہن اور ایک صحابیہ کی صاحبزادی تھیں " سیرت کا بیان تھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا اور انکے گھر والوں سے راضی ہو۔ اور آخر میں سیرت " کے خاتمے پر ہم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دہراتے ہیں۔

ان المتقين في جنت و نهر في مقعد صدق عند مليك مقتدر

بے شک متقین جنتوں اور نہروں میں ہوں گے سچے مقام پر ایک طاقتور بادشاہ کے ہاں۔

---

[1] یہ واقعہ مسند احمد (ص ۴۲۰/ ۶) پر ہے اور مسلم شریف میں باب الفضائل (ص ۱۶/ ۵۸، ۵۷) پر نقل کیا گیا ہے۔

اُمّ المنذر سلمیٰ بنت قیس الانصاریہ رضی اللہ عنہا

" اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا ان مومنین سے جب وہ تجھ درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔(القرآن)

"درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے کوئی بھی آگ میں داخل نہ ہو گا۔"
(الحدیث)

"اُمّ المنذر بیعت رضوان میں شریک تھیں۔"



اُمّ المنذر سلمیٰ بنت قیس الانصاریہ رضی اللہ عنہا

بہترین ننھیال......ہاشم بن عبد مناف ایک مالدار تاجر تھے مکہ اور شام کے درمیان بہت سفر کرتے تھے ایک مرتبہ دوران سفر وہ مدینہ میں اترے تو وہاں سلمیٰ بنت عمرو بن زید جو کہ بنی عدی بن نجار میں سے ایک تھے کو دیکھا وہ انہیں بہت اچھی لگی اور یہ سلمیٰ اپنی قوم میں بڑی عزت و مرتبہ والی خاتون تھیں تو ہاشم نے ان سے نکاح کر لیا۔ اور پھر ان سے عبدالمطلب پیدا ہوئے ان کا نام شیبہ رکھا گیا یہ لڑکپن تک اپنی والدہ کے پاس ہی رہے ایک مرتبہ شام سے ھاشم کے بھائی مطلب آئے اور انہیں اپنے ساتھ لے گئے اور اس کے بعد ھاشم کی وفات کے بعد انہیں مکہ لائے اس کے بعد بنو ہاشم کی سربراہی "عبدالمطلب" کے پاس آگئی۔

حضرت عبدالمطلب کے واقعات میں سے ان کے اشعار میں ان کے ننھیال بنی نجار کا ذکر ملتا ہے جو انہوں نے اپنی چھینی گئی زمین کے بارے میں کہے تھے۔

یاطول لیلی و اخو انی واشغالی
اے میری رات غم اور اشغال کی طوالت

ھل من رسول الی النجار اخوالی
کیا ہے کوئی بنو نجار میرے ماموؤں کو پیغام پہنچانے والا

فاستفروا وامنعوا ضیم ابن اختکم
کہ رک جاؤ اور اپنے بھانجے پر ظلم کو روکو

لاتخذ لوه فما انتم بخذال
اسے ذلیل نہ کرو کیونکہ تم رسوا کرنے والے نہیں ہو

اور ان اشعار کے بعد فوراً ہی بنو نجار عبدالمطلب کی آواز پر پہنچ گئے اور ان کی زمین انہیں مل گئی اور اس بارے میں عبدالمطلب نے اپنے ایک قصیدہ میں کہا۔

بهم ردا لاله علی رکحی

ان کے ذریعے اللہ نے مجھ پر میری زمین واپس کردی

فکانوا فی التنسب دون قومی [۱]

وہ لوگ نسب میں میری قوم سے آگے ہیں۔

بنو نجار کو ذو مرتبہ بنانے والے پاکیزہ واقعات میں ایک واقعہ ہے کہ نبی کریم ﷺ بنو نجار کے ایک شخص کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا۔

ماموں! کہو لا الہ الا اللّٰہ

تو اس شخص نے کہا کہ میں ماموں ہوں یا چچا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ چچا ہو" پھر فرمایا کہ کہو لا الہ الا اللہ

تو اس شخص نے کہا کیا یہ میرے لئے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا جی ہاں! [۲]

تو اس لئے آنحضرت ﷺ بنو نجار کو اپنا ننھیال بتلایا کرتے تھے اس لئے کہ سلمیٰ بنت عمرو ان کے دادا عبد المطلب کی والدہ تھیں اور یہ آپ ﷺ کے لطف، حسن سلوک، صلہ رحمی اور کرم کی وجہ سے تھا۔

معزز خالہ...... اسی معزز ننھیال سے آج ایک صحابیہ ہمیں پاکیزہ واقعات بنانے۔ مبارک کردار اور مختلف میدانوں میں روشن اعمال کی جھلک دکھانے تشریف لا رہی ہیں۔

حضرت امام ابن اثیرؒ ہمارے سامنے ان کا تعارف پیش کرتے ہیں کہ "سلمیٰ بنت قیس بن عمرو بن عبید۔ بن عدی ابن النجار ان کی کنیت اُمّ المنذر تھی اور یہ نبی کریم ﷺ کی والدہ صاحب کی طرف سے خالہ تھیں۔" [۳]

اُمّ المنذر ان خواتین میں سے تھیں جن کے کانوں نے جیسے ہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی زبان اسلام کی دعوت سنی تو ایمان ان کے دلوں میں

---

۱ دیکھئے کتاب المنمق فی اخبار قریش لابن حبیب البغدادی (ص ۸۴-۸۵)
۲ مجمع الزوائد (ص ۳۰۵ / ۵)
۳ اسد الغابۃ ترجمۃ (ص ۷۰۰۵)

داخل ہو گیا اور انہوں نے اپنے ایمان کا اعلان بھی کر دیا تاکہ سبقت کرنے والوں کی فہرست میں، ان کا بھی شمار ہو جائے یہ بیعت کرنے والیوں میں سے تھیں اور انہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور صحابیت نبوت کے شرف سے محظوظ ہوئیں۔ علامہ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ

اُمّ المنذر الانصاریہ نبی کریم ﷺ کی خالہ تھیں اور انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔[۱]

علامہ ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ یہ سلیط رضی اللہ عنہ بن قیس کی بہن ہیں اور یہ سلیط مدرسۂ نبوت کے ایک شہسوار ہیں غزوۂ بدر، احد، خندق اور دیگر اہم واقعات میں شریک رہے اور یہ معرکۂ جسر میں ابو عبید کے ساتھ جنگ کے بھی اہم کردار تھے اور یہ معرکۂ جسر میں شہید ہوئے یہ 14ھ کی بات ہے اور ان کے بڑے مبارک واقعات ہیں جو ان کے اعزاز شجاعت اور مرتبہ پر دلالت کرتے ہیں۔[۲]

اُمّ المنذر کی دو بہنیں اور بھی ہیں جن کے نام اُمّ سلیم بنت قیس اور عمیرہ بنت قیس ہیں یہ بھی اسلام لائیں اور آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی[۳]۔ تو اُمّ المنذر ایک پھلے ہوئے پاکیزہ درخت کی ڈالی تھیں جس کی جڑ اسلام کی بنیادوں میں اور اس کی شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی تھیں۔

ایک عبادت گزار اور بیعت والی خاتون...... علامہ ابو نعیم اصبہانی جب حضرت اُمّ المنذر رضی اللہ عنہا کا تعارف کراتے ہیں تو لکھتے ہیں "دونوں قبلوں کی نمازی اور دونوں بیعتوں کی پابند سلمیٰ بنت قیس نجاریہ" حضرت اُمّ المنذر رضی اللہ عنہا کی بیعت کا بڑا ہی دل چسپ واقعہ ہے لیکن اس سے پہلے ہم یہ بتاتے چلیں کہ خواتین کی بیعت کے چھ ارکان تھے جس پر نبی کریم ﷺ نے خواتین سے بیعت لی۔

1۔ کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی۔

---

[۱] تہذیب التہذیب صفحہ 480/۱۲

[۲] سلیط رضی اللہ عنہ بن قیس کے حالات زندگی کے لئے الطبقات (ص ۵۱۲ / ۳) اور الاصابہ (ص ۷۰ / ۲) ملاحظہ فرمائیں۔

[۳] طبقات ابن سعد (ص ۴۲۲) (ص ۴۲۳ / ۸)

2۔ چوری نہیں کریں گی۔ 3۔ بدکاری میں ملوّث نہ ہوں گی۔
4۔ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔
5۔ اور کوئی تہمت لگانہ لائیں گی (یعنی جھوٹی اولاد نہ بنائیں گی)
6۔ اور کسی امر مشروع میں مخالفت نہ کریں گی۔

نبی کریم ﷺ نے اس بات کی ضمانت دی کہ اگر وہ ان شرائط کا پاس رکھیں گی تو جنت میں داخل ہوں گی اور قرآن کریم میں سورۂ ممتحنہ آیت نمبر 12 پر یہ شرائط موجود ہیں۔

حضرت اُمّ منذر رضی اللہ عنہا خود یہ واقعہ بیان فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور دوسری انصاری خواتین کے ساتھ میں نے بیعت کی۔ جب آپ ﷺ نے یہ قیدیں لگائیں کہ ہم شرک نہیں کریں گی اور چوری زنا، اولاد کا قتل نہیں کریں گی اور کوئی تہمت نہ لگائیں گی اور نہ کسی امر شروع کی خلاف ورزی کریں گی تو آپ نے ایک قید اور بڑھائی کہ تم اپنے شوہر سے دھوکا نہیں کرو گی۔ تو جب ہم بیعت کر چکیں اور لوٹیں تو میں نے ایک عورت کو کہا کہ تم جاؤ اور رسول اللہ ﷺ سے پوچھو کہ دھوکے سے کیا مطلب ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کا مال لے لو اور دوسرے سے گناہ میں لگو۔"[1]

علامہ ابن سعدؒ نے طبقات میں لکھا ہے کہ اُمّ المنذر کے شوہر کا نام قیس ابن صعصعہ بن وھب النجاری تھا جن سے منذر بن قیس پیدا ہوئے۔

یہ اُمّ المنذر رضی اللہ عنہا کی بیعت کا تذکرہ تھا جس کی شرائط کی انہوں نے پابندی کی تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے۔

اُمّ المنذر رضی اللہ عنہا کی جہاد میں شرکت...... ان جلیل القدر صحابیہ کا رسول اللہ ﷺ کے دل میں عظیم مرتبہ تھا اس بات پر میدان جہاد میں ان کی شفاعت کو قبول کرنا "دلالت کرتا ہے ایک شخص نے اُمّ المنذر رضی اللہ عنہا کی امان لی تھی[2]۔ اور یہ

[1] دیکھئے الحلیۃ (ص ۷۷/ ۲) اسد الغابہ ترجمہ (ص ۵۰۰۷)۔ الاصابۃ (ص ۳۲۵/ ۴) الاستیصار (ص ۴۴) اور یہ روایت مسند احمد (ص ۳۸۰/ ۶۔ ۴۲۳/ ۶)
[2] دیکھئے الدرر (ص ۲۰۶) البدایۃ والنھایۃ (ص ۱۲۶/ ۴)

غزوہ بنی قریظہ کی بات ہے جو غزوہَ احزاب کے بعد واقع ہوا تھا۔ یہاں اُمّ المنذر رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ سے بڑا اعزاز حاصل ہوا۔

غزوہَ احزاب میں مشرکین قریش اور بنی غطفان نے مسلمانوں کا گھیراوَ کر لیا تھا تاکہ وہ (ان کے زعم میں) مسلمانوں کو ختم کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے مکرو حیلہ کو انہی کی گردنوں پر لوٹا دیا۔ اس گھیراوَ میں نہ صرف مشرکین بلکہ یہود بنی قریظہ بھی شامل تھے انہوں نے مسلمانوں سے دھوکا کیا اور مسلمانوں کے خلاف جاسوسی بھی کی اور دشمن کی مدد کی اور مسلمانوں سے کئے عہد کو توڑ دیا۔ اور وہ مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کے محاصرے کے لئے متحد ہو کر آئے تھے اس وقت مسلمان بڑی مشکل میں تھے اور قرآن کریم میں مسلمانوں کی اس حالت کی تصویر پیش کی ہے۔"

"جب چڑھ آئے تم پر اوپر کی طرف سے اور نیچے سے اور جب پھرنے لگیں آنکھیں اور پہنچ گئے دل گلوں تک اور اٹکلنے لگے تم اللہ پر طرح طرح کی اٹکلیں۔ وہاں جانچے گئے ایمان والے اور جھڑ جھڑائے گئے زور کا جھڑ جھڑانا۔
(الاحزاب آیت نمبر ۱۰ اور ۱۱)

جب اللہ تعالیٰ نے مدد نازل فرمائی اور ان حملہ آوروں کو شکست دی اور کفار کو ان کے غصے اور غیظ و غضب کے ساتھ واپس کر دیا اور انہیں کوئی خیر نہ ملی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی طرف سے قتال کے لئے کافی ہو گیا اور نبی کریم ﷺ فاتحانہ واپس مدینہ لوٹ آئے۔ تو جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے لئے یہ پیغام لے کر نازل ہوئے۔

" کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپ بنو قریظہ کے لئے کھڑے ہو جائیں۔"

تو رسول کریم ﷺ اور مسلمانوں نے فوراً اللہ تعالیٰ کے حکم پر لبیک کہا اور بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا اور صحابیہ جلیلہ اُمّ المنذر بھی اس غزوہ میں نکلیں تاکہ وہ مریضوں کی خدمت اور زخمیوں کا علاج معالجہ کریں اور پانی پلانے کی خدمت سرانجام دیں۔

رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کا پچیس دن محاصرہ کئے رکھا پھر وہ مشہور صحابی حضرت سعد بن معاذ الاشہلی کے فیصلے کے مطابق اتر آئے کیونکہ بنو قریظہ ، قبیلہ اوس

کے حلیف تھے ، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اللہ کے حکم سے "جو سات آسمانوں کے اوپر سے نازل ہوا" فیصلہ فرمایا کہ ان کے جنگجوؤں کو قتل کر دیا جائے اور انکے اموال اور اولادوں کو قید کر لیا جائے۔

اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ نافذ کر دیا گیا اور ان مشکل لمحات میں اُمّ منذر نے ایک شخص کی شفاعت (سفارش) کی جس نے ان سے نبی کریم ﷺ سے سفارش کی درخواست کی تھی۔

ہاں وہ تمہارے لئے ہے ...... جس وقت مسلمان حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا فیصلہ نافذ کر رہے تھے اس وقت حضرت اُمّ المنذر رضی اللہ عنہا حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کھڑی بنو قریظہ کا انجام دیکھ رہی تھیں۔ ایک شخص رفاعہ بن سموال القرظی کے ان کے بھائی سلیط بن قیس سے تعلقات تھے اور ان کے گھر والوں سے بھی گھریلو تعلقات تھے جب اسے قید کیا گیا تو اس نے حضرت اُمّ المنذر رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ "رسول اللہ ﷺ سے میرے بارے میں سفارش کرو ، کیونکہ میری آپ لوگوں کے ہاں عزت ہے اور آپ رسول اللہ ﷺ کی ماؤں میں سے ہیں" یہ تمہارا قیامت تک مجھ پر احسان ہوگا۔

اور نبی کریم ﷺ نے اُمّ المنذر رضی اللہ عنہا کے چہرے پر حیرت اور پریشانی کے آثار ملاحظہ فرمائے اور پوچھا " اُمّ منذر! رضی اللہ عنہا تمھیں کیا ہوا۔ انھوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ رفاعہ بن سموال ہمارے ہاں آتا جاتا رہتا ہے اور اسکی ہمارے ہاں عزت بھی ہے۔ وہ آپ مجھے ھبہ کر دیجئے۔

اور نبی کریم ﷺ رفاعہ کو اُمّ المنذر رضی اللہ عنہا سے پناہ کی درخواست کرتے دیکھ چکے تھے اسلئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں! وہ تمھارے لئے ہے" پھر حضرت اُمّ المنذر رضی اللہ عنہا نے کہا کہ "یارسول اللہ! اب وہ نماز پڑھے گا اور اونٹ کا گوشت بھی کھائے گا" تو آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔

اگر وہ نماز پڑھے تو اسکے لئے خیر ہے اور اگر وہ اپنے دین پر باقی رہے گا تو اسکے لئے وہ شر ہے۔

پھر آنحضرت ﷺ نے اسے چھوڑ دیا حضرت اُمّ المنذر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر

رفاعہ نے اسلام قبول کر لیا۔[1]

یہ اُمّ المنذر ؓ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی تھی اور یہ رفاعہ "اُمّ المومنین حضرت صفیہ بنت حیی ؓ کے ماموں تھے۔[2]

جب رفاعہ اسلام لائے تو انھیں "اُمّ المنذر کا غلام" کہا جاتا تھا یہ بات رفاعہ ؓ پر بڑی شاق گذرتی تھی تو وہ گوشہ نشین ہوگئے۔ حضرت اُمّ المنذر ؓ کو یہ بات پہنچی تو انھوں نے انھیں بلوالیا اور فرمایا"

"میں خدا کی قسم تمھاری مالکن نہیں ہوں لیکن میں نے جب تمھارے بارے میں نبی کریم ﷺ سے بات چیت کی تھی تو انھوں نے تمھیں" مجھ کو ھبہ کر دیا تھا ،اسطرح میں نے تمھارا خون معاف کر دیا ،اور تم اپنی پہلی حالت پر ہی ہو ،اسکے بعد وہ انکے ہاں حاضری دیتے اور اپنے گھر چلے گئے۔[3]

یہاں ایک مفید بات بتانا ضروری ہے کہ حضرت ثابت بن قیس انصاری (رسول اللہ ﷺ کے خطیب) نے ارادہ کیا کہ زبیر بن باطا یہودی قرظی کو اسکا بدلہ دیں کیونکہ جاھلیت کے دور میں ان پر زبیر کا کوئی احسان تھا۔ تو انھوں نے آنحضرت ﷺ نے زبیر کو مانگ لیا۔ آپ ﷺ نے انہیں زبیر اسکے اسے اھل اور مال سمیت ھبہ فرمادیا لیکن زبیر بن باطا نے آزاد ہونے سے انکار کیا اور اپنے عزیز واقارب یہودیوں کے ساتھ مرنا پسند کیا تو اسکی بھی گردن اڑادی گئی۔[4]

اُمّ منذر ؓ کی منقبت

جو عظیم اعزازات حضرت اُمّ المنذر ؓ کو حاصل ہوئے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انکے گھر میں ایک شادی کی ،یہ واقعہ خود آنحضرت ﷺ کی دلہن بیان کرتی ہیں۔

---

[1] دیکھئے الاستیعاب (ص ۴۹۲) / الاصابہ (ص ۵۰۴/ ۱)
[2] اسد الغابۃ ترجمہ (ص ۱۶۹۰)
[3] المغازی (ص ۵۱۵/ ۱) سیرت حلبیہ (ص ۶۷/ ۲) عیون الاثر (ص ۱۰۳/ ۲) سیرت ابن ھشام
[4] اس قصہ کو رجال مبشرون بالجنۃ میں دیکھئے

یہ رَیحانہ بنت زید بن عمرو ہیں۔ فرماتی ہیں کہ

جب بنو قریظہ قیدی بنائے گئے تو تمام قیدی رسول اللہ ﷺ کے سامنے حاضر کئے گئے اور میں بھی ان میں شامل تھی تو آپ ﷺ نے مجھے علیحدہ کرنے کا حکم دیا اور جب مجھے علیحدہ کر دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کر دیا۔ مجھے اُمّ منذر بنت قیس کے گھر چند دن رکھا گیا۔ پھر ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے میں نے ان سے گھونگھٹ نکال لیا انھوں نے مجھے بلا کر اپنے سامنے بٹھایا اور فرمایا کہ

"اگر تم اللہ اور اسکے رسول کو اختیار کرو گی تو اللہ کا رسول تمہیں اپنے لئے چُن لے گا" تو میں نے کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔ تو میں اسلام لے آئی تو نبی کریم ﷺ نے مجھے آزاد کر دیا اور ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی کا مہر دیا اور شب زفاف اُمّ منذر رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوئی اور آپ ﷺ نے دوسری ازواج کی طرح میری بھی باری مقرر فرمائی اور پردہ لگایا۔[1]

اور مروی ہے کہ رَیحانہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو بہت پسند تھیں وہ آپ ﷺ سے کسی چیز کا تقاضا کرتیں آپ ﷺ انھیں مہیّا فرماتے ،وہ آپ ﷺ کے ساتھ ہی رہیں حتیٰ کہ حجتہ الوداع سے واپسی کے موقع پر انکا انتقال ہو گیا انھیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا اور ان سے ہجرت کے چھٹے سال ،محرم ،میں نکاح کیا۔

بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ یہ آپ ﷺ کی باندی تھیں اور آپ کے ساتھ محو فراموش ہوئیں۔ اور انکا انتقال بھی آپ ﷺ کے پاس ہی ہوا۔[2]

ان کا کھانا شفاء ہے...... حضرت اُمّ منذر رضی اللہ عنہا کو نبی کریم ﷺ سے خصوصی بخششیں حاصل ہوئیں مثلاً آپ ان کے ہاں تشریف لاتے اور کھانا بھی تناول فرماتے یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ ان کا کھانا برکت اور نفع والا تھا۔ ابوداؤد شریف میں اُمّ منذر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اور ان کے

---

[1] دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۱۲۹ / ۸) ملخص ،المغازی (ص ۵۲۱ / ۲) الاصابہ (ص ۳۰۲ / ۴) عیون الاثر (ص ۳۸۴ / ۲) سیرت حلبیہ (ص ۴۱۳ / ۳)

[2] سیرت ابن ھشام (ص ۲۴۵ / ۲) طبقات ابن سعد (ص ۱۳۱ / ۸) سیرت حلبیہ (ص ۴۱۴ / ۳) البدایۃ والنھایۃ (ص ۳۰۸ / ۵)

ساتھ حضرت علی ﷛ بھی تھے حضرت علی ﷛ کو اس وقت نقاہت طاری تھی ہمارا کھانا برتن میں چھینکے میں لٹکا ہوا تھا آپ ﷺ نے اس میں سے لے کر کھایا اور حضرت علی ﷛ بھی کھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ نے انہیں روک دیا اور فرمایا کو تم ابھی بیمار ہو۔ اُمِّ منذر ﷛ کہتی ہیں کہ میں نے جو اور چقندر پکائے اور وہ لے کر حاضر ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت علی ﷛ کو فرمایا تم یہ کھاؤ تمہارے لئے اس میں فائدہ ہے۔"[1]

یہاں یہ بات ذکر کرنا مناسب ہے کہ ایک انصاری خاتون جمعہ کے دن جو اور چقندر پکا کر صحابہ کرام کو کھلاتی تھی۔ امام بخاری ؒ نے حضرت سہل بن سعد سے نقل کیا ہے کہ ایک عورت اپنے کھیت میں سے چقندر لاتی تھی اور جمعہ کے دن انہیں ہانڈی میں ڈال کر پکاتی اور ایک مٹھی جو لے کر پیستی اور اس میں ڈال دیتی تو چقندر ہڈی والے گوشت کی طرح ہو جاتا۔[2]

حضرت سہل ﷛ کہتے ہیں کہ جب ہم نماز جمعہ سے واپس آتے تو وہ ہمیں یہ کھانا کھلاتی اور ہم ہر جمعہ اس کا یہ سالن کھانے کی تمنا رکھتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس میں نہ گوشت ہوتا نہ چربی۔ اور ہم جمعہ کے دن بہت خوش ہوتے۔

قارئین سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ کھانا کھلانے والی صحابیہ یقیناً ہمارے ان صفحات کی مرکزی کردار حضرت اُمِّ منذر انصاریہ ہیں۔

اُمِّ منذر کو جنت کی بشارت......اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

"لیکن رسول اور اس کے ساتھی جنہوں نے جہاد کیا اپنے مال اور اپنی جانوں کے ذریعے یہ لوگ بھلائی والے لوگ ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ (سورۃ توبہ آیت نمبر 88-89)۔

---

[1] ابو داود (ص ۱۵۱/ ۲) ترمذی کتاب الطب (مسند احمد و ابن ماجہ)

[2] حیات الصحابہ (ص ۳۲۲/ ۱)

معزز صحابیہ حضرات اُمّ المنذر رضی اللہ عنہا ان مومن خواتین میں سے تھیں جنہوں نے اللہ پر ایمان لانے اور رسالت مآب کی تصدیق کرنے میں پہل کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بھلائی لکھ دی جو دنیا اور آخرت کا منافع اور کمائی ہے اور ان کے لئے کامیابی قیامت کے دن کی لکھ دی اور ان کے لئے نہروں والی جنت تیار کی۔

حضرت اُمّ المنذر رضی اللہ عنہا ان خواتین میں سے ہیں جنہوں نے جنت کی بشارت عظمیٰ حاصل کی اور اس بشارت کے ساتھ اس وقت کامیاب ہوئیں جب انہوں نے دوسری مرتبہ بیعت کا اعلان کیا اسی لئے انہیں دو بیعتوں والی کہا گیا ہم پہلی بیعت کا ذکر پڑھ چکے ہیں دوسری بیعت، بیعت رضوان تھی جو ھجرت کے چھٹے سال واقع ہوئی جب مشرکین نے مکہ میں حضرت عثمان کو روک لیا تھا اور پھر اس وقت نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"ہم بدلہ لے کر رہیں گے۔"

اور پھر آپ نے صحابہ کرام کو بلا کر اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے بموجب دوبارہ بیعت لی اور صحابہ کرام نے فوراً بیعت کی اسی طرح حضرت اُمّ المنذر رضی اللہ عنہا نے دوسری صحابیات کے ساتھ فوراً بیعت کی اللہ تعالیٰ نے اس مبارک بیعت کو قبول فرمایا اور اللہ تعالیٰ بیعت کرنے والوں سے راضی ہو گیا اور ان کی مدح میں ارشاد فرمایا۔

"تحقیق اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہو گیا جب انہوں نے تجھ سے درخت کے نیچے بیعت کی۔ (الآیۃ نمبر 18 سورۃ الفتح)

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ بیعت رضوان میں درخت کے نیچے بیعت کرنے والے مومنین سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا اور وہ جنت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضرت اُمّ المنذر رضی اللہ عنہا بیعت رضوان میں شریک

تھیں [1] اور نبی کریم ﷺ نے اُمّ المنذر اور انکے ساتھ شریک مومنین کو جنت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ

" درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے کوئی بھی آگ میں داخل نہیں ہوگا۔" [2]

اس طرح ان معزز صحابیہ نے شرف جہاد حاصل کیا اور اپنے صدق سے جنت کی بشارت پائی کیا ہی عزت والی بشارت ہے۔

اور اب رسول اللہ ﷺ کی ان خالہ کے مکارم اور فضائل میں سے کیا باقی رہ جاتا ہے۔ (جو بیان نہیں ہوا)

اور حیرت میں ڈالنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ ان معزز صحابیہ میں خیر کے ہر میدان میں کمال حاصل کیا اور ان کی دینداری اور فضیلت ایک یہ بھی ہے کہ یہ حدیث شریف کی روایات میں سے ہیں اور انہیں احادیث بہت یاد تھیں ان سے " اُمّ سلیط ﷺ بن ایوب بن الحکم ،ایوب بن عبدالرحمٰن اور یعقوب بن یعقوب المدنی [3] نے روایات لی ہیں۔

حضرت اُمّ منذر رضی اللہ عنہا کو رضاء الٰہی کے حصول میں کامیابی مبارک ہو۔ جس پر مشک کی مہر لگی ہے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کی قبر کو تر و تازہ رکھے اور ان کی سیرت کے بیان کے آخر میں ہم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی دہراتے ہیں۔

ان المتقين فی جنت و نهر فی مقعد صدق عند مليك مقتدر

---

[1] دیکھئے الاستیعاب (ص ۴/۳۲۰) الحلیۃ (ص ۲/۷۷) اسد الغابۃ ترجمہ ۷۰۰۵ الاستبصار (ص ۴۴)

[2] یہ حدیث امام مسلم نے کتاب الفضائل میں اور امام ترمذیؒ نے باب المناقب میں ذکر کی ہے۔

[3] دیکھئے الاستیعاب (ص ۴/۳۲۰) تہذیب التھذیب (ص ۱۲/۴۸۰)

اعلام النساء صفحہ 252 /۲



حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما

نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔
"بے شک تیرے لئے ان میں سے جنت میں دو کمر بند ہوں گے۔"
(الحدیث)



حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما

ان کی جڑیں گہری اور مضبوط ہیں...... مہمان کسی تعارف اور تمہید کی محتاج نہیں دوپہر کے سورج کی طرح روشن اسلام سے جڑی اور اسلام ان سے جڑا اور اسی دن سے جس دن اسلام کی ہوائیں دنیا پر چلیں۔

یہ حضرت اسماء بنت ابی بکر عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان، اُمّ عبداللہ قریشیہ تیمیہ، مکیہ، ثم مدنیہ ہیں۔

حضرت اسماء ؓ وہ صحابیہ ہیں جنہوں نے بھلائی کو اس کے پیدا ہونے کی جگہ سے حاصل کیا اور ان کی شان اس درخت جیسی ہے جس سے پاکیزہ پھل پھول پیدا ہوتے ہیں ان کا بڑا خوبصورت تذکرہ اور مہکتی سیرت ہے جس کی خوشبو کئی زمانے گزرنے تک مہکتی ہی رہے گی۔

حضرت اسماء ؓ ہجرت سے ستائیس سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں اور حضرت صدیق اکبرؓ کے گھر میں ان کی پاکیزہ پرورش ہوئی اللہ تعالیٰ نے انہیں عقل اور سلیقہ مندی عطا کی تھی اس لئے وہ اصلی اور فطری اخلاق سے مزین تھیں اور فضائل کی محبت پر پروان چڑھیں۔

ہماری مرکزی کردار ہجرت سے بہت پہلے اسلام لائیں اور رسول اللہ ﷺ سے حضرت صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت کی اس طرح وہ سابقین اولین میں شمار ہوتی ہیں اور اسلام کے ہراول دستہ دین حق وھدایت کی شہسوار جانی جاتی ہیں۔ ایمان کی فہرست میں ان کا نام اٹھارویں نمبر پر ہے اس طرح یہ ان بافضیلت صحابیات میں سے ہوئیں جن کا نام اسلام لانے میں پہل کرنے والوں میں آتا ہے۔

اور انہوں نے ایمان کی سچائی، دور اندیشی، بہادری کو جمع کر رکھا تھا اس لئے یہ خواتین اسلام میں ایک پاکیزہ مثال بن گئیں۔

"ان کا مقابل کون ہے؟...... حضرت اسماء ؓ کو وہ فضائل حاصل تھے جو خواتین

میں کسی کو حاصل نہیں ہوئے یہ صحابیات کے جہاں میں بلند مرتبے پر فائز تھیں حتیٰ کہ یہ علم برکت صبر اور جہاد سے آراستہ لوگوں میں سے بن گئیں۔

ہم ایک نظر عظمت اس نیک گھرانہ پر ڈالتے ہیں جو حضرت اسماء ؓ کو میسر تھا اور یہ ان میں سے ایک نور اور خیر سے چمکتا ستارا" بنیں۔

انکے سسرال میں افضل الخلق ہمارے پیغمبر محمد ﷺ ہیں۔

انکی والد شریک بہن اُمّ المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

انکے والد محترم معزز صحابہ کے شیخ اور ان میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابو بکر صدیق ؓ ہیں جو عشرہ مبشرہ بالجنتہ میں سے پہلے فرد ہیں۔

انکی دادی سلمٰی بنت اصخر ہیں جو خود بھی معزز صحابہ اور رضاء الٰہی کا پروانہ حاصل کرنے والی خاتون ہیں۔

انکی تین پھوپھیاں [2]، صحابیات ہیں اُمّ فروہ ، قریبۃ اور اُمّ عامر بنات ابی قحافہ ، انکے شوہر معزز صحابی عشرہ مبشرہ کی شخصیت حضرت ابو بکر ؓ کی نیکی ، حواریٔ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی ، اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں سب سے پہلے تلوار اٹھانے والے ، حضرت زبیر بن العوام ؓ ہیں۔

انکے صاحبزادے جلیل القدر صحابی عبداللہ بن زبیر ہیں جو کہ علم عبادت بزرگی اور جہاد کے ایک نشان تھے۔

انکے سگے بھائی عبداللہ بن ابی بکرؓ مشہور صحابی ، سخی عقلمند اور بہادر شخص تھے انکے والد شریک بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر ہیں جو اسلام کے مشہور تیر انداز اور بہادر شخص تھے۔

حضرت اسماء ؓ کو رفعت بزرگی اور فخر کے لئے یہ انعامات کافی جو کنگن کی طرح انکا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ تو انکا مقابل کون ہو سکتا ہے۔

اسی لئے کہا جاتا ہے کہ صحابہ میں سے کوئی اور ایسا شخص نہیں ملتا جنکی چار پشتیں صحابی ہوں مگر صرف گھرانہ صدیق اکبر کہ اسماء بنت ابی بکر خود، ان کے والد ابو بکر، انکے دادا ابی قحافہ اور انکے بیٹے زبیر سب صحابی ہیں۔ [3]

---

[1] دیکھئے ان کے حالات استیعات (ص ۴۲۹ / ۴) الاصابتہ (ص ۴۲۹ / ۴) اسد الغابہ ترجمہ (ص ۴۲۸ / ۷)

[2] ان سب کے حالات کے لئے دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۲۴۹ / ۷) الاصابہ اور اسد الغابہ

[3] دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۲۸۸ / ۲)

اور انکی ایک منقبت یہ بھی ہے کہ انکی بہن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انھیں اپنی کنیت "اُم عبداللہ عطا کی تھی۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور راز کی حفاظت

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی دل وجان سے خواہش تھی کہ رسول اللہ ﷺ اور انکے والد کامیابی سہولت اور سلامتی کے ساتھ (ھجرت کے دوران) مدینہ منورہ پہنچ جائیں۔

انہوں نے پھر اس راز کی کس طرح حفاظت کی۔ نبی کریم ﷺ کی ھجرت کے بارے میں چند اشخاص کو معلوم تھا اور ان میں سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ ابن اسحاقؒ نے اس عظیم الشان منقبت کو ذکر کیا ہے لکھتے ہیں کہ

"جہاں تک میری معلومات ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہجرت کے لئے نکلنے کو سوائے حضرت علی، حضرت ابو بکر اور آل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کوئی نہیں جانتا تھا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھرانے کی کیا شان تھی۔ یہ پورا گھرانہ عظیم قربانیوں کا پیکر تھا ان کے مرد خواتین اور خادمین سب ہی ایسے تھے ھجرت کے سفر میں یہ شرف مزید حاصل ہوا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غار میں آنحضرت ﷺ کے ہمسفر اور یار غار تھے۔ عبداللہ بن ابی بکر، نوجوان تھے وہ دن بھر مشرکین کی گفتگو سنتے اور شام کو ان دونوں حضرات کے گوش گزار کر دیتے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ پورا دن ان کی بکریاں چراتے اور شام کو غار کے قریب پہنچ جاتے اور حضرت اسماء شام کے وقت ان حضرات کے لئے کھانا تیار کر کے لے جاتیں۔

دو کمر بند والی...... "ذات النطاقین"[1] (دو کمر بند والی) یہ لقب حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو ھجرت کے دن حاصل ہوا اور اس لقب نے ان کی زندگی میں بڑی پاکیزہ یادیں اور اعزازات چھوڑے اور یہ لقب کئی صدیاں گزرنے کے باوجود بھی مشہور ہے پس جب

---

[1] نطاق۔ دراصل خواتین عرب کی عادت کے مطابق کمر پر ایک رومال یا بند لپیٹا جاتا تھا۔

بھی حضرت اسماء کا تذکرہ ہوتا ہے ان کے فضائل خصوصاً ہجرت کے دن کے کارناموں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

کتب حدیث اور کتب سیرت و سوانح میں لکھا ہے کہ حضرت اسماء اور حضرت عائشہ ؓ دونوں ہی ان دونوں مہاجر شخصیات کے لئے کھانا تیار کر رہی تھیں۔ پھر اسے ایک چمڑے کے تھیلے میں ڈال دیا اور جب اس تھیلے کا منہ بند کرنے کے لئے کچھ نہ ملا تو حضرت اسماء نے اپنے کمر بند کو دو حصے کر دیا اور ایک حصے سے اس کے منہ کو باندھا اور دوسرے حصہ کو اپنی کمر پر باندھ لیا اس لئے ان کا لقب ذات النطاقین یا ذات النطاق پڑ گیا۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ ؓ سے منقول ہے تو ہم دونوں نے وہ کھانا تیار کیا اور ہم نے اسے ایک سفری تھیلے میں ڈال دیا تو پھر اسماء نے اپنے نطاق کمر بند کو دو ٹکڑے کر دیا اور اس سے اس تھیلے کے منہ کو بند کیا اسی وجہ سے ان کو ذات النطاق کہا گیا۔[1]

حضرت اسماء ؓ کا یہ عمل ایسا تھا جس کی انجام دہی سے بڑے سے بڑا بہادر بھی اس میں درپیش خطرات اور دہشت کے باعث آمادہ نہ ہوتا۔ اور اس کے لئے بڑی جرأت مضبوطیٔ دل، قوت اعصاب اور پختہ جذبات کی ضرورت ہوتی ہے اور حضرت اسماء کی شجاعت فقط اتنی ہی نہیں تھی بلکہ معزز قارئین ان کے صبر اور مشقّت جھیلنے کا اندازہ یوں لائیں کہ یہ اس وقت حاملہ بھی تھیں۔

اور اس بات کا تصور کیا جائے کہ حضرت اسماء رات کے اندھیرے میں کھانے کی اشیاء اٹھائے دشوار گزار طویل سفر طے کر کے پہاڑ پر چڑھتی ہیں اور غار ثور تک پہنچتی ہیں۔ یہ تمام خطرات کو پار کر کے مشرکین کی نظروں سے بچ کر وہاں پہنچ جاتیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ان کا محافظ تھا اور علیم و خبیر ان کی نگرانی کرتا تھا۔

اہم کردار...... ایک پُر لطف موقع بھی حضرت اسماء کو اپنے دادا کے ساتھ پیش آیا اور

---

[1] صحیح بخاری (ص ۱۸۷۔۱۸۸/ ۷) اسی طرح دیکھئے سیرت ابن ہشام (ص ۴۸۶/ ۱) دلائل النبوۃ (ص ۴۷۴/ ۲) تہذیب الاسماء و اللغات (۲/ ۱۸۳) تہذیب التہذیب (ص ۳۹۷/ ۱۲) صفۃ الصفوۃ (۲/ ۵۸)

اس موقع کا کردار ان کے ایمان کی سچائی اور طاری امور میں ان کے حسن تصرف اور ان کی ذہانت اور دانشمندی کا پتہ دیتا ہے۔

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت اسماء فرماتی ہیں۔

"جب نبی کریم ﷺ اور ان کے ساتھ حضرت ابو بکر ھجرت کے لئے نکلے تو ابو بکر ﷛ نے اپنا سارا مال واسباب جمع کر لیا اور پانچ ہزار درھم بھی اس سامان کے ساتھ اٹھا کر لے چلے۔ اس کے بعد میرے دادا ابو قحافہ گھر میں داخل ہوئے وہ نابینا ہو چکے تھے انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ وہ اپنے ساتھ سارا مال لے گئے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ اس مال پر ہاتھ رکھ کر دیکھ لیں وہ ہر گز یہ مال لے کر نہیں گئے تو انہوں نے اس (بقیہ) مال پر ہاتھ رکھا اور کہا کوئی حرج نہیں اگر وہ مال چھوڑ گیا ہے تو اچھا کیا مگر میں تمہیں سمجھا رہا ہوں۔

حضرت اسماء ﷛ فرماتی ہیں کہ

خدا کی قسم میرے والد کوئی سامان چھوڑ کر نہیں گئے تھے لیکن میں نے یہ سوچا کہ دادا جان کو تسلی ہو جائے۔[1]

حضرت اسماء ﷛ کے اہم واقعات...... حضرت اسماء ﷛ قریش کے ظالموں کے سامنے اپنی بہادری کا ایک واقعہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر ھجرت کے لئے نکل گئے تو قریش کے چند لوگ ہمارے گھر آئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر مجھ سے پوچھا کہ تمہارے والد کہاں ہیں؟ تو میں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میرے والد کہاں ہیں؟ اس جواب پر ابو جھل نے جو انتہائی گندا شخص تھا۔ ہاتھ اٹھایا اور میرے چہرے پر طمانچہ مارا جس سے میری بالی اتر گئی۔[2]

معزز قارئین: آپ نے دیکھا کہ ابو جھل کتنا بے وقوف شخص تھا وہ عرب کے اخلاق اور ان کی عظیم اچھی خصلتوں سے عاری تھا۔ اور وہ اپنے حقیر نفس کے ساتھ بے وقوفی اور برائی کے نچلے درجے میں پہنچ گیا تھا اس لئے وہ مردوں سے آمنا سامنا

---

[1] دیکھئے سیرت نبویہ (ص ۴۴۸/۱) سیرت حلبیہ (ص ۲۱۳)

[2] حلیتہ الاولیاء (ص ۵۶/۲) انساب الاشراف (ص ۲۶/۱) تاریخ اسلام ذھبی (ص ۳۲۷/۱) سیرت حلبیہ (ص ۲۳۰/۲)

کرنے سے عاجز ہوا تو ایک حاملہ خاتون پر ہاتھ اٹھادیا۔

حضرت اسماءؓ اور پہلا بچہ...... جب ہجرت پوری ہو گئی اور نبی آخر الزماں ﷺ اور ان کے ساتھی ابو بکر بخیر و عافیت مدینہ منورہ پہنچ گئے تو انھوں نے اپنے گھر والوں کو بھی بلوالیا اور حضرت اسماء بھی ہجرت کر کے مدینہ آگئیں اس وقت عبداللہ بن زبیر ان کے بطن میں تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہوا کہ اس ہونے والے مولود کو اولین فہرست میں رکھا جائے۔ ابو جعفر طبری لکھتے ہیں کہ

دار الہجرۃ (مدینہ) میں آنے کے بعد یہ پہلا بچہ پیدا ہوا تھا تو مسلمانوں نے زور دار نعرۂ تکبیر لگایا۔ وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ یہودیوں نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے لہذا ان کے ہاں اب مدینے میں اولاد نہ ہو گی۔ اور بچہ کی پیدائش پر مسلمانوں نے یہود کے دعویٰ کی تکذیب پر نعرہ لگایا۔[1]

حضرت عبداللہ بن زبیر قبا میں پیدا ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے ان کے نانا ابو بکرؓ کو حکم دیا کہ مولود کے دونوں کانوں میں اذان کہیں پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت اسماء کے بیٹے کی تحنیک کی یعنی کھجور چبا کر بچہ کے منہ میں دی تو نبی ﷺ کا لعاب دہن وہ پہلی چیز تھی جو اس مولود کے پیٹ میں گئی اور ان کی کنیت نانا کی طرح ابو بکر رکھی گئی۔[2]

حضرت عبداللہ بن زبیر کی ولادت سے مسلمانوں کے لئے خیر کے دروازے کھل گئے وہ اس سے بہت خوش تھے اور نیک شگون لے رہے تھے۔ عبداللہ کی نشوونما تقویٰ کی محبت پر ہوئی وہ جیسا کہ ان کی والدہ نے بیان کیا رات کو نماز میں کھڑے ہونے والے دن کو روزہ رکھنے والے شخص تھے اور انہیں پیار سے "مسجد کا کبوتر" کہا جاتا تھا۔

علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ حضرت زبیر سے حضرت اسماء کے دوسرے

---

[1] تاریخ طبری (ص ۱۰/۲) سیر اعلام النبلاء (ص ۳۶۳/۲) العقد الفرید (ص ۴۱۹/۴)
[2] تہذیب الاسماء واللغات (ص ۲۶۶/۱)

بچوں کے نام ، عروہ، منذر، عاصم ،اُمّ حسن ،اور عائشہ تھے۔[1]

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہجرت کے بعد انصار کے ہاں جو پہلا بچہ پیدا ہوا وہ دو بڑے صحابی اور صحابیہ کے صاحبزادے امیر المسلمین صاحب رسول اللہ ﷺ نعمان بن بشیر الخزرجی تھے[2] جو عبداللہ بن رواحہ ؓ کے بھانجے تھے۔

صابرہ شاکرہ...... حضرت اسماء ؓ نے صبر و شکر میں بہترین مثال قائم کی تھی اور یہ دونوں صفات اھلیان جنت کی ہیں۔ حضرت اسماء ؓ نے فقر پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کا نعمت پر شکر ادا کرتیں حضرت اسماء ؓ خود بیان فرماتی ہیں کہ

حضرت زبیر ؓ نے مجھ سے جب نکاح کیا تو ان کے پاس صرف ایک گھوڑا اور کچھ اور چیزیں تھیں تو میں ہی اس کا خیال کرتی اور چارا وغیرہ دیتی اور ان کے جانور کے لئے گٹھلیاں کوٹتی پانی لاتی اور انہیں بھگوتی۔ اور یہ گٹھلیاں میں حضرت زبیر کی زمین سے جو رسول اللہ ﷺ نے دی تھی۔ ڈھونڈ کر لاتی تھی اور سر پر رکھ کر لاتی یہ زمین تین فرسخ دور تھی ایک مرتبہ میں گٹھلیاں سر پر رکھ کر لا رہی تھی تو رسول اللہ ﷺ سے راستے میں ملاقات ہو گئی ان کے ساتھ اور لوگ بھی تھے آپ اونٹنی پر سوار تھے آپ نے مجھے بلا کر کہا "اخ اخ" تاکہ وہ اونٹنی پر مجھے اپنے پیچھے سوار کرلیں تو مجھے شرم آئی اور مجھے زبیر کی حیا و غیرت بھی یاد آئی۔ کہتی ہیں کہ پھر آنحضرت ﷺ چلے گئے۔

پھر جب میں گھر آئی اور حضرت زبیر ؓ کو واقعہ بتایا تو انہوں نے کہا کہ تمہارا یہ گٹھلیاں لانا ان کے ساتھ سوار ہونے سے زیادہ گراں لگتا ہے حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ پھر حضرت ابو بکر ؓ نے ایک خادم بھیج دیا جس سے مجھے گھوڑے کی دیکھ بھال سے چھٹی مل گئی گویا کہ انہوں نے مجھ کو آزاد کرادیا۔[3]

ہم اگر حضرت اسماء ؓ کے بیان کردہ ان کے صبر کے واقعے پر گہری نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ان کے شوہر زبیر کا فقر انہیں ان کی مدد اور ان کی خوشنودی کے

---

[1] انساب الاشراف (ص ۴۲۲ / ۱)

[2] دیکھئے حضرت نعمان بن بشیر کے حالات۔ الاستیعاب (ص ۵۲۲ / ۳) (الاصابۃ ص ۵۲۹/۳) سیر اعلام النبلاء (ص ۴۱۱ / ۳) الاستبصار (ص ۱۲۲) اسد الغابۃ ترجمہ ۵۵۳۳

[3] سیر اعلام النبلاء (ص ۲۹۰ / ۲) الطبقات (ص ۲۵۰ / ۸) زاد المعاد (ص ۱۸۷ / ۵)

لئے کام کرنے سے اور ان کے لئے فرمانبرداری کے اسباب مہیا کرنے سے مانع نہ تھا وہ اپنی خوشی سے سارے کام کرتیں ول ایمان پر مطمئن تھا اور جو اللہ تعالیٰ نے مقدر کر رکھا تھا اس پر قناعت کرتی تھیں اور اس تمام مرحلے میں ان کا توشہ صبر ہوتا تھا۔ اس صبر کا نتیجہ یہ نکلا کہ حالت بدل گئی اور حضرت زبیرؓ کو وسعت اور خوش حالی میسر آ گئی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت زبیر اور اسماءؓ کو انعام سے نوازا اور یہ دونوں نعمتوں سے مالا مال ہو گئے اور اس حال میں حضرت اسماءؓ نے شکر کرنا زیادہ کر دیا۔ انہیں دولت کی زیادتی نے دھوکے میں نہیں ڈالا اور گھر اور اللہ تعالیٰ کے واجبات سے دور نہیں کیا۔ بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ حدود میں حضرت زبیر کے مال کو استعمال میں لائیں اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور خیر کا شکر ادا کرتی رہتیں۔

ابو نعیم اصبہانی نے ان کی سوانح کے شروع میں ان کا تعارف یوں کرایا ہے۔

سچے ایمان والی، ذکر کرنے والی، صبر و شکر کرنے والی اسماء بنت الصدیق اپنا کمر بند پھاڑ کر رسول اللہ ﷺ کے سفری تھیلے کو باندھنے والی۔[۱]

<u>خاندانی سخی خاتون</u>...... حضرت اسماء خواتین میں سخاوت کے اعتبار سے بڑی مشہور ہوئیں۔ وہ طبیعتاً شریف تھیں سخاوت کے ساتھ ساتھ بڑی ہوئیں اور سخاوت بھی انہی کے ساتھ چلی ان کے سخاوت و عطاء کے بڑے حیرت انگیز قصے ہیں یہ اپنے گھر والوں اور صاحبزادیوں سے کہا کرتیں کہ

اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور صدقہ کرو، اور بچت کو نہ دیکھو اگر تم بچت کو فاضل مال کو دیکھو گی تو کوئی فضیلت نہیں ملے گی اور اگر صدقہ کرتی رہو گی تو کبھی مال کو کم نہیں پاؤ گی۔[۲]

حضرت اسماء بڑی سخی نفس تھیں انہوں نے اپنے نطاق کی قربانی اس وقت دی جب ان کے پاس دوسرا نطاق نہ تھا اور یہی سخاوت کی انتہا ہے انہوں نے اپنی زندگی کے اہم اوقات اور ہر اس چیز کو جو ان کی ملکیت میں تھی اللہ کے راستے میں خرچ کیا اللہ تعالیٰ

---

[۱] حلیۃ الاولیاء (ص ۵۵ / ۲)
[۲] طبقات ابن سعد (ص ۲۵۲ / ۸) تہذیب الاسماء و اللغات (ص ۳۲۹ / ۲)

کے رضا کے لئے لیکن انہوں نے کبھی اپنے ایمان یا اپنے شرف کو ذرّہ برابر بھی ضائع نہیں کیا۔ ان کی سخاوت کو ہر دور اور قریب والے انسان نے دیکھا۔

حضرت محمد بن منکدرؒ کہتے ہیں کہ یہ حقیقی سخی خاتون تھیں اور انہوں نے یہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت اسماءؓ کو ارشاد فرمایا۔

اپنی سخاوت کو باندھنا نہیں ورنہ اللہ تمہیں باندھ دیں گے۔[1]

اور حضرت اسماء کی سخاوت اس درجہ بلند تھی کہ سخاوت میں ضرب المثل سمجھی جاتی تھیں مروی ہے کہ جب وہ بیمار ہو جاتیں تو اپنے تمام غلام آزاد کر دیتیں۔[2]

انکے صاحبزادے عبداللہ ان کی سخاوت کو بیان فرماتے ہیں کہ

میں نے حضرت عائشہ اور اسماءؓ سے زیادہ کوئی سخی خاتون نہیں دیکھیں ان دونوں کی سخاوت کا انداز بھی الگ تھا کہ حضرت عائشہؓ ایک چیز کو جمع کرتیں اور دوسری چیز کے ساتھ صدقہ کر دیتیں اور حضرت اسماءؓ ایک چیز کو آنے والے کل کے لئے کبھی اٹھا نہ رکھتیں۔[3]

حضرت اسماء اور قرآن کریمؒ...... حضرت اسماء کی فصاحت نے قرآن کریم کو صحیح طور پر سمجھنے اس کے معانی اور احکامات کو صحیح شکل کے ساتھ تدبّر کرنے میں ان کی بہت مدد کی ان کے نواسے عبداللہ بن عروہ نے ان سے پوچھا کہ صحابہ اکرام کے سامنے جب قرآن پڑھا جاتا تو وہ کیا کرتے تھے۔ فرمانے لگیں کہ

"وہ ویسے ہی تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف بیان کی ہے کہ ان کے آنسو بہنے لگتے اور بدن کانپنے لگ جاتا۔

عبداللہ نے پوچھا کہ کیا ایسے لوگ بھی تھے کہ جن پر قرآن پڑھا جاتا تو وہ اس پر بے ہوش ہو کر گر جاتے تھے۔ فرمایا کہ

"میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں شیطان مردود سے۔"

---

[1] طبقات ابن سعد (ص ۲۵۲ / ۸) اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو تمہارے پاس ہے اسے ذخیرہ مت کرنا اور ہاتھ میں جو کچھ ہو۔ اس کو روکنا نہیں ورنہ رزق اترنا رک جائے گا۔

[2] حوالہ بالا۔ اور مزید دیکھئے تہذیب الاسماء واللغات (ص ۳۲۹ / ۳) [3] دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۲۹۲ / ۲) صفۃ الصفوۃ (ص ۵۸ / ۲) اور یہ حدیث بخاری میں ہے۔

یہ فہم تھا حضرت اسماء کا معانیٔ قرآن میں، ان کی بلاغت پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ حضرت صدیق اکبر کے گھر میں پیدا ہوئی تھیں۔

حضرت اسماء ؓ اللہ سے ڈرنے والی اور قرآن کو سمجھنے والی خواتین کا ایک بہترین نمونہ تھیں اس بات کی گواہی ان کے شوہر حضرت زبیر بن العوام ؓ دیتے ہیں کہ۔

میں گھر میں داخل ہوا تو حضرت اسماء ؓ نماز پڑھ رہی تھیں تو میں نے سنا کہ وہ یہ آیت تلاوت کررہی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں جھلسنے والے عذاب سے بچلیا۔ تو یہ آگ سے پناہ مانگنے لگیں۔ میں کھڑا ہو گیا اور وہ مسلسل جہنم سے پناہ کی دعا کرتی رہیں جب بہت دیر ہو گئی تو میں بازار آیا اور اس کے بعد وہاں سے لوٹا تب بھی وہ روتے ہوئے جہنم سے پناہ کی دعا کر رہی تھیں۔

اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو...... حضرت اسماء ؓ اپنی زندگی کے ہر موقع پر حق کا لحاظ رکھتیں اور اللہ تعالیٰ سے اس کی رضاء والے اعمال مانگتی رہتیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے مخالف اپنی کسی رشتہ داری یا تعلق کو خاطر میں نہ لاتیں وہ اپنی والدہ کے سامنے اڑ جاتیں جو کہ انتہائی حیرت کا مقام ہے لیکن حق اس لائق ہے کہ اسی کی اتباع کی جائے۔ کتب حدیث سوانح اور سیر میں ہے کہ حضرت اسماء ؓ فرماتی ہیں کہ

میرے پاس میری والدہ آئیں[1] کچھ مدد لینے کے لئے اور وہ مشرکہ تھیں یہ قریش اور مسلمانوں کے معاہدے کے دوران کی بات ہے تو میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ میں ان سے صلہ رحمی کروں۔ اس کے بعد آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں منع نہیں کرتا ان لوگوں کے بارے میں جو تم سے دین کی بابت قتال نہیں کرتے۔ "تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا" ہاں اپنی والدہ سے صلہ رحمی کرو۔ "[2]

ان کی والدہ تحفے میں مکھن اور گھی لائی تھیں تو حضرت اسماء ؓ نے وہ ھدیہ قبول کرنے سے انکار کردیا اور اپنے گھر میں اندر بلانے سے بھی منع کر دیا تھا حتیٰ کہ

---

[1] حضرت اسماء کی والدہ قتیلہ بنت عبدالعزیٰ تھی یہ حالت شرک ہی میں رہی

[2] یہ حدیث بخاری مسلم، ابوداؤد، اور مسند احمد میں ہے۔ مزید دیکھئے تفسیر ماوردی (ص ۲۲۳/۴) اسباب النزول للواحدی (ص ۳۴۹/) الدرالمنثور (ص ۱۳۱/۸) الاسماء المبہمہ فی الانباء المحکمۃ (ص ۷۷ ۲)

انہیں نبی کریم ﷺ سے شافی جواب مل گیا۔

اس طرح نبی کریم ﷺ نے انہیں یہ تعلیم دی کہ صلہ رحمی واجب ہے اور یہ کہ اسلام ایک رحمت اور بھلائی کا دین ہے اور صلہ رحم اپنے صاحب (صلہ رحمی کرنے والے) کو جنت میں داخل کرادے گا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حدیث رسول اللہ ﷺ...... حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو حدیث نبوی میں باسند واسطہ حاصل ہے وہ خود بھی ایک ذہن اور یاد رکھنے والی راویہ ہیں کئی احادیث نقل کرتی ہیں جن کی تعداد پچاسی تک پہنچی ہے بخاری و مسلم نے ان کی تیرہ احادیث متفقہ طور پر نقل کی ہیں۔ امام نے پانچ اور امام مسلم نے چار احادیث متفرداً نقل کی ہیں۔ [1] حضرت اسماء کثرت سے روایات کرنے والی صحابیات مثلاً اُمّ المومنین حضرت عائشہ، اُمّ سلمہ اور اسماء بنت یزید بن السکن الانصاریہ [2] وغیرہ میں سے شمار ہوتی ہیں اور یہ حدیث کی دنیا میں ان کے مرتبے اور فضیلت پر واضح دلیل ہے۔

حضرت اسماء سے کئی صحابہ اور تابعین مثلاً ان کے بیٹے عبداللہ کے علاوہ عروہ، عبداللہ بن عباس، فاطمہ بن المنذر بن زبیر اور ان کے غلام عبداللہ بن کیسان رضی اللہ عنہم وغیرہ نے روایات کی ہیں۔ [3]

ان کی مشہور روایات میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "میں حوض پر موجود میرے پاس آنے والوں کو دیکھ رہا ہوں گا۔" [4]

حضرت اسماء کی شخصیت کے اہم پہلو...... حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی شخصیت کے چند حیرت انگیز پہلو ہیں جو دینداری کے میدان میں ان کی خصوصیت پر دلالت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی عمر میں بہت برکت عطا فرمائی ان کی تقریباً سو سال عمر ہوئی اور ان کے دانت بھی نہیں گرے۔ اور ان کی عقل، صائب رائے، اور حیرت انگیز

---

[1] دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۲۹۶ / ۲)
[2] دیکھئے اسی کتاب میں سیرت اسماء بنت السکن
[3] دیکھئے سیر اعلام النبلا (ص ۲۸۸ / ۲) حوالہ بالا
[4] فتوح البلدان (ص ۵۸۸)

کلمات بھی اپنے حال پر باقی رہے اور اسی طرح وہ بخشش، سخاوت اور خیر اور نیکی کے کاموں میں برابر کی شریک رہیں اسی طرح جنگ یرموک میں اپنے شوہر زبیر کے ساتھ شریک ہوئیں اور اس جنگ میں ان کا حیرت انگیز مشہور کردار ہے۔

حضرت خلفاء راشدین کے دور میں ان کا بڑا مقام اور مرتبہ حاصل رہا وہ سب ان کی فضیلت اور مرتبے کو پہنچانتے تھے۔ حضرت سیدنا عمر بن الخطاب ؓ نے اولین مہاجر صحابیات کا وظیفہ ایک ایک ہزار مقرر فرمایا تھا ان میں سے اسماء بنت ابی بکر، اسماء بنت عمیس اور اُمّ عبداللہ بن مسعود ؓ بھی شامل تھیں۔

حضرت اسماء کی شخصیت کا ایک عظیم پہلو یہ بھی تھا کہ وہ خواب کی تعبیر بتانے کی ماہر تھیں۔ منقول ہے کہ حضرت سعید بن المسیّب ؓ تعبیر کے بڑے ماہر تھے انہوں نے یہ علم حضرت اسماء ؓ سے اور انہوں نے اپنے والد سے حاصل کیا تھا۔ [1]

حضرت اسماء پاکیزہ نفس ستھرے باطن اور اللہ تعالیٰ سے دل لگائے ہوئے تھیں وہ ہر معاملے میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتی تھیں اس کے باوجود اپنے اندر تقصیر محسوس فرماتیں حضرت ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ

اگر حضرت اسماء ؓ کے کبھی سر میں درد ہو جاتا تو وہ سر پر ہاتھ رکھ کر فرماتیں کہ یہ میرے کسی گناہ کی وجہ سے ہے۔ [2]

حضرت اسماء کی روشن علامات میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ انتہائی فصیح اللّسان اور حاضر دل ودماغ، خاتون تھیں انکا اپنے شوہر کی یاد میں ایک شاندار قصیدہ ہے جو ان کی بلاغت کی نشاندہی کرتا ہے۔

برکت کے آنگن میں...... حضرت اسماء ؓ کی معطر سیرت میں سے ایک خوبی یہ تھی کہ وہ "تبرک بآثار الرسول" ﷺ کو بڑا چاہتی تھیں وہ ہر اس شئے کو حاصل کرنے کی کوشش کرتیں جو رسول اللہ ﷺ سے قرابت والی ہوتی۔ تاکہ وہ اپنے آپ کو ایمان اور

---

[1] دیکھئے ابن سعد (ص ۱۲۴/۶) سیر اعلام النبلاء (ص ۲۹۴/۲) تہذیب الاسماء واللّغات (ص ۳۳۰/۲)

[2] دیکھئے تہذیب الاسماء واللّغات (ص ۳۲۹/۲) سیر اعلام النبلاء (ص ۲۹۰/۲)

نور توشہ بہم پہنچائیں۔ وہ اس سے بڑا سکون اور راحت محسوس کرتیں اور اسی وجہ سے وہ نبی کریم ﷺ کے ایک پیرہن کو جو ان کے پاس تھا۔ بڑی حفاظت سے رکھتیں۔ ایک صحیح روایت میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک طیالسی جُبّہ نکالا اور فرمایا کہ

یہ رسول اللہ ﷺ کا جُبّہ ہے جسے آپ ﷺ زیب تن فرمایا کرتے تھے اور ہم اسے مریضوں کے لئے دھوتے۔ (اور اس کا پانی استعمال کرنے سے) مریض تندرست ہو جاتا۔[1]

حضرت اسماء کا تبرک حاصل کرنے کا یہ سلسلہ اسی حد تک نہیں تھا بلکہ وہ آب زمزم سے بھی تبرک حاصل کرتیں۔ علامہ فاکہیؒ نے لکھا ہے کہ لوگ اپنے مردے نہلانے کے بعد اس پر آب زمزم برکت کے لئے ڈالتے تھے اسی طرح حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے عبداللہ بن زبیر کو آب زمزم [2] سے غسل دیا اور یہ برکت کے منابع کو جمع کرنے کی دلیل ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حجاج بن یوسف...... خواتین کی تاریخ بہادری اور قربانی کے قصوں سے بھری پڑی ہیں لیکن ہماری یہ بہادر صحابیہ اسماء رضی اللہ عنہا تمام خواتین سے آگے ہیں اور ان کا ایک کردار ان کی سمجھداری سخاوت اور حسن تصرف پر دلیل ہے اور ان کا یہ کردار اپنے بیٹے عبداللہ بن زبیر کے ساتھ ہے جنہوں نے اپنی حکومت کو حجاز یمن، عراق اور خراسان تک بڑھالیا تھا اور کعبہ کی عمارت کی تجدید بھی کی تھی۔

مگر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی یہ حکومت مشکل میں اور مضمحل ہی رہی اور حجاج بن یوسف کی فوجوں نے ان کا محاصرہ کر لیا اس وقت یہ مکہ مکرمہ میں تھے اور منجنیق کے پتھر ہر طرف سے برس رہے تھے۔ اور اس وقت امان طلب کرنے اور فرار اختیار کرنے یک دو صورتیں باقی رہ گئی تھیں لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ایسا کہاں

---

[1] یہ حدیث صحیح مسلم میں باب العباس والزینۃ میں ہے اسی طرح ابن ماجہ اور مسند احمد میں بھی موجود ہے مزید دیکھئے الشفاء (ص ۴۶۳/۱) تاریخ اسلام للذھبی (ص ۵۰۳/۱) زاد المعاد (ص ۱۴۰/۱) الطبقات (۴۵۴/۱)

[2] شفاء العزام (ص ۴۱۵/۱)

کر سکتے تھے حالانکہ ان کی بہادری اور شجاعت ثابت قدمی اور مسلسل جدو جہد کی صفات کو پوری دنیا جانتی تھی اور ان کی والدہ خود اسلام پر قربان ہونے والی خاتون تھیں اور اس وقت ان کی عمر سو سال کے لگ بھگ تھی لیکن ان کی عقل اسی طرح حکمت اور شعلہ بیان تھی۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور اپنی پریشانی سے آگاہ کیا اور آئندہ کے لائحہ عمل کے بارے میں مشورہ کرنے لگے فرمایا۔

امی جان لوگوں نے مجھے رسوا کر دیا حتیٰ کہ میرے گھر والوں اور اولاد نے بھی اور مجھے اب کوئی امید نظر نہیں آرہی۔ اور یہ لوگ مجھ پر غالب آجائیں گے اور میں نے کبھی دنیا کی ھوس نہیں کی۔ آپ کیا رائے دیتی ہیں۔

اس عظیم ماں نے جواب دیا۔

میرے بچے! عزت سے جیو اور عزت سے مرو اور تیری قوم تجھے قید نہ کرنے پائے۔

پھر حضرت عبداللہ اپنی والدہ سے خوشی خوشی رخصت ہوئے اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگے۔

اسماء ان قتلت لاتبکینی

لم یبق الاحسبی ودینی

اے اسماء اگر میں قتل ہو جاؤں تو مت رونا۔ اب صرف میرا حسب اور دین باقی رہے گا۔

وصا رم لانت به بمینی

اور اب تلوار سے میرا دایاں ہاتھ رنگین ہو جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بالآخر شہید ہو گئے تو حجاج نے ان کی نعش مسجد حرام میں لٹکا دی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بتلایا گیا کہ حضرت اسماء مسجد کے کونے میں موجود ہیں تو وہ ادھر چلدیئے اور جا کر ان کے بیٹے کی تعزیت کی اور فرمایا۔

کہ یہ جسم تو کچھ بھی نہیں ہے روحیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔

بس اللہ کی طرف متوجہ رہو اور صبر کرو۔ تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے صبر سے کیا مانع ہے۔ اور جبکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ کو تحفتاً

دے دیا گیا تھا۔[1] (یعنی ایمان والوں پر ایسے حالات آتے ہیں)

حیرت انگیز روایات میں سے یہ بات بھی ہے جو ابن عبدربہ سے منقول ہے کہتے ہیں کہ "عبداللہ بن زبیر" وہ پہلے بچے ہیں جو اسلامی دور میں پیدا ہوئے۔ جب یہ پیدا ہوئے تو نبی کریم ﷺ اور صحابہ نے "اللہ اکبر" کہا اور جب یہ شہید ہوئے تو حجاج بن یوسف ثقفی اور اس کے شامی ساتھیوں نے نعرۂ تکبیر لگایا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ اہل شام نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت پر نعرہ لگایا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جن لوگوں نے ان کی پیدائش پر نعرۂ تکبیر لگایا تھا وہ لوگ ان کی موت پر نعرہ لگانے والوں سے بہتر لوگ تھے۔[2]

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے صبر کیا اور حجاج کے سامنے ثابت قدمی جرأت مندی اور سختی سے کھڑے ہونے اور گفتگو کرنے کی ایک حیرت انگیز مثال قائم کی۔ منقول ہے کہ حجاج ثقفی ان کے پاس آیا اور کہا کہ تیرے بیٹے نے اس گھر (بیت اللہ) میں الحاد برپا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دردناک عذاب کا مزہ چکھایا۔"

انہوں نے فرمایا۔

تو جھوٹ بولتا ہے۔ وہ اپنی والدہ سے نیک سلوک کرتا تھا روزے رکھتا اور رات کو اللہ کے سامنے کھڑا رہتا تھا۔ اور ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بتایا تھا کہ ثقیف (حجاج کا قبیلہ) سے دو کذّاب نکلیں گے اور دوسرا ان میں سے پہلے سے زیادہ برا ہوگا اور وہ قتل عام کرے گا۔[3] تو حجاج اس بات کا جواب دیئے بغیر وہاں سے نکل گیا۔

آخری ایام...... حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ایک طویل زمانے تک زندہ رہیں یہ ایک ایسی سند تھیں جو پوری ایک صدی تک ہونے والے واقعات کی شاہد رہیں اور یہ مہاجرین اور مہاجرات صحابہ میں سے وفات پانے والی آخری شخصیت تھیں۔ اپنی وفات سے قبل انہوں نے اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے دفن فرمایا۔

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ

---

[1] دیکھئے تہذیب الاسماء و اللغات (ص ۳۳۰/ ۲) سیر اعلام النبلاء (ص ۲۹۵/ ۲)
[2] العقد الفرید (ص ۴۱۹/ ۴)
[3] دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۲۹۶/ ۲)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آیا تو انہوں نے کہا میں نے سنا ہے کہ حجاج نے عبداللہ کو پھانسی دی ہوئی ہے۔ اے اللہ مجھے اس وقت تک موت نہ دے جب تک کہ میرا بیٹا مجھے نہ دے دیا جائے۔ تو پھر عبداللہ کو نہلا دھلا کر کفن میں دوں تو انہیں عبداللہ بن زبیر کی نعش دی گئی انہوں نے اپنے ہاتھ سے انہیں خوشبو لگائی اور کفن دیا (اور حالانکہ اس وقت یہ نابینا ہو چکی تھیں) پھر حضرت ابن زبیر کی نماز جنازہ پڑھی اور پھر جمعہ آنے سے پہلے پہلے ان کا انتقال ہو گیا۔

انہوں نے وصیت کی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میرے کپڑوں کو دھونی دینا پھر مجھے خوشبو لگانا اور میرے کفن پر خوشبو لگی مت چھوڑنا۔ میرے جنازے کے ساتھ آگ نہ لانا اور مجھے رات میں دفن نہ کرنا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی وفات سن تہتر ہجری میں ہوئی۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو جنت کی بشارت......اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ اس سے راضی ہوئے۔ اور تیار کر رکھے ہیں ان کے واسطے باغ کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں رہا کریں انہی میں ہمیشہ یہی ہے بڑی کامیابی۔ التوبہ (آیت نمبر ۱۰۰)

معزز صحابیہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ اپنے دور کی خواتین کے لئے اسوۂ حسنہ تھیں اور اسی طرح ہر دور میں یہ اپنے والدین کا بہت خیال رکھنے والی اور ایک شریف بیوی ثابت ہوئیں۔ منقول ہے کہ ان کے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ان پر غصہ بھی کرتے تھے تو انہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "کہ میری بچی! صبر کرو جب کسی عورت کا شوہر نیک ہو اور وہ مر جائے تو وہ عورت اس کے بعد نکاح نہیں کرتی اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں جمع فرماتے ہیں۔"[1]

مزید یہ کہ انہوں نے اپنی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھی اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خوب جہاد کیا اور انہی اچھی صفات کی وجہ سے

---

[1] دیکھئے حیات الصحابۃ (ص ۶۹۴ / ۲)

انہیں جنت کی عظیم خوشخبری ملی اور اس وقت ان کی زندگی کی ابتدا ہی تھی۔

انہیں، جنت کی بشارت کی حدیث با اعتماد کتب میں منقول ہے ہجرت کے مشہور واقعہ میں حضرت اسماءؓ نے اپنے نطاق وکمر بند اور اپنی جان کو نبی کریم ﷺ کا خیال رکھنے اور کھانا پہنچانے کی مشقت میں ڈالنے کی جو قربانی دی تو آنحضرت ﷺ نے انہیں ارشاد فرمایا۔

"بے شک تمہارے لئے جنت میں دو نطاق ہوں گے۔"[۱]

اور اس حدیث شریف میں حضرت اسماءؓ کے لئے جنت کی عظیم بشارت ہے۔ اور یہ زندگی بھر آخرت کی طلب اور اس کے لئے عمل صالح کرتی رہیں تاکہ ان کا ایمانی ثاثہ بڑھتا رہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت اسماءؓ سے راضی ہو اور ان کی قبر کو تر و تازہ رکھے ان کی مبارک اور مہکتی سیرت کے اختتام پر ہم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھتے ہیں۔

ان المتقين فی جنت و نهر فی مقعد صدق عند مليك مقتدر

بے شک متقین لوگ جنتوں اور نہروں میں ہونگے سچے مقام پر ایک طاقتور بادشاہ کے ہاں۔

---

[۱] دیکھئے الاستیعاب (ص ۲۲۹/۴) الاصابۃ (ص ۲۲۴/۴) انساب الاشراف (ص ۲۶۰/۱) العقد الفرید (ص ۴۱۷/۴) (ص ۲۱۳/۲) مزید دیکھئے سیرت حلبیہ (ص ۲۱۳/۲) دار السحابہ ص ۵۴۷ وغیرہ



حضرت اُمّ سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا
میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے کسی کے قدموں کی آہٹ سنی دیکھا کہ میں غمیصاء بنت ملحان کے سامنے ہوں۔ (حدیث شریف)
نبی کریم ﷺ نے اُم سلیم کے بارے میں فرمایا۔
میں اس پر شفقت کرتا ہوں اس کا بھائی میرے ساتھ قتل ہوا۔
(حدیث شریف)



حضرت اُمّ سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا

انصاری خواتین کے ساتھ......رسول اللہ ﷺ نے انصار کے بارے میں ارشاد فرمایا۔
"اے اللہ! انصار پر انصار کی اولادوں پر اور ان کی اولادوں کی اولاد پر رحم فرما۔"[1]
آج کی ہماری مہمان انصاری خواتین میں سے ایک ہیں اور یہ ان صحابیات بافضیلت میں سے ہیں جنہوں نے علم، فقہ، بہادری، سخاوت، خلوص اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے اخلاص کو جمع فرمالیا۔
یہ عظیم صحابیہ ایک عظیم صحابی جن کی رسول اللہ ﷺ کے نزدیک وقعت بہت زیادہ تھی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں۔
علامہ ابو نعیم اصبہانی نے ان کا تعارف یوں کرلیا ہے۔
اُمّ سلیم جو محبوب خدا کی اطاعت کرنے والی اور واقعات جنگ میں خنجروں سے مقابلہ کرنے والی۔
جن صحابیہ کی مہکتی سیرت سے ہم اپنی سماعت وبصارت کو لطف اندوز کررہے ہیں ان کا نسب یہ ہے۔ اُمّ سلیم بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام النجاریہ الخزرجیہ۔[2]
انہیں غمیصاء یا رمیصاء بھی کہا جاتا تھا ان کا اصل نام "سھلہ" ہے اور ایک قول کے مطابق رملہ ہے مگر شہرت اُمّ سلیم کے نام سے ہوئی۔
یہ ایک باشعور عقلمند خاتون تھیں جن کے خلوص بھرے دل میں ایمان اسی دن براجمان ہوگیا جس دن انہوں نے اسلام کے بارے میں سنا اور یہ ایسے پاکیزہ اور روشن اعمال تاریخ کا حصہ بناگئیں جو کئی صدیاں گزرنے کے باوجود ان کی فضیلت ایمان لانے میں پہل کرنے اور احسان کی گواہی دیتے ہیں۔ تو آیئے ہم اس مجاہدہ، صابر، خوف خدا سے لبریز، شریف دیندار، عظیم بڑی محدثہ عظیم مرتبہ اور شان والی صحابیہ کی سیرت سے سماعت کو معطر کریں۔
مبارک کردار...... اپنے اسلام لانے کے ابتدائی لمحات سے ہی اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے

۱۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہے
۲۔ حلیۃ الاولیاء (ص ۵۷ / ۲)
۳۔ سیر اعلام النبلاء (ص ۳۰۴ / ۲)

حیرت انگیز کردار جو برکت پھیلانے والا ہے تاریخ میں لکھ دیا جو ان کی عقل کے فروتر ہونے ان کے ایمان اخلاق اور سچائی کی دلیل ہے۔ یہ اسلام لائیں اور بیعت کی اس وقت ان کے شوہر مالک بن نضر ابو انس بن مالک اس وقت موجود نہیں تھے اور اُمّ سلیم کے دل میں ایمان داخل ہوا اور جم گیا۔ انہیں اسلام سے شدید محبت ہو گئی جو ان کی روح اور نفس میں رچ گئی انہوں نے اپنی سچائی پر اس وقت پر دلیل قائم کر دی جب یہ اپنے مشرک شوہر کے سامنے سختی اور سچائی سے کھڑی رہیں اور اس مبارک اور حیرت انگیز کردار کا ایک بہت دلچسپ قصہ ہے ہم اُسے ابتداء سے شروع کرتے ہیں۔

جب اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں تو اس وقت ان کے شوہر موجود نہ تھے۔ جب وہ آئے اور انہیں ان کے اسلام لانے کا علم ہوا تو وہ شدید غضب ناک ہوئے اور اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کو کہا کیا تو صابیہ بن گئی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں صابیہ نہیں بنی بلکہ اس شخص پر ایمان لے آئی ہوں۔

وہ اتنی سی بات کر کے خاموش نہیں ہوئیں بلکہ اپنے صاحبزادے انس کو کلمہ کی تلقین کرنے لگیں۔ کہ بیٹا کہو۔ لا الہ الا اللہ کہو اشھد ان محمد الرسول اللہ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس تلقین کا جواب دیا اور شہادت اسلام زبان سے ادا کی اور سعادت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ تو مالک کو بہت شدید غصہ آیا اور اس نے کہا کہ میرے بیٹے کو مت بگاڑو۔ مگر حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے بڑے آرام سے جواب دیا کہ میں اسے بگاڑ نہیں رہی بلکہ سدھار رہی ہوں۔

مالک بن نضر غصہ میں شام چلے گئے راستے میں انہیں ان کے دشمن نے قتل کر دیا حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کو جب اپنے شوہر کے قتل کی اطلاع ملی تو انہوں نے کہا میں اب اپنے بیٹے کا دودھ اس وقت نہیں چھڑواؤں گی جب تک وہ خود نہ چھوڑ دے اور میں دوسری شادی نہیں کروں گی جب تک کہ مجھے انس نہ کہے اور یہ کہہ دے کہ آپ نے اپنا فرض پورا کر دیا۔[1]

اس کے بعد وہ اپنے بیٹے کی تربیت کی طرف متوجہ ہو گئیں اور اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی محبت سکھانے لگیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینے تشریف

---

[1] سیر اعلام النبلاء (ص ۳۰۴ / ۲)۔ الاستبصار (ص ۳۷)

لائے تو اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کو لے کر حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہ! یہ ننھا انس ہے میں اسے آپ کی خدمت کے لئے لائی ہوں اس کے لئے دعا فرمائیں! تو آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔

اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں کثرت فرما۔[1]

حضرت انس اس وقت معصوم بچے تھے لکھنا جانتے تھے سمجھدار تھے اور پھر بالغ بھی نہ ہوئے تھے کہ نبی ﷺ کے گھر میں دیکھ بھال، خدمت اور برکت کا شرف حاصل کر لیا اور پھر بڑے صحابہ میں شمار ہونے لگے۔

بہترین مہر...... حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کی تربیت کے بارے میں جو عہد کیا تھا اسے پورا کر کے دکھایا اور وہ بڑے ہو گئے تھے کہا کرتے کہ "اللہ تعالیٰ میری والدہ کو میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے انہوں نے میری پرورش بہت اچھی طرح کی۔

ایک مرتبہ ابو طلحہ انصاری[2] ان کے پاس رشتہ کا پیغام لے کر آئے تو یہ سمجھدار خاتون سوچ میں پڑ گئیں اور رات بھر سوچتی رہیں اور ابو طلحہ اس وقت مشرک تھے لیکن شاید انہوں نے ان کی بات سن لی اور آنے والے وقت کے لئے اپنے آپ کو سعادت مند بنا لیا۔ ابو طلحہ دوبارہ آئے اور شادی کے بارے میں بات چیت کی تو انہوں نے کہا اے ابو طلحہ! تم جیسے لوگوں کا رشتہ رد نہیں کیا جاتا لیکن تم غیر مسلم ہو اور میں مسلمان ہوں۔ میرے لئے تم سے نکاح جائز نہیں ہے تو ابو طلحہ نے پوچھا! تو اسلام لانے کے لئے کیا کروں۔ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ۔

تو ابو طلحہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے جب ابو طلحہ کو آتے دیکھا تو فرمایا کہ "یہاں ابو طلحہ آ رہا ہے اور اس کے ماتھے پر اسلام کا چاند چمک رہا ہے۔" تو انہوں نے آکر نبی کریم ﷺ کو اُمّ سلیم کی بات سنائی تو آپ ﷺ نے اسلام کی بنیاد پر[3] ان کا نکاح کر دیا۔ اس وقت جو اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کو کہا کہ اے انس! اٹھو اور ابو طلحہ سے نکاح کراؤ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نکاح

۱۔ دیکھئے دلائل النبوۃ البیہقی (ص ۱۹۴/۵)
۲۔ سیدنا ابو طلحہ انصاری کے حالات زندگی سیر اعلام النبلاء (ص ۲۷) پر ملاحظہ فرمائیں۔
۳۔ دیکھئے حلیۃ الاولیاء (ص ۶۰) الاستبصار (ص ۳۷)

کرادیا۔

اس مبارک واقعہ میں ثابت بن اسلم النبانی کہتے ہیں کہ "ہم نے حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے مہر سے زیادہ اچھا مہر کبھی نہیں سنا۔ یعنی "اسلام"[1]۔

حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کی ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فراست درست ثابت ہوئی اور وہ ایک مومن دیندار، شریف اور مخلص شوہر سے مشرف ہوئیں اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ ایک عقلمند متقی شریف، عہد کی پاسدار بیوی سے مشرف ہوئے۔ اور حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے بیٹے "انس کو اس باثمر، اور عطیۂ خداوندی کی شادی سے بہت خوش نصیبی حاصل ہوئی۔ اور ان کی سب سے بڑی خوش نصیبی یہ تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خادم بنے۔

حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کی عظمت اور شمائل...... اس سخی صحابیہ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے شمائل بہت زیادہ ہیں اور ان محدود صفحات میں انہیں جمع کرنا ممکن نہیں ہے۔ لیکن ہم ان کی بعض مبارک صفات کو ان میں لانے کی کوشش کریں گے ان کے واضح صفات میں سے ایک وہ ہے جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو ایک کھجور کا درخت دیا تھا اور جب مہاجرین نے انصار کی عطا کردہ چیزیں واپس کیں تو رسول اللہ ﷺ نے میری والدہ کو ان کا کھجور کا درخت واپس فرمایا۔[2]

حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا رسول کریم ﷺ کا بہت خیال کرتیں اور انہیں وقتاً فوقتاً کھانا، تحفے تحائف بھیجتی رہتی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو شرف بخشا اور ان کے کھانے میں بہت برکت نازل فرمائی۔ ہم ان کی بعض کرامات کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زبانی سنتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ۔[3]

"حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کی ایک بکری تھی انہوں نے اس کے دودھ سے گھی نکال کر ایک چمڑے کے تھیلے میں جمع کر رکھا تھا انہوں نے یہ تھیلا اپنی ربیبہ (سوتیلی بیٹی) کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کے ہاں بھجوایا۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور انہیں بتایا کہ یہ

---

[1] صفۃ الصفوۃ (ص ۶۶ / ۲) سیر اعلام النبلاء (ص ۲۹ / ۲)
[2] دلائل النبوۃ بیہقی (ص ۱۵۰/۱)
[3] حیات الصحابہ (ص ۶۲۳/۵)

تھیلا حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے بھیجا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے خالی کرنے کا حکم دیا اور تھیلا خالی کر کے اس کو واپس دے دیا گیا۔ وہ آئی اور اس نے وہ خالی تھیلا کیل پر ٹانگ دیا۔ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا اس وقت موجود نہیں تھیں جب وہ آئیں تو انہوں نے دیکھا کہ تھیلا گھی سے بھرا ہوا ہے اور اس سے گھی ٹپک رہا ہے تو انہوں نے ربیبہ سے کہا کہ کیا میں نے تمہیں یہ رسول اللہ ﷺ کو دے آنے کے لئے نہیں کہا تھا۔ اس نے کہا میں تو دے آئی آپ رسول اللہ ﷺ سے پوچھ سکتی ہیں!

تو اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے حاضر ہو کر رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آئی تھی اور گھی دے کر گئی ہے تو پھر انہوں نے بتایا کہ وہ تھیلا گھی سے یونہی بھرا ہوا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کیا تم تعجب کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس طرح کھلا رہا ہے۔

جس طرح تم اس کے نبی کو کھلاتی ہو جاؤ اسے کھاؤ اور دوسروں کو کھلاؤ۔

حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے واپس آکر اس میں سے ایک بڑے پیالے میں گھی نکالا اور اس ایک یا دو مہینے تک سالن پکاتی رہی۔[1]

حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے لئے کھانا اور کھجور بھیجا کرتیں۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ چیزیں آپ ﷺ کو مرغوب ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ انہوں نے ایک رکابی میں کھجوریں بھجوائیں تو نبی کریم ﷺ نے اس میں سے مٹھی بھر کر اپنی بعض زوجات کو بھجوائیں اور پھر ایک پسند کرنے والے شخص کی طرح ان کو کھانے لگے۔[2]

اے اُمّ سلیم! تمہارے پاس کیا ہے۔...... صاحبۂ بخشش و عطاء حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کی سخاوت کے قصے بہت زیادہ ہیں اور ان کے اور ان کے شوہر کے کھانے میں برکت کی زیادت کے قصے بھی بے حد ہیں حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا ایک سخی میزبان، اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ پر توکّل کرنے والی صحابیہ تھیں۔ اس کی مناسبت سے حضرت انس رضی اللہ عنہ

---

1. حیات الصحابہ (ص ۶۳۵ / ۳)
2. طبقات ابن سعد (ص ۴۲۹ / ۸)

کی ایک روایت پیش خدمت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ

حضرت ابو طلحہ ﷺ نے اُمّ سلیم ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ، میں نے آج آنحضرت ﷺ کی آواز کمزور محسوس کی ہے اور میں اس کو ان کی بھوک سمجھا ہوں تمہارے پاس کچھ ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں! انہوں نے جو کی روٹیاں نکالیں اور پھر اپنے دوپٹے میں انہیں لپیٹا اور میرے کپڑوں کے نیچے انہیں رکھ دیا اور مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا۔ نبی کریم ﷺ کچھ لوگوں کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے میں وہاں کھڑا ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تمہیں ابو طلحہ ﷺ نے بھیجا ہے میں نے کہا جی ہاں! تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا" کھڑے ہو جاؤ۔

حضرت انس ﷺ کہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ چلا حتیٰ کہ ہم لوگ حضرت ابو طلحہ کے پاس پہنچ گئے میں نے انہیں بتایا تو ابو طلحہ ﷺ نے کہا اے اُمّ سلیم! ﷺ رسول اللہ ﷺ بہت سے لوگوں کے ساتھ آئے ہیں اور ہمارے پاس کھلانے کو کچھ بھی نہیں ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول جانتے ہیں۔

حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ ﷺ آنحضرت ﷺ سے ملے اور ان کے ساتھ گھر میں داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے اُمّ سلیم ﷺ!

تمہارے پاس جو کچھ ہے لے آؤ! تو وہ ان روٹیوں کو لے آئیں تو آپ ﷺ نے انہیں ڈھک کر رکھنے کا حکم فرمایا اور اُمّ سلیم ﷺ اسے ڈھک کر سالن بنانے لگیں پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دس آدمیوں کو لے آؤ وہ آگئے انہوں نے کھانا کھایا اور پیٹ بھر کر کھایا پھر وہ چلے گئے آپ ﷺ نے پھر فرمایا مزید دس آدمی لے آؤ۔ وہ آئے اور انہوں نے بھی پیٹ بھر کر کھایا حتیٰ کہ ان سب لوگوں نے کھانا کھا لیا وہ ستّر یا اسّی آدمی تھے۔[1]

علامہ ابو نعیم اصبہانی نے اس روایت پر اتنا اضافہ نقل کیا ہے کہ پھر آنحضرت ﷺ نے مجھے (حضرت انس ﷺ کو) اور ابو طلحہ ﷺ کو بلایا اور فرمایا کھاؤ! تو ہم نے بھی پیٹ بھر کر کھایا اور پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے اُمّ سلیم جو تم کھانا لائی تھیں وہ

---

[1] یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ مزید دیکھئے امام مالک (ص ۹۲۷ / ۲) تاریخ اسلام ذہبی (ص ۳۵۷ / ۱)
دلائل النبوۃ اصبہانی (ص ۵۳۲ / ۲) وفاء الوفاء (ص ۸۸۱ / ۳)

کھانا کہاں ہے۔ تو حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ اگر میں انہیں کھاتے ہوئے نہ دیکھ لیتی تو کہتی کہ ہمارے کھانے میں سے کچھ کم نہیں ہوا[1]

حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کی سخاوت اور کرم کی کوئی حد نہ تھی اور نہ ہی سخاوت منقطع ہوئی تھی اور جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا[2] بنت جحش سے نکاح فرمایا تو انہوں نے گھی اور کھجور کا کھانا بنایا اور اپنے بیٹے انس کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کو بھجوادیا اور اسے بھی بے شمار لوگوں نے کھایا۔[2]

حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کا مرتبہ اور فضیلت...... حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کو نبی کریم ﷺ کے ہاں بلند مرتبہ حاصل تھا آپ ﷺ ان کا بڑی عزت اور احترام فرماتے اور ان کے گھر تشریف لے جاتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کبھی کبھی اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کی مزاج پُرسی کے لئے تشریف لایا کرتے اور اگر نماز کا وقت ہو جاتا تو ہمارے بچھونے پر نماز ادا فرماتے وہ ایک چٹائی تھی جس پر پانی چھڑک دیتے۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کی مزاج پُرسی کے لئے تشریف لاتے تو وہ انہیں تحفہ پیش کرتیں جو وہ خود آنحضرت ﷺ کے لئے تیار کیا کرتی تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا جس کی کنیت ابو عمیر تھی۔ ایک دن آپ ﷺ تشریف لائے تو فرمایا اے اُمّ سلیم آج میں ابو عمیر کو اداس اداس دیکھ رہا ہوں۔ کیوں۔ تو انہوں نے بتایا کہ اے اللہ کے نبی! ان کی چڑیا مر گئی ہے جس سے یہ کھیلا کرتا تھا تو آپ ابو عمیر کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمانے لگے۔

"ابو عمیر تمہاری چڑیا کہاں گئی ؟"[4]

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے آپ ﷺ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر پر بے تکلّف تھے

---

[1] دلائل النبوۃ للاصبہانی (۵۳۵ / ۲)
[2] حضرت زینب بنت جحش کی سیرت اسی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔ [3] دیکھئے حیات الصحابۃ (ص ۶۶۱ / ۲) [4] دیکھئے طبقات ابن سعد (۴۲۷ / ۸)
[5] دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۴۲۷ / ۸) سیر اعلام النبلاء (ص ۳۰۶ / ۲) الاستبصار (ص ۲۹۳)

اور ان کے صاحبزادے سے مزاح بھی فرمایا کرتے تھے۔

کبھی کبھی آپ ﷺ انہیں زیارت اور دعا کے تحفے سے بھی سرفراز فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو اس وقت گھر پر صرف میں میری والدہ اور خالہ اُمّ حرام رضی اللہ عنہا تھیں۔[1] آپ ﷺ نے فرمایا کہ چلو میں تمہیں نماز پڑھاؤں۔ پھر آپ ﷺ نے ہمیں نماز کے وقت کے بغیر نماز پڑھائی۔ اور جب نماز ختم فرمائی تو پھر ہم گھر والوں کے لئے دنیاو آخرت کی تمام بھلائیوں کے لئے دعا فرمائی۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے مرتبے کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ جب حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر کے قریب سے گزرتے تو ان کے گھر ضرور تشریف لے جاتے اور انہیں سلام بھی فرماتے۔[3]

حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے لئے فخر اور شرف کے لئے اتنا کافی ہے کہ نبی کریم ﷺ خاص طور سے ان کی مزاج پُرسی فرماتے۔ سلام فرماتے اور ان کے گھر میں دعا کرتے اور نماز ادا فرماتے۔

میں ان پر شفقت کرتا ہوں...... ان جلیل القدر صحابیہ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کو خاص مرتبے پر پہنچانے والی صفات میں سے ایک حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے۔ یہ روایت حضرت اُمّ سلیم کی عظمت اور برکت پر دلیل ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر کے علاوہ کسی اور کے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے آپ ﷺ سے اس خصوصیت کے بارے میں بات کی گئی تو فرمایا کہ

"میں ان پر شفقت کرتا ہوں ان کا بھائی میرے ساتھ قتل کیا گیا۔[4]

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے ان کے جس بھائی کو آنحضرت ﷺ ذکر فرمارہے ہیں وہ حرام بن ملحان ہیں جو غزوۂ بدر اور احد میں شریک ہوئے اور بئر معونہ کے واقعے

---

[1] ان مبارک اور شہید صحابیہ کی سیرت اسی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔
[2] دیکھئے الاستبصار (ص ۳۹۔ ۴۰) یہ حدیث بخاری مسلم اور نسائی میں موجود ہے۔
[3] یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ مزید دیکھئے سیرت حلبیہ (ص ۴۳ / ۳)

میں ہجرت کے چوتھے سال شہید ہوئے اور وہ اس مشہور قول کے قائل تھے۔

رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

اور یہ انہوں نے اس وقت کہا جب انہیں پشت کی طرف سے نیزہ مارا گیا تو نیزہ ان کے سینے کی طرف سے نکل آیا۔(رضی اللہ عنہا وارضاہ)

حضرت اُمّ سلیم ﷺ کا نبی ﷺ سے تبرک حاصل کرنا...... آنحضرت ﷺ کی اتباع کی بنیاد آپ ﷺ کی محبت ہے اور اگر دلوں میں آپ ﷺ کی سچی محبت اور عشق نہ ہو تو عمل میں اتباع رسول ﷺ کرنا مشکل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر ایمان کے لئے اپنی محبت کو کسوٹی قرار دیا ہے اور اس کا درجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی محبت اپنی اولاد وماں باپ اور دنیا کے سب لوگوں سے زیادہ ہو۔

اور اسی وجہ سے صحابہ کرام نبی کریم ﷺ سے تبرک حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے نبی کریم ﷺ کے آثار مبارکہ سے تبرک حاصل کرنے مثلاً۔ دفع ضرر اور شفاء حاصل کرنے کے کئی واقعات ذکر کئے ہیں اور شاید ہمارے ان صفحات کی مہمان حضرت اُمّ سلیم ﷺ اس میدان میں سب سے آگے تھیں۔ اور ان افعال کی توثیق بالسکوت آنحضرت ﷺ نے فرمائی تھی۔

حضرت اُمّ سلیم ﷺ کے نبی کریم ﷺ سے تبرک حاصل کرنے کا واقعہ حضرت امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں کتاب الفضائل میں درج فرمایا ہے کہ

ایک دن نبی کریم ﷺ حضرت اُمّ سلیم ﷺ کے گھر تشریف لائے اس وقت حضرت اُمّ سلیم ﷺ گھر پر موجود نہ تھیں تو آنحضرت ﷺ وہاں بچھے بستر پر سو گئے اتنی دیر میں اُمّ سلیم ﷺ بھی تشریف لے آئیں دیکھا تو نبی کریم ﷺ کا پسینہ بہہ کر بستر پر ایک چمڑے کے ٹکڑے پر جمع ہو گیا تھا تو حضرت اُمّ سلیم ﷺ ایک صندوقچہ لے آئیں اور اس چمڑے پر سے پسینہ لے کر اس میں نچوڑنے لگیں۔ اتنے میں آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی آپ ﷺ نے پوچھا اُمّ سلیم ﷺ کیا کر رہی ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ اپنے

۲؎ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۳۰۷ / ۲) الاستبصار (ص ۳۶)

بچوں کے لئے برکت حاصل کر رہی ہوں آپ ﷺ نے فرمایا تم نے صحیح کیا۔[۱]

مشہور تابعی حضرت محمد بن سیرینؒ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا سے آنحضرت ﷺ کے قیلولہ کرنے کے بارے میں، اور ان کے نبی کریم ﷺ کے پسینے کو محفوظ کرنے کے بارے میں روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں قیلولہ فرماتے اور میں ان کے لئے چمڑے کا بستر بچھا دیتی تو آنحضرت ﷺ کو پسینہ آتا اور میں اسے محفوظ کر لیتی۔ اور میں سک (ایک خوشبو کا نام) منگا کر اس پسینے سے گوندھ لیتی ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ تو میں نے حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا سے وہ خوشبو تحفے کے طور پر مانگی انہوں نے مجھے ھبہ کر دی۔

اور جب محمد بن سیرینؒ کا انتقال ہوا تو انہیں اسی خوشبو[۲] سے حنوط کیا گیا اور یہ خود بھی اپنے ساتھیوں کو یہ خوشبو ھبہ فرمایا کرتے تھے۔

علامہ سمہودیؒ نے اپنی بہترین کتاب "وفاء الوفاء" میں لکھا ہے کہ جب سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا وقت اَجل قریب آیا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ کفن کے بعد مجھے یہ خوشبو لگائی جائے تو انہیں اسی خوشبو سے حنوط کیا گیا۔[۳]

حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے ہمیں ادب اور برکت کا سبق ایک ہی آن میں عطا فرمایا ہے حضرت براء بن زید حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے دوپہر کے وقت حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر میں آرام فرمایا اور چمڑے کا بستر تھا تو آپ کو پسینہ آگیا جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو اُمّ سلیم پسینہ جمع کر رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا کر رہی ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں وہ برکت جمع کر رہی ہوں جو آپ کے جسد مبارک سے نکل رہی ہے۔[۴]

اسی طرح یہ بھی منقول ہے کہ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا اس پسینہ کو جمع کر کے اسے خوشبو میں ملاتی تھیں خود روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے میرے ہاں قیلولہ فرمایا اور چمڑے کا بستر تھا آپ ﷺ کو خوب پسینہ آجاتا تھا میں نے اس پسینہ کو ایک بوتل میں انڈیل لیا

۱۔ یہ حدیث مسلم شریف میں ہے۔ طبقات ابن سعد (ص ۴۲۸ / ۸)

۲۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۳۰۷ / ۲) طبقات ابن سعد (ص ۴۲۸ / ۸)

۳۔ وفاء الوفاء (ص ۸۸۱ / ۳)

۴۔ طبقات ابن سعد (ص ۴۲۸ / ۳)

اتنے میں آنحضرت ﷺ کی آنکھ کھل گئی آپ ﷺ نے پوچھا کیا کر رہی ہو۔ میں نے عرض کیا کہ میں چاہتی ہوں کہ آپ ﷺ کے پسینہ کو اپنی خوشبو میں ملاؤں۔ [1] ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ آپ کے اس پسینہ کو ہم اپنی خوشبو بنائیں گے اور یہ سب سے اچھی خوشبو ہے۔ [2]

یہاں خیر و برکت اور فائدے کی بات یہ ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے پسینے کی خوشبو کے بارے میں کچھ روایات ذکر کریں۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ

جب سے واقعۂ معراج ہوا آنحضرت ﷺ کی خوشبو دلہن کی خوشبو بلکہ اس سے بھی زیادہ خوشبو ہو گئی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ جب مدینہ کے کسی راستہ سے گزرتے تو لوگ وہاں ایک قسم کی خوشبو پاتے اور یہ کہتے کہ آپ ﷺ یہاں سے گزرے ہیں۔

امام اسحاق بن راھویہ نے نقل کیا ہے کہ

آپ ﷺ کی یہ خوشبو عام خوشبو سے بڑھ کر تھی۔

امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ یہ خوشبو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کا اعزاز و اکرام تھا وہ کہتے ہیں کہ یہ خوشبو اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے تھی۔

محدثین کہتے ہیں کہ یہ پاکیزہ خوشبو آپ ﷺ کی صفت مبارک تھی چاہے آپ نے خوشبو لگائی نہ ہو لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ تیز خوشبو کے لئے خوشبو کا استعمال فرماتے تاکہ فرشتوں سے ملاقات کریں وحی کے احکامات لیں اور مسلمانوں کے ساتھ مجلس کریں۔

حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے بالوں سے بھی تبرک حاصل کرتی تھیں اور ان کی ایک محفوظ جگہ میں حفاظت کرتیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں جب اپنے بال منڈوائے تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے بالوں کی ایک لٹ لے کر اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس لے آئے اور وہ انہیں ایک بوتل

---

[1] سیرت اعلام النبلاء (ص ۳۰۸ / ۲)
[2] الحلیۃ (ص ۶۱ / ۲)

میں رکھا کرتی تھیں۔[1]

اور پھر نبی کریم ﷺ کے دہن مبارک کا مقام ایسا ہے کہ وہاں کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے اور وہاں مشک لٹکی ہوئی تھی تو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر اس مشک سے منہ لگا کر پانی پیا۔ تو اُمّ سلیم مشکیزے کے پاس کھڑی ہوئیں اور اس پینے کی جگہ کو پکڑ لیا امام نووی لکھتے ہیں کہ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے مشکیزے کے منہ کو اس جگہ سے کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا۔ جہاں آپ ﷺ کا دھن مبارک لگا تھا اور وہ اس سے تبرک حاصل کرتیں اور تکالیف سے بچاؤ کرتیں۔[2]

اے اللہ ان دونوں کو برکت عطا فرما...... سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ انصاری کی پرہیز گار مومنہ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا سے شادی بڑی خوش بخت ثابت ہوئی اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا ان کے شرک کے اندھیروں سے نکل کر ایمان توحید اور جہاد کے اجالے میں آنے کا سبب بنیں اللہ تعالیٰ نے اس مومن جوڑے کو ایک بیٹے سے نوازا جس سے یہ بہت خوش ہوئے اور اس کا نام ابو عمیر رکھا۔ ابو عمیر چھوٹے بچے تھے تو انہوں نے چھوٹا سا پرندہ پال رکھا تھا اس سے وہ کھیلا کرتے۔

نبی کریم ﷺ بچوں پر بہت ہی زیادہ شفقت فرمایا کرتے تھے اور ان پر بہت ہی زیادہ شفیق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پاکیزہ خاندان کا امتحان لینا چاہا تو ایک ابو عمیر بیمار ہو گئے اور حضرت ابو طلحہ مسجد گئے ہوئے تھے کہ ابو عمیر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا یہاں اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا ایک حیرت انگیز کردار میں ظاہر ہوئیں۔ اور ان کی فضیلت کا ذکر ہمیشہ کے لئے لکھ دیا گیا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اکیلا اس زمین کا وارث رہ جائے۔

حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے اس بچے کی وفات کے سانحے کا بڑے صبر کے ساتھ سامنا کیا اور "اِنَّا لِلّٰہ" پڑھ کر اسے بستر پر لٹا دیا اور گھر والوں کو کہا کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو ان کے بیٹے کے بارے میں اس وقت تک کچھ نہ کہنا جب تک انہیں میں نہ بتاؤں۔ اس قصے کو ہم اس واقعہ کے چشم دید گواہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ

---

[1] دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۳۰۸/۲)
[2] طبقات ابن سعد (ص ۴۲۸/۸)

ابو طلحہ کے صاحبزادے بیمار ہو گئے ابو طلحہ گھر سے باہر گئے ہوئے تھے کہ بچے کی وفات ہو گئی۔ جب وہ واپس آئے تو پوچھا "میرے بیٹے کا حال کیا ہے۔ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ "وہ پہلے سے سکون میں ہے اور ان کے سامنے کھانا لا کر رکھا جب کھانے سے فارغ ہوئے تو کہا کہ "بچّہ پر سکون ہے۔" پھر صبح ہو گئی تو انہیں پتہ چلا اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ سارا واقعہ آکر رسول اللہ ﷺ کے گوش گزار کر دیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے رات اپنی زوجہ کے ساتھ گزاری۔ انہوں نے کہا جی ہاں! آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ ان دونوں کو برکت عطا فرما۔ پھر اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا ایک اور بچے کی ماں بنیں تو مجھے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس بچّے کو اٹھاؤ اور نبی کریم ﷺ کے پاس جاؤ اور میرے ہاتھ کچھ کھجوریں بھی بھیجیں۔ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے پوچھا تمہارے پاس کچھ چیز ہے۔ میں نے کہا جی ہاں کھجوریں ہیں۔" تو پھر آپ ﷺ نے وہ کھجوریں لے کر چبائیں اور اپنے منہ میں لے کر اس بچے کے منہ میں ڈال دیں اور بچے کا نام "عبداللہ" تجویز فرمایا۔[1]

مروی ہے کہ عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ صالحین میں سے تھے اور ان کے ماتھے پر نشان چمکتا تھا حضرت عبایہ بن رافع کہتے ہیں کہ میں نے اس لڑکے کی سات اولادیں دیکھیں اور ہر ایک قرآن کا عالم تھا۔[2]

اس طرح اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر اور اولاد نے رسول کریم ﷺ کی دعا کی برکت پائی۔

یہاں ایک دل چسپ بات یہ ہے کہ مصنّف "سیرت حلبیہ" نے حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے اس واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے جو حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے مقام صبر کو واضح کرتا ہے وہ کہتے ہیں کہ

جب حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے مذکورہ طرز عمل کے بارے میں رسول کریم ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں بنی اسرائیل کے جیسی صابرہ پیدا فرمائی۔ اور جب آنحضرت ﷺ

---

[1] یہ حدیث بخاری اور مسلم دونوں میں ہے اور ملتے جلتے الفاظ سے دوسری روایات بھی ہیں۔
[2] دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۴۳۳ / ۸) صفۃ الصفوۃ (۶۹ / ۲) دلائل النبوۃ للبیہقی (ص ۱۹۹ / ۶)

سے اس صابرہ کے واقعے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے واقعے سے ملتا جلتا بنی اسرائیل کا ایک واقعہ سنایا۔[1]

حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں سے کئی مرتبہ بہت سی خیر حاصل کی اور ان میں ایک واقعہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے لئے کھجور اور گھی پیش کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنا گھی دوبارہ اس کے مشکیزے میں اور کھجوریں اس کے برتن میں ڈال دو۔ میں روزے سے ہوں پھر آپ ﷺ نے گھر کے کونے میں قیلولہ فرمایا۔ اس کے بعد نفل نماز ادا فرمائی پھر حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا اور تمام گھر والوں کو بلایا سب کے لئے دعا فرمائی حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میری ایک تمنا ہے آپ ﷺ نے دریافت فرمایا "وہ کیا ہے۔" تو انہوں نے کہا کہ آپ کا خادم انس۔"! پھر آپ ﷺ نے دنیا و آخرت کی کوئی دعا ایسی نہ تھی جو نہ کی ہو۔[2]

حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے میرے لئے اتنی دعا کی کہ مجھے پھر زیادہ دعاؤں کی طلب نہ رہی۔[3]

ایک وفادار محسنہ...... حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا، بافضیلت، عقلمند خاتون تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ پختہ رائے، شعور اور فراست رکھتی تھیں اسی طرح وہ حسن اخلاق اور تمام پاکیزہ صفات کی جامع تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ علم حاصل کرنے کا شوق اور لگن رکھتی تھیں اور ہر مشکل معاملہ میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کرتی تھیں۔[4]

اور اسی مبارک خصلت کے بارے میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ

"بہترین عورتیں انصاری عورتیں ہیں انہیں حیاء دین کے بارے میں سوال کرنے اور اس میں سمجھ حاصل کرنے سے نہیں روکتی۔[5]

---

1. دیکھئے سیرت حلبیہ ۷۴ / ۳)
2. دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۴۲۹ / ۸)
3. الاستیعاب (ص ۴۳۹ / ۴) الاستبصار (ص ۳۹)
4. دیکھئے حیاۃ الصحابہ (ص ۲۲۱ / ۳۔ ص ۲۲۲ / ۳)
5. طبقات ابن سعد (ص ۴۲۶ / ۸)

نبی کریم ﷺ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کو دینی امور اور عبادت کے مسائل سکھایا کرتے تھے

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے اور ان کے گھر میں نفل نماز ادا کی اور فرمایا۔ اے اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا جب تم فرض نماز ادا کیا کرو تو اس کے بعد "دس مرتبہ سبحان اللہ دس مرتبہ الحمد للہ اور دس مرتبہ اللہ اکبر کہا کرو پھر اللہ تعالیٰ سے جو چاہو مانگو۔ تو تمہیں ہاں، ہاں، ہاں ہی کہا جائے گا۔

یہ معزز صحابیہ وفاء اور احسان میں مثال تھیں انھوں نے احسن طریقے سے ایمان کی حفاظت اور احسن طریقے سے اپنے شوہر اور اولاد کی خدمت کی اور اس سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے "حسن معاملہ" کیا۔

انہی اخلاق اور انہی شمائل کی وجہ سے انھیں وسول اللہ ﷺ کے ہاں بڑا مرتبہ حاصل تھا اور نبی کریم ﷺ انھیں علم اور اچھے طریقے سے عبادات کی ادائیگی سمجھاتے۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت اُمّ سلیم سے پوچھا کہ

"کیا بات ہے۔ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے ہمارے ساتھ اس سال حج نہیں کیا۔"

تو انھوں نے جوب دیا کہ "اے نبی اللہ" میرے شوہر کے پاس پانی لانے والے دو اونٹ ہیں جن میں سے ایک پر انھوں نے حج کیا اور دوسرے کو باغوں کی سیرابی کے لئے رہنے دیا تھا، اسلئے میں حج نہ کر سکی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

جب رمضان کا مہینہ آجائے تو اسمیں عمرہ کر لینا۔ اسلئے کہ اسمیں عمرہ کرنا حج کے برابر (ثواب رکھتا) ہے۔ یا یہ فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا تجھے حج کے بدلے کافی ہو جائیگا۔ [1]

خیال رکھنے کے معاملے میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام، حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا اور انکی ساتھی خواتین کا بہت لحاظ فرماتے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا، نبی کریم ﷺ کی ازواج کے ساتھ تھیں اور انکے ساتھ ایک سائق (نگران) بھی تھا آپ ﷺ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا کہ

"اے انجشہ! تو نازک لوگوں کو لیجا رہا ہے۔" [2]

---

[1] طبقات ابن سعد (ص ۴۳۰/ ۸)

[2] حوالہ بالا

اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کی شجاعت اور جہادی کردار...... حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کو ہم سعیدہ اور فاضلہ کی حیثیت سے پہلوؤں کی ہیئت پر پہچان چکے ، ہم نے انھیں نیک بیوی، شفقت کرنے والی ماں، عبادت گذار، مبارک معزز سخی خاتون کی حیثیت سے پہچانا، ہم ان کے جہاد کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرتے ہیں۔

اسمیں کوئی شک نہیں کہ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے ہر میدان میں سبقت حاصل کی، اور اس ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ کے ساتھ جہاد میں شرکت کرنے والی دوسری خواتین کے ساتھ انکا بھی ایک اہم کردار ہے۔ علامہ طبرانیؒ نے حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انصاری خواتین بھی جہاد میں شریک ہوتی تھیں اور ہم مریضوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹّی کرتیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا اور دوسری انصاری خواتین جہاد میں شریک ہوئیں جو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی دوائی کرتیں۔[۱]

امام ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا غزوۂ حنین اور احد میں شریک ہوئیں اور یہ بہت معتبر خواتین میں سے تھیں۔[۲]

حضرت محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے ہمراہ غزوۂ احد میں شریک ہوئیں اور انکے پاس خنجر تھا۔

اور اب ہم انکے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ جہاد میں شرکت کی چند تصویریں پیش کرتے ہیں۔

حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کا غزوۂ احد میں کردار...... اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے صرف اپنے گھر میں ہی اپنے کردار کی انجام دہی کو کافی نہیں سمجھا بلکہ انھوں نے یہ بھی چاہا کہ وہ اسلام کے مردوں کے ساتھ میدان جہاد میں کچھ کرادار ادا کریں۔ مثلاً پانی پلانا، زخمیوں کی تیمارداری اور اس سے ملتے جلتے کام وغیرہ غزوۂ احد میں چودہ عورتیں کھانے

---

۱ یہ حدیث مسلم شریف میں ہے

۲ سیر اعلام النبلاء (ص ۳۰۴ / ۲)

پینے کی چیزیں اپنی کمر پر لادے نکلیں اور زخمیوں کو پانی پلاتیں اور انکی مرہم پٹی کرتیں۔ ان میں سے ایک سارے جہاں کے خواتین کی سردار فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ تھیں۔ اور صدیقہ بنت صدیق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حمنہ بنت جحش، ام ایمن ام عمارہ وغیرہ تھیں۔

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ام سلیم رضی اللہ عنہا بنت ملحان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ اپنی پشت پر احد کے دن مشکیزے لادے ہوئے تھیں۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اور ان خواتین کا احد کے دن پاکیزہ کردار اور قابل تشکر کام تھا حضرات شیخین امام بخاریؒ و مسلمؒ نے اپنی اپنی صحیح میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ بنت ابی بکر اور رضی اللہ عنہا ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ انتہائی مشاق سے مشکیزہ پکڑے ہوئے تھیں وہ لوگوں کو پلا کر اسے خال کر دیتیں اور پھر دوبارہ بھر لاتیں، پھر دوبارہ اسے پلا کر خالی کر دیتیں۔

انکا غزوۂ خیبر میں عمل...... غزوۂ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بیس خواتین تھیں طلب جہاد میں رضاء الٰہی و رضاء رسول حاصل کرنے نکلیں۔ ان میں سے ایک حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجۂ رسول اللہ ﷺ۔ ام عمارہ، المازنیہ، کعیبہ الاسلمی اور ہمارے ان صفحات کی شہسوار ام سلیم رضی اللہ عنہا تھیں۔[1]

صحابیہ جلیلہ، ام سلیم رضی اللہ عنہا کی اس غزوہ میں بڑی فضیلت تھی جو انھیں حاصل ہوئی اور یہ خصوصیت آنحضرت ﷺ نے انھیں خیبر سے لوٹتے وقت عطا فرمائی۔ آنحضرت ﷺ نے وہاں حضرت صفیہ بنت حیی سے نکاح کا ارادہ فرمایا اور جب "مہباء" نامی مقام پر پہونچے تو آپ ﷺ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا کہ "اپنی ساتھی (صفیہ) کو دیکھو اور انھیں کنگھی وغیرہ کرو" اور آپکا ارادہ یہ تھا کہ یہیں ان سے شادی کی جائے۔ تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے دو چادریں اور دو عبائیں لیں اور ان سے ایک درخت کیساتھ پردہ لگایا اور وہاں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے کنگھی کی اور خوشبو وغیرہ لگائی اور اسی مقام پر آپ ﷺ نے حضرت صفیہ سے شادی کی۔[2]

---

[1] المغازی (ص ۶۸۹ / ۱)

[2] سیرت نبوی لابن ہشام (ص ۳۴۰ / ۲) المغازی (ص ۷۰۷ / ۲) انساب الاشراف (ص ۴۴۳ / ۱)

اس غزوہ میں حضرت اُمّ سلیم نے جہاد کا اجر بھی پایا اور رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی، انکا اکرام اور اعتماد حاصل کیا۔ کیا بہترین جہاد اور عمل تھا۔"

غزوۂ حنین...... حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کا غزوۂ حنین میں بھی اہم کردار اور بڑی شان ھے، اس معرکہ نے مشرکین اور مسلمانوں کے درمیان آخری فیصلہ کر دیا تھا۔ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا بھی اس معرکہ میں اجر جہاد حاصل کرنے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلیں ان کے پاس ایک خنجر تھا جو انھوں نے کمر میں اڑس رکھا تھا اسوقت عبداللہ بن ابی طلحہ انکے بطن میں تھے۔ انھیں سیدنا ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو پوچھا کہ "اُمّ سلیم یہ کیا ھے۔ تو انھوں نے جواب دیا، میں اپنے ساتھ خنجر لائی ہوں۔

یہ سن کر حضرت ابو طلحہ ھنستے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے دیکھا کہ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس ایک خنجر ہے۔ تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا اُمّ سلیم اس سے کیا کرو گی۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں یہ چاہتی ہوں کہ کوئی مشرک میرے قریب آئے تو میں اسے خنجر سے ماروں۔"[1]

اسی وجہ سے علامہ ابو نعیم اصبہانی نے ان کی تعریف یوں کی ہے کہ

وہ واقعات جنگ میں خنجر سے لڑنے والی تھیں "کیا عظیم تعریف ہے۔"

اس طرح ان جلیل القدر صحابیہ نے شرف جہاد حاصل کیا اور جہاد کے مرتبے اور اس کے ثواب کو جاننے کی وجہ سے شریک ہوئیں۔

ایک مرتبہ ایک بیماری سے شفا پانے کے بعد رسول اللہ ﷺ سے انہوں نے پوچھا کہ "یا رسول اللہ! افضل جہاد کیا ہے۔" آپ ﷺ نے جواب دیا کہ

تمہیں نماز کی پابندی کرنا ضروری ہے اور یہ افضل جہاد ہے اور گناہوں کو چھوڑ دو یہ بہترین ہجرت ہے۔

حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا انہی قاعدوں پر چلتی رہیں حتیٰ کہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔

جنت کی بشارت...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کرتے رہے ان کی مہمانی کے لئے جنت الفردوس ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے۔

---

[1] المغازی (ص ۹۰۴/ ۳) صفۃ الصفوۃ (ص ۶۶/ ۲) سیرت حلبیہ (ص ۷۳/ ۳)

الکھف آیت نمبر ۱۰۷)

جلیل القدر صحابیہ اُمّ سلیم ﷺ ان بافضیلت خواتین میں سے ہیں جن کا تاریخ میں بڑا حصہ ہے جو ہمیشہ یادگار رہے گا۔ علامہ نوویؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

"یہ بافضیلت خواتین میں سے تھیں۔"[1]

جیساکہ یہ ایک نیک بیوی، داعیہ، حکیمہ، مرتبیہ، بافضیلت خاتون تھیں۔ انہوں نے حضرت انس ﷺ کو مدرسۂ نبوت میں داخل کیا جہاں وہ ایک لائق فائق فاضل ثابت ہوئے اور اعلیٰ درجات سے کامیاب ہوئے۔

اور اس کے ساتھ ساتھ اُمّ سلیم ﷺ خود بھی ایک ذہین اور احادیث کو یاد رکھنے والی خاتون تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے چودہ حدیثیں نقل کی ہیں دو حدیثیں متفقہ طور پر بخاری و مسلم میں آئی ہیں اور انفرادی طور پر بھی دو دو حدیثیں بخاری و مسلم میں نقل کی گئی ہیں۔[2]

ان سے روایت کرنے والوں میں سیدنا انس ﷺ سیدنا عبداللہ ابن عباس اور سیدنا زید بن ثابت ﷺ وغیرہ شامل ہیں۔[3]

حضرت اُمّ سلیم ﷺ کو جنت کی بشارت حاصل ہوئی۔ جو حضرت انس بتاتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے کسی کے قدموں کی آہٹ سنی تو دیکھا تو میں "غمیصاء بنت ملحان" کے سامنے ہوں۔[4]

مسلم شریف میں دوسرے الفاظ سے جنت کی بشارت موجود ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ۔

"میں نے خود کو دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو میں رمیصاء ابوطلحہ ﷺ کی بیوی کے سامنے ہوں اور ایک آہٹ سنی تو میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ تو اس نے کہا یہ بلال ہے۔[5]

---

[1] تہذیب الاسماء واللغات (ص ۳۶۳ / ۲)
[2] دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۳۱۱ / ۲) المجتبیٰ (ص ۱۰۴۔۱۰۵)
[3] الاصابہ (ص ۴۴۲ / ۴) [4] بخاری شریف میں فضائل اصحاب النبی میں یہ حدیث موجود ہے اسی طرح نسائی میں بھی موجود ہے۔
[5] مسلم شریف حدیث (ص ۲۴۵۷) مزید دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۴۳۰ / ۸)

ہم نے یہ کچھ معطر پاکیزہ اور مبارک لمحات ، حضرت اُمّ سلیم ﷜ کی مہکتی سیرت کے ساتھ گزارے ہیں جو رضاء الٰہی (جنت) سے سرفراز ہوئیں اور صحابیت نبی ﷺ سے سعادت حاصل کی اور ہمیں اپنے حیرت انگیز کردار سے سعید کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاھا۔

آخر میں ہم حضرت غمیصاء جو بہادروں کی ماں، شھداء کی بہن اور معزز صحابی حضرت ابوطلحہ ﷜ کی زوجہ تھیں۔ کی سیرت سے رخصت ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت کرتے ہیں۔

ان المتقین فی جنت و نھر

فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر

بے شک متقی لوگ جنتوں اور نہروں میں ہونگے سچے مقام پر ایک طاقتور بادشاہ کے ہاں۔

حضرت اُمّ ورقہ الانصاریہ رضی اللہ عنہا

اپنے گھر میں قرار سے رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت عطا فرمائے گا۔"

(حدیث شریف)

ہمارے ساتھ چلو! ایک شہید کی زیارت کریں گے۔

(حدیث شریف)



حضرت اُمّ ورقہ الانصاریہ رضی اللہ عنہا

انصار کے آنگن میں......انصار کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ رہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ مدینے میں تشریف لا رہے ہیں نبی کریم ﷺ مدینے کے بالکل قریب پہنچے دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ تھا کہ ایک آواز لگانے والے نے آواز لگائی کہ رسول اللہ ﷺ مدینے پہنچ چکے ہیں تو مرد اور عورتیں ان کے استقبال کے لئے نکل پڑے اور وہ ان کے آنے سے بہت خوش ہوئے۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی مدینے آمد کو اس طرح بیان کیا ہے فرماتی ہیں کہ۔

"جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تو بچے بچیاں اور خواتین یہ کہنے لگیں۔

طلع البدر علینا
من ثنیا الوداع

ہم پر چاند نکلا وداع کی گھاٹیوں سے

وجب الشکر علینا
مادعا للہ داع

ہم پر شکر واجب ہے جب کوئی پکارنے والا اللہ کو پکارے

ایھا المبعوث فینا
جئت بالامر المطاع [1]

اے ہمارے درمیان بھیجے جانے والے آپ ایک اطاعت کیا جانے والا حکم لائے ہیں۔

سیدنا براء ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اہل مدینہ کو کبھی اتنا خوش نہیں دیکھا جتنا وہ رسول اللہ ﷺ کی آمد سے خوش ہوئے۔" [2]

نبی کریم ﷺ قبیلہ بنو نجار میں مہمان ہوئے تو بنو نجار کی چھوٹی چھوٹی بچیاں

---

[1] سیرت حلبیہ (ص ۲۳۴/۲) [2] حوالہ بالا

دف بجا کر یہ اشعار پڑھنے لگیں۔

نحن جوار من نبی النجار

یا حبّذا محمدا من جار

ہم بنو نجار کی بچیاں ہیں واہ خوشی کہ محمد ﷺ ہمارے پڑوسی ہیں۔

یہ سن کر آپ ﷺ ان بچیوں کے پاس تشریف لائے اور ان سے گویا ہوئے کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ انہوں نے جواب دیا جی ہاں یارسول اللہ! تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ جانتا ہے کہ میرا دل بھی تم سے محبت کرتا ہے۔[1]

امام سبکیؒ نے بہترین بات فرمائی ہے

نزلت علی قوم با یمن طائر

آپ قوم کے پاس آئے دلیاں پر کے ساتھ

لانك میمون السنا والنقیبة

بے شک آپ مبارک نور اور خیال والے ہیں

فیا لبنی نجار من شرف به

بنی نجار کے اس شرف کا کیا کہنا

یجرون اذیال المعالی الشریفة

کہ وہ کریم اور بلند مراتب کے دامن کو کھینچتے ہیں۔

اور اسی میزبان قبیلے سے معزز صحابیہ اُمّ ورقہ الانصاریہ تشریف لاتی ہیں جو کہ متعدد میدانوں میں خواتین انصار کے لئے حیرت انگیز مثال بنیں۔ آنے والے صفحات میں ہم حضرت اُمّ ورقۃ الانصاریہؓ کی زندگی کے بعض پہلوؤں پر گفتگو کریں گے۔" جنہوں نے علم کو فضیلت کے پہلو سے حاصل کیا تھا۔"

عبادت گزار اوقات کی محافظ خاتون......جب علامہ ابن سعدؒ طبقات میں بنو مالک بن نجار کی خواتین کا ذکر کرتے ہیں ان میں اُمّ ورقہ بنت عبداللہ بن حارث انصاری کو[2] ضرور شمار کرتے ہیں یہی ہمارے ان صفحات کی مہمان ہیں اور یہ اُمّ ورقہ

---

[1] حوالہ بالا

[2] طبقات ابن سعد (ص ۴۵۷/۸)

کے علاوہ کسی اور نام سے معروف نہیں اور اسی سے مشہور ہوئیں۔

یہ جلیل القدر صحابیہ ان انصاری خواتین میں سے ہیں جنہوں نے تاریخ میں حیرت انگیز صفحات لکھے۔ یہ اسلام لائیں بیعت کی اور احادیث بھی روایت کیں۔

حضرت اُمّ ورقہ رضی اللہ عنہا اپنے دور کی بافضیلت صحابیات میں سے تھیں جن کی پرورش کتاب اللہ کی محبت پر ہوئی۔ یہ صبح وشام قرآن کریم کی تلاوت کرتیں حتیٰ کہ ایک بافضیلت عبادت گزار خاتون بن گئیں۔ انہوں نے قرآن کریم جمع کیا اس کے معانی میں تدبّر کرتیں ان کا فہم اور حفظ بہت مضبوط تھا جس طرح یہ قرآن کریم پڑھنے والی تھیں اسی طرح نماز کی کثرت اور حسن عبادت سے بھی مشہور ہوئیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مزاج پُرسی کو تشریف لے جاتے اور ان کا بہت اکرام فرماتے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ان کی عبادت اور قرآن کے اہتمام کے بارے میں لکھا ہے کہ۔

انہوں نے قرآن پڑھا ہو تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ہاں مؤذن مقرر کرنے کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمادی۔ [1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُمّ ورقہ رضی اللہ عنہا کی بڑی قدر کرتے اور ان کے مرتبہ کو پہچانتے ان کے حفظ اور اتقان (مضبوطی) کا بڑا لحاظ فرماتے اسی لئے انہیں ان کے گھر میں نماز کی ادائیگی کی اجازت عطا فرمادی تھی۔ سنن ابی داؤد میں عبدالرحمٰن بن خلاد کے حوالے سے اُمّ ورقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مزاج پُرسی کے لئے تشریف لایا کرتے تھے اور ان کے لئے مؤذن بھی مقرر فرمادیا تھا اور انہیں حکم دیا کہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھایا کریں۔ [2]

عبدالرحمٰن جو حدیث کے راوی ہیں کہتے ہیں کہ "میں نے ان کا مؤذن دیکھا تھا وہ ایک بہت بوڑھا شخص تھا۔"

اس طرح حضرت اُمّ ورقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر کو مسجد بنالیا جس میں تمام نمازیں ادا کی جاتی تھیں اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نفس کی

---

[1] دیکھئے الاصابہ صفحہ ۴۸۱ / ۴

[2] دیکھئے سنن ابی داؤد صفحہ ۹۷ / ۱ اسی طرح الاستیعاب صفحہ ۴۸۲ / ۴ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ستھرائی اور ان کے باطن کے خلوص کو ملاحظہ فرمالیا تھا اس لئے انہیں خواتین کا امام بنادیا تھا اور وہ سب حضرت اُمِّ ورقہ کی "عبادت علم تقویٰ اور زھد میں" اقتداء کیا کرتی تھیں۔

حضرت اُمِّ ورقہ ﷞ کی جہاد اور شہادت سے محبت...... حضرت اُمِّ ورقہ ﷞ اسی طرح شعائر اللہ کی محافظت اور نماز کی پابندی کرتی رہیں حتیٰ کہ داعیٔ جہاد نے آواز لگائی۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو بلایا اور بدر کی طرف نکلنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ۔

یہ قریش کا قافلہ ہے اس میں ان کے اموال ہیں ان کی طرف نکلو شاید کہ اللہ تعالیٰ تمہیں غنیمت عطا فرمائے۔"

تو لوگوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور بہت سے لوگوں نے سستی دکھائی اور یہ سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ جنگ نہیں کریں گے۔ اور ان کا گمان یہ بھی تھا کہ آنحضرت ﷺ نے جنگ کی تیاری نہیں کی۔

لیکن نبی کریم ﷺ نے یہاں تک فرمادیا تھا کہ جس کے پاس سواری موجود ہے وہ ہمارے ساتھ چلے اور آپ ﷺ نے غائب لوگوں کا انتظار بھی نہیں فرمایا۔

حضرت اُمِّ ورقہ ﷞ کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ قریش کے قافلے کا سامنا کرنے مدینے سے باہر تشریف لے جارہے ہیں۔ تو یہ جلدی سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور ان سے جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی۔ ہم یہ واقعہ خود ان کی زبانی سنتے ہیں وہ جہاد سے اپنی محبت اور رغبت کے بارے میں بتاتی ہیں کہ

"جب نبی ﷺ غزوۂ بدر کو تشریف لے جارہے ہیں تو میں نے نے سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے بھی آپ کے ساتھ جہاد میں جانے کی اجازت عطا فرمادیجئے میں وہاں مریضوں کی خدمت کروں گی اور ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب فرمادیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنے گھر میں قرار سے رہو اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت نصیب فرمائیں گے۔ [۱]

---

[۱] دیکھئے سنن ابی داؤد (ص ۹۷/ ۱) مزید دیکھئے سیرت حلبیہ (ص ۳۷۵/ ۲) حجۃ اللہ علی العالمین (ص ۸۲/ ۲)

یہ سن کر یہ عبادت گزار صحابیہ آنحضرت ﷺ کا حکم سن کر اطاعت کرتے ہوئے گھر آگئیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واجب ہے۔

بہر حال یہ لوٹ آئیں اور اپنے گھر میں سکونت پذیر ہوئیں اور رسول اللہ ﷺ کی بشارت کا انتظار کرنے لگیں اور اسی اطاعت نے انہیں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا اھل بنادیا تھا۔ نبی کریم ﷺ جب ان کی مزاج پُرسی کے لئے تشریف لاتے تو کچھ صحابہ کرام کو ہمراہ لیتے اور انہیں فرماتے کہ "ہمارے ساتھ چلو ہم ایک شہید کی زیارت کریں گے۔[1]

اور اُمّ ورقہ پھر اسی پاک معطر نام سے مشہور ہوگئیں۔ انہیں شہیدہ کہا جانے لگا اللہ تعالیٰ ابو نعیم اصبہانی پر رحمت نازل فرمائے انہوں نے ان کی سوانح کی ابتداء میں لکھا ہے۔

ایک شھیدہ قارۂ، اُمّ ورقہ انصاریہ جو مومنات مہاجرات کی امامت کرتی تھیں۔ اور مختلف اوقات میں نبی کریم ﷺ ان کی مزاج پُرسی فرماتے تھے۔[2] جس عورت کی آپ ﷺ مزاج پُرسی کے لئے تشریف لاتے ہوں وہ یقیناً بڑے مرتبے والی ہے۔

جنت کی بشارت...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل کئے جائیں ان کو مردہ مت سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں ان کو ان کے رب کے ہاں رزق دیا جاتا ہے۔ (آل عمران آیت نمبر ۱۶۹)

جلیل القدر صحابیہ اُمّ ورقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی شعائر پر محافظت کرتی رہیں اور رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی شہادت کی بشارت کی منتظر رہیں تاکہ متقین کے لئے بنائی جانے والی جنت حاصل کر سکیں۔

نبی کریم ﷺ رفیق اعلیٰ منتقل ہوگئے اور آپ ﷺ اُمّ ورقہ رضی اللہ عنہا سے راضی تھے اور ان کی زندگی عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں بھی عبادت اور تقویٰ سے عبارت رہی اور سابقہ صورت پر برقرار رہی سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کا لحاظ فرماتے اور نبی کریم ﷺ کی پیروی میں ان کی مزاج پُرسی بھی فرماتے۔

---

[1] اسد الغابتہ ترجمہ ۸۶۱۸
[2] الحلیۃ صفحہ (ص ۶۳ / ۲)

حضرت اُمّ ورقہ رضی اللہ عنہا ایک غلام اور ایک باندی کی مالک تھیں اور ان سب سے اپنی موت کے بعد آزادی کا وعدہ بھی کر چکی تھیں ان دونوں کے دل میں سمائی کہ وہ اُمّ ورقہ کو قتل کر دیں تو ایک رات انہوں نے حضرت اُمّ ورقہ رضی اللہ عنہا کو بے ہوش کر کے قتل کر دیا اور فرار ہو گئے جب صبح ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

"واللہ آج میں نے اپنی خالہ اُمّ ورقہ رضی اللہ عنہا کی تلاوت کی آواز نہیں سنی۔"

پھر وہ ان کے گھر میں داخل ہوئے تو کچھ نظر نہ آیا جب کمرے میں داخل ہوئے تو وہ ایک کونے میں چادر میں لپٹی پڑی تھیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا پھر آپ منبر پر تشریف لائے اور حکم فرمایا کہ ان دونوں کو میرے پاس ڈھونڈ کر لاؤ چنانچہ انہیں پکڑ کر لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھ گچھ کی انہوں نے حضرت اُمّ ورقہ رضی اللہ عنہا کے قتل کا اعتراف کر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پھانسی دینے کا حکم دیا۔ مدینے میں یہ پہلے اشخاص تھے جنہیں پھانسی دی گئی۔ [1]

اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات صحیح ثابت ہو گئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ "ہمارے ساتھ چلو ایک شہید کی زیارت کریں گے۔" [2]

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی سچائی پر یہ دلیل قطعی بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ اُمّ ورقہ شہید ہوں گی اور وہ عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں شہید ہو گئیں اور اس طرح شہداء کا اجر حاصل کر لیا جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عطا فرماتا ہے اور انہوں نے متقین سے وعدہ کی گئی جنت بھی حاصل کر لی۔

اللہ تعالیٰ ان شہیدہ انصاری صحابیہ پر رحمت نازل فرمائے۔ "جو دنیا کی بہترین خواتین میں سے تھیں ان حافظہ قرآن صحابیہ کی سیرت سے رخصت ہونے سے پہلے ہم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت کرتے ہیں۔

ان المتقین فی جنت و نھر فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر القمر

آیت نمبر ۵۴۔۵۵

---

[1] دیکھئے سنن ابی داؤد صفحہ (۹۷۔۱) الاستیعاب صفحہ (۴۸۲۔۸) طبقات ابن سعد صفحہ (۴۵۷۔۸)
[2] دلائل النبوۃ للبیہقی صفحہ (۳۸۱۔۶) الاستبصار صفحہ (۳۵۹) الحلیۃ صفحہ (۶۳۔۲)

حضرت اسماء بنت یزید السکن الانصاریہ رضی اللہ عنہا

رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسماء کو بیعت کرتے وقت فرمایا۔

اے اسماء واپس جاؤ اور جو عورتیں تمہارے پیچھے ہیں انہیں بتاؤ کہ تمہارا اپنے شوہر کی اچھے طریقے سے اطاعت کرنا۔ اسے خوش رکھنا اور اس کی بات پر چلنا وہ اس کے برابر ہے جو تم نے ابھی مردوں کے فضائل بتائے ہیں۔"

"جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں کوئی بھی آگ میں داخل نہیں ہوگا۔" (حدیث شریف)



حضرت اسماء بنت یزید السکن الانصاریہ رضی اللہ عنہا

روشن ابتداء...... یہ مہکتی سیرت ان خواتین میں سے ایک خاتون کی ہے جنہوں نے ایمان اور اس کے مددگاروں کی فہرست میں حیرت انگیز مثالیں قائم کیں اور تاریخ نے انہیں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا یہ خاتون انصار میں سے اسلام لانے میں پہل کرنے والوں کی فہرست میں شامل ہیں اور اس کاروان میں سے ہیں جو انصار کے بہترین قبیلہ بنو اشھل (حضرت سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا قبیلہ) سے چلا کہا جاتا ہے کہ صحابی کریم جن کا اسلام برکت ثابت ہوا یعنی حضرت سعد جس دن اسلام لائے اس دن "دار بنو اشھل" میں کوئی مرد و عورت ایسا نہ رہا تھا جو مسلمان نہ ہو۔

آج کی مہمان صحابیہ کے فضائل بہت ہیں یہ عقل راجح اور دین کے اعتبار سے فائق شجاعت اور آگے بڑھنے کی جرأت سے مالا مال۔ اور اس پر مزید فضیلت یہ کہ یہ احادیث بنویہ کی راویہ بھی تھیں۔ اس لئے ان کی یاد وہ مبارک نقش قدم اور اعزازات کے میدان میں جیت کے تذکرے آج تک موجود ہیں اور سب سے زیادہ روشن ان کی وہ روایات ہیں جو نبی اکرم ﷺ سے ان کے حوالے سے ہم تک پہنچیں۔

ان صحابیہ کریمہ کا تعارف حافظ ابن حجر یوں کراتے ہیں۔

"یہ اسماء بنت یزید بن السکن بن رافع بن امرئ القیس الانصاریہ اوسیہ ثم اشھلیہ ہیں۔[1] ان کی کنیت ام سلمٰی اور ام عامر تھی۔[2] بیعت کرنے والی مجاہدہ تھیں اور مدینہ منورہ میں اسلام کی پو پھٹنے کے وقت سے اسلام کے پیروکاروں میں رہیں اور نبی کریم ﷺ کی مصاحبت سے مشرف ہو کر کامیاب ہوئیں اسی طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضاء حاصل کرنے میں کامیاب ہوئیں۔

یہ بات یہاں قابل ذکر ہے کہ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کا نسب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ان کے جد امجد امرؤ القیس پر جا کر مل جاتا ہے جو بڑا معزز نسب ہے۔

---

[1] دیکھئے تہذیب التہذیب (صفحہ ۳۹۹-۱۲) الاصابہ صفحہ ۲۲۹-۴)

[2] بڑے بڑے سوانح نگار اور پختہ روایات سے یہی ثابت ہے کہ حضرت اسماء کی دو کنیتیں تھیں۔

بعض بیان جادو ہوتے ہیں...... جلیل القدر صحابیہ حضرت اسماء ؓ کو صحابہ کرام ؓ سے فصاحت کی سند حاصل ہے۔

یہ گفتگو کے حسن، قوت بیان اور جادوئی کلام سے معروف تھیں اور ان کی اس بلندی کو ان صفات نے کچھ اور بڑھادیا کہ یہ قرآن کریم اور احادیث شریفہ کے علوم سے سیراب ہوئی تھیں حتیٰ کہ صحابہ ؓ نے انہیں خطیبۃ النساء [1] کے لقب سے نواز اور اس لقب کی وجہ سے یہ خواتین انصار میں ممتاز ہوگئیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس وفد لے کر حاضر ہوئیں آپ ﷺ سے بیعت کی اور حدیث سنی اور ایک خطبہ بھی کہا جو ان کی ذکاوت، حسن ادب، بلاغت اور کلام کی پیشانی پر قابض ہونے کی دلیل ہے۔

سوانح نگاروں نے حضرت اسماء کے اس فصیح و بلیغ، جکڑنے والے، مؤثر خطبے کو نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ یہ نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور آپ ﷺ اپنے صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ انہوں نے کہا میرے باپ آپ پر قربان ہوں یارسول اللہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور میرے پیچھے خواتین کی ایک جماعت ہے جو مجھ جیسی ہی بات کرتی ہے اور میری رائے کے مطابق ہی کہتی ہے۔ پھر کہا۔

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو مردوں اور خواتین کی طرف مبعوث فرمایا ہے ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور آپ کی پیروی کرتے ہیں ہم پردہ دار، خانہ نشین، عورتیں ہیں مردوں کی چاہتوں کا مرکز اور ان کی اولاد کی مائیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو جمعہ اور جماعت سے فضیلت عطا فرمائی ہے اسی طرح جنازوں میں حاضری اور جہاد میں شرکت سے، جب یہ (مرد) جہاد کے لئے نکلتے ہیں تو ہم ان کے اموال کی حفاظت کرتی ہیں اور ان کی اولاد کی نگرانی و پرورش کرتی ہیں۔ تو کیا ہم بھی مردوں کے اجر میں شریک ہوں گی۔

یہ سن کر آنحضرت ﷺ صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا آپ لوگوں نے کسی اور خاتون کی بات سنی جو اس خاتون کے اپنے دین کے بارے میں سوال سے زیادہ بہتر ہو۔

تو صحابہ نے جواب دیا خدا کی قسم! یارسول اللہ! ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی اور

---

[1] یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ انصار کے خطیب مردوں میں حضرت ثابت بن قیس ؓ تھے جو صحابہ کرام میں سے ایک عظیم شخصیت ہیں ان کی سیرت ہماری کتاب جہنم کے پروانہ یافتہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

عورت ان سے بہتر بات کر سکے۔ تو نبی کریم ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ

"اے اسماء واپس جاؤ اور تمہارے پیچھے جو عورتیں ہیں انہیں بتاؤ کہ تمہارا اپنے شوہر کی اچھے طریقے سے اطاعت کرنا۔ اسے خوش رکھنا اور اس کی بات پر چلنا وہ برابر ہے کے جو تم نے ابھی مردوں کے فضائل بتائے ہیں۔

تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی بات سن کر خوشی سے کلمہ پڑھتی اور تکبیر کہتی وہاں سے لوٹ گئیں۔ [1]

شوہر کی اطاعت کا سبق...... شوہر کا اپنی بیوی پر بڑا عظیم حق ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اسے اپنے اس ارشاد مبارک سے واضح فرمایا ہے کہ

"اگر میں کسی کو کسی انسان کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ [2]

اسی نبی کریم ﷺ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور دوسری خواتین کو یہ بات سمجھانے کے لئے بڑی لطیف توجیہ فرمائی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ میرے قریب سے گزرے اور میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ تھی۔ تو آپ ﷺ نے ہمیں سلام کیا اور فرمایا۔

"احسان کرنے والوں کے کفران سے بچو"

حضرت اسماء کہتی ہیں کہ میں ان سب عورتوں میں سے سوال کرنے پر زیادہ ہمت رکھتی تھی تو میں نے پوچھا کہ "یارسول اللہ! کفران معنیٰ کیا ہے؟" تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ "تم میں سے کوئی عورت اپنے والدین کے ساتھ طویل عرصہ گزار دیتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اسے شوہر عطا کر دیتے ہیں اور اولاد بھی عطا کر دیتے ہیں اور یہ عورت اپنے شوہر پر غصہ کرتی ہے لور کفران نعمت (ناشکری) کرتے ہوئے کہتی ہے کہ میں نے تجھ سے کوئی بھلائی سکھ نہیں پایا۔ [3]

یہ خواتین کے لئے تربیت نبوی کا ایک منظر ہے خصوصاً ان خواتین کے لئے جو

---

[1] دیکھئے الاستیعاب (صفحہ ۲۳۳-۴) اسد الغابہ ترجمہ (نمبر ۱۷۶-۱) الاستبصار صفحہ ۲۱۸) الدر المنثور (صفحہ ۵۱۸-۲)

[2] کتاب الشفاء (صفحہ ۴۲۱-۱) [3] الادب المفرد للبخاری صفحہ ۱۰۴۷ مسند احمد صفحہ (ص ۳۵۷/۴

خبر اور علم کو ہر طرف تلاش کرتی تھیں۔ اور یہ اس عظیم تربیت کا ایک رنگ ہے جو ان مبارک پاک دامن خواتین کے دلوں میں اتر گئی تھی۔

سچی بیعت...... انصاری خواتین میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت یزید کو مبارک اولیت اور بہترین جیت حاصل ہے عمرو بن قتادہ نے ذکر کیا ہے کہ "نبی کریم ﷺ سے پہلے پہل بیعت کرنے والوں میں اُمّ سعد بن معاذ کبشہ بنت رافع رضی اللہ عنہا اُمّ عامر بنت یزید بن السکن اور حواء بنت یزید بن السکن تھیں۔ [1]

حضرت اسماء بیعت میں سبقت کی وجہ سے اولیت حاصل ہونے پر فخر کرتی تھیں اور فرماتیں کہ "میں نبی کریم ﷺ سے پہلے پہل بیعت کرنے والی ہوں۔" [2]

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے انہی کلمات پر بیعت اسلام کی جس پر آنحضرت ﷺ بیعت لیا کرتے تھے ان کی بیعت اخلاص سے عبارت تھی۔ اور بیعت کے اولین لمحات سے ہی وہ عملی سچائی سے روشن رہی۔ اللہ تعالیٰ ابو نعیم اصبہانی پر رحمت نازل کرے انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا تعارف ان الفاظ سے کرایا ہے کہ

"اسماء بنت یزید بن السکن غرور اور فتنہ پرور چیزوں کو ترک کرنے والی۔ [3]

ابو نعیم اصبہانی نے حلیۃ الاولیاء میں ایک حصہ نقل کیا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کے فرمانے پر اپنا زیور اتار پھینکا تھا۔ حضرت اسماء سے نقل کیا ہے کہ

میں نبی کریم ﷺ سے بیعت کے لئے حاضر ہوئی میں آپ ﷺ کے قریب ہوئی اور میں نے دو کنگن پہنے ہوئے تھے آپ کی نظر ان پر پڑ گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا "کنگن اتار دو اسماء! کیا تم اس بات سے نہیں ڈرتیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے کنگن پہنا دے۔" حضرت اسماء کہتی ہیں کہ میں نے انہیں اتار دیا اور مجھے نہیں معلوم کہ انہیں کس نے اٹھایا۔ [4]

جی ہاں! خوش بختی زیور، سونے اور مال جمع کرنے میں نہیں بلکہ تقویٰ اور اس حقیقی ایمان میں ہے اپنی بہترین صورت میں اس وقت ظاہر ہوا جب حضرت اسماء نے

---

[1] دیکھئے الدر المنثور (صفحہ ۱۴۳-۸) کتاب الاوائل للعسکری صفحہ ۷۱ ۲ طبقات (صفحہ ۱۲-۸) [2] حوالہ بالا

[3] حلیۃ الاولیاء (صفحہ ۶۷-۲) [4] حوالہ بالا

آگ سے بچنے اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضاء حاصل کرنے کے لئے اپنے کنگن دور پھینک دیئے تھے۔

سمجھدار شاگرد...... مسلمان عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ مرد کی طرح دین کے احوال واحکامات کو سیکھے اور علم اور سمجھداری سے مسلح ہونے کے لئے ہر ممکن اور جائز راستہ اختیار کرے اور مکر اور دھوکہ کے ممکنہ خفیہ حملوں سے ہوشیار رہے۔ حتیٰ کہ تمام طاعات کی ادائیگی پر قادر ہو جائے اور واجبات کو صحیح صورت سے ادا کر سکے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا خواتین کے لئے بہترین نمونہ تھیں جو آنحضرت ﷺ سے اہم سوالات کرتیں تاکہ صحیح راستے کی طرف رہنمائی حاصل کریں اور بھلائی کی طرف چلیں اور یہ بات ان کی ممتاز شخصیت اور بڑی عقل کا پتہ دیتی ہے۔

علامہ ابن عبد البرؒ نے ان کا تعارف یوں کرایا ہے کہ

"یہ صاحب عقل اور دین تھیں۔" [1]

ان دو صفات ، عقل اور دینداری نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو مدرسۂ نبوت کی بافضیلت سمجھدار خواتین میں سے بنادیا تھا اسی طرح انہیں خواتین انصار کی فقیہات میں سے بھی بنادیا تھا۔ ان ہی باتوں میں ایک روایت یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور حیض سے پاک ہونے کے بارے میں پوچھا۔ خطیب بغدادیؒ نے لکھا ہے کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

اسماء بنت یزید نے نبی ﷺ سے حیض کے غسل کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیری کے پتّے لے کر ان کے پانی سے سر کو دھوؤ اور خوب رگڑو حتیٰ کہ پانی سر کے تمام حصوں میں پہنچ جائے پھر کوئی کپڑے کا ٹکڑا لے کر اس سے پاکی حاصل کرو۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے پوچھا کیسے پاکی حاصل کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ سبحان اللہ العظیم پاکی حاصل کرو! تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کا مقصد ہے کہ خون کے دھبّے وغیرہ صاف کئے جائیں۔ [2]

---

[1] الاستیعاب (صفحہ ۲۳۳۔۴)

[2] دیکھئے الاسماء المبہمۃ فی الانباء المحکمۃ للخطیب البغدادی (صفحہ ۲۸)

اس حدیث سے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اس خاتون کی مثال ہیں کہ خاتون دینی امور کے علم یقین میں کوئی دقت محسوس کرے تو اسے اس کے بارے میں سوال کرنے سے حیاء مانع نہ ہو۔ اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انصاری خواتین کی مدح میں یہ الفاظ فرمائے تھے کہ

بہترین خواتین انصار کی ہیں انہیں دین کے بارے میں پوچھنے اور سمجھنے سے حیا مانع نہیں ہوتی۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ کی اس گفتگو میں انصاری خواتین کی مہکتی ہوئی تعریف اور مبارک اور خوبصورت مدح اور ان کے صدق کی گواہی ہے جس نے انہیں اعزاز اور فقہ کے اونچے مقام پر فائز کر دیا تھا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ...... حضرت اسماء بنت یزید کا اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں خاص مرتبہ تھا انہی نے حضرت عائشہ کو رخصتی والے دن دلہن بنایا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارک میں لائی تھیں اس دن کے بعد سے ان عائشہ کی اسماء یا عائشہ کو سنوارنے والی اسماء[۱] کہا جانے لگا۔

اس مبارک واقعہ کی خبر خود حضرت اسماء دیتی ہیں کہ۔

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دلہن بنایا اور اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے پاس آنے کے لئے بلا کر لائی تو وہ آئے اور حضرت عائشہ کی ایک جانب تشریف فرما ہوئے پھر ایک دودھ کا پیالہ لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے پیا اور پھر حضرت عائشہ کو دیا تو انہوں نے شرما کر سر جھکا لیا۔ میں نے انہیں ڈانٹا اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے پیالہ لے لو۔ پھر انہوں نے وہ پیالہ لیا اور کچھ پیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اپنی ساتھی کو دے دو!

تو میں نے کہا یا رسول اللہ بلکہ آپ اسے لے کر پئیں پھر اپنے ہاتھ سے مجھے عطا فرمائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ لے کر پیا اور مجھے عطا فرمایا۔ پھر میں نے بیٹھ کر اس پیالے کو اپنے گھٹنے پر رکھا اور اس کو منہ پر گھمانے لگی تاکہ میرے ہونٹوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] دیکھئے اسد الغابہ ترجمہ نمبر ۶۷۰۴، الاصابہ (صفحہ ۲۴۰۔۴)

کے پینے کی جگہ لگ جائے۔[۱] پھر آپ ﷺ نے دوسری موجود خواتین کے لئے فرمایا کہ انہیں دے دو۔ ان عورتوں نے کہا کہ ہمیں اشتہاء نہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جھوٹ اور بھوک جمع مت کرو۔[۲]

سخاوت اور کرامت کے میدان میں...... سخاوت انصار کی ایک پاکیزہ صفت تھی جس کی گواہی خود اللہ تعالیٰ نے دی اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کی اور ان کی بھلائیوں کی بھی گواہی دی اور خاص طور پر اسماء بنت یزید کی قوم کے بارے میں وہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ہمارے گھروں پر تشریف لاتے تو ارشاد فرماتے

"ان گھروں میں کیا ہی خوب خیر ہے! یہ انصار کے بہترین گھر ہیں۔[۳]

اور انصار کے مرد و عورت فضائل کے لئے سبقت کرتے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضاء حاصل ہو اور حضرت اسماء بنت یزید ؓ ان خواتین میں سے تھیں جو اس میدان میں سب سے آگے تھیں یہ طبعی طور پر سخی اور کریم خاتون تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ اعزاز بھی عطا فرمایا کہ ان کے کھانے میں برکت عطا فرمائی جو یہ نبی کریم ﷺ کے لئے لاتی تھیں۔ اس شرف کی روایت وہ خود بیان کرتی ہیں کہ

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو ہماری مسجد میں مغرب کی نماز ادا کرتے دیکھا تو میں کچھ گوشت اور روٹیاں لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں کھانا تناول فرمائیے۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ تو آپ ﷺ نے آپ کے صحابہ نے اور جو اہل محلہ حاضر تھے سب نے وہ کھانا تناول کیا۔ اس ذات کی قسم جسکے قبضے میں میری جان ہے میں نے دیکھا کہ گوشت اور روٹیاں ویسی ہی کی ویسی تھیں اور کھانے والوں کی تعداد چالیس کے قریب تھی پھر آپ ﷺ نے میرے مشکیزے سے پانی پیا اور پھر وہاں سے تشریف لے گئے میں نے وہ مشکیزہ لیا اسے تیل لگا کر لپیٹ کر رکھ دیا پھر ہم اس مشکیزے سے مریضوں کو پلاتے اور خاص خاص موقعوں پر برکت کے لئے اس میں پانی ڈال کر پیتے۔[۴]

---

[۱] یہ عمل برکت حاصل کرنے کے لئے تھا۔ [۲] دیکھئے الفتح الربانی (ص ۲۱/۱۶)
[۳] طبقات ابن سعد (ص ۳۱۹/۸) [۴] دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۳۲۰/۸) الاصابہ (ص ۲۵۰/۴) حجۃ اللہ علی العالمین (ص ۲۱۱/۲)

میں چاہتا ہوں کہ اس مقام پر حضرت اسماء بنت یزید اور دوسرے صحابہ کی نبی کریم ﷺ کی یادگار اور آثار کو جمع کرنے کی جو لگن تھی اسے بیان کیا جائے وہ اس سے تبرک حاصل کرتے اور شفا کے لئے استعمال کرتے جیسا کہ حضرت اسماء ؓ نے بیان کیا ہے اور امام قاضی عیاض ؒ نے دلوں کو شفا بخشنے والی ایک بات اپنی کتاب "شفاء" میں لکھی ہے۔ جہاں انہوں نے نبی کریم کی یادگار اشیاء کے تبرک، تعظیم اور بڑائی کو بیان کیا ہے لکھتے ہیں کہ

"اور آنحضرت ﷺ کی تعظیم اور توقیر میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ سے منسوب تمام اشیاء کا احترام کیا جائے اسی طرح آپ ﷺ کی آمد کی تمام جگہوں کی توقیر کی جائے آپ ﷺ کی ایسی جگہیں مکہ اور مدینہ میں ہیں اسی طرح آپ ﷺ کے عہد میں آپ کے زیر تصرف یا جنہیں آپ ﷺ نے چھولیا جو چیز آپ ﷺ کے نام سے معروف ہوئی ان سب کا احترام اور تعظیم کی جائے۔[۱]

بے شمار صحابہ کرام اور تابعین سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آثار و یادگار کو بڑی حفاظت سے رکھا کرتے تاکہ ان سے تبرک حاصل کیا جائے اور اسی برکت کی ایک بات یہ ہے کہ قاضی عیاض نے اپنی کتاب "شفاء" میں اس موضوع پر باقاعدہ ایک فصل قائم کی ہے۔" آپ ﷺ کی کرامات، برکات اور آپ ﷺ کی چھوئی اور ملی ہوئی چیزوں کے انقلاب کے بیان میں۔[۲]

حضرت اسماء ؓ بنت یزید کی دوسری کرامت...... اللہ تعالیٰ نے ایک اور مرتبہ حضرت اسماء ؓ کو ان کے کھانے کی برکت اور زیادت سے نوازا یہ واقعہ غزوۂ خندق میں پیش آیا۔ ہوا یوں کہ حضرت اسماء ؓ نے نبی کریم ﷺ کے لئے ایک تھال میں کھجوریں اور گھی (چربی) بھیجا آپ ﷺ اس وقت حضرت اُمّ سلمہ ؓ کے پاس تھے تو حضرت اُمّ سلمہ ؓ نے اس میں سے کچھ اپنی ضرورت کے مطابق کھالیا پھر آپ ﷺ اس تھال کو لے کر نکلے اور پھر آپ کے منادی نے آواز لگائی کہ لوگ آکر کھانا کھالیں۔ تو تمام اھل خندق نے کھانا کھایا اور سیر ہو گئے اور تھال ویسا کا ویسا ہی تھا۔[۳]

---

[۱] الشفاء ص ۴۱۹ [۲] الشفاء صفحہ ۴۴۲۔ اصفحہ ۴۰۷/۱ [۳] المغازی صفحہ ۴۷۷/۲

کھانے کے زیادہ ہو جانے کے واقعات ان معجزات میں سے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے نبی کی مدد فرمائی اور یہ کئی جگہوں میں پیش آئے اور کئی صحابہ کے ساتھ پیش آئے۔ جن میں حضرت فاطمہ زھراء رضی اللہ عنہا، اُم سلیم رضی اللہ عنہا ان کے شوھر ابوطلحہ، اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

اور کتب حدیث، کتب سوانح، اور کتب سیر میں ایسے واقعات کثرت سے مذکور ہیں۔ [1]

<u>حضرت اسماء اور قرآنی حکم</u>...... قرآن کریم نے بڑے اہتمام سے عورت کے تمام احوال میں اس کا ذکر کیا ہے اس کے کردار اس کی مشکلات و حقائق کا اسی طرح اس کے حقوق سے گفتگو کی ہے اور اس کو معتبر ٹھہرایا اس کا مرتبہ بحیثیت، ماں، بہن، بیٹی اور بیوی ہونے کے بیان کیا ہے اسی طرح اس کی فطرت پر بحث کی ہے اس طرح عورت کمال کی منازل پر پہنچ گئی اور اسی طرح عورت کے واجبات یعنی ذمہ داریوں کے بارے میں بھی گفتگو کی ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا بھی قرآن میں حصہ ہے اور سبقت کی فضیلت میں یہاں بھی یہ آگے ہیں۔ امام ابوداؤدؒ ابن حاتم اور بیہقیؒ نے اپنی اپنی سنن میں حضرت اسماء سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ

مجھے عہد رسالت میں طلاق ہوگئی اور اس وقت مطلقہ عورت کی عدّت نہیں ہوتی تھی۔ جب مجھے طلاق ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے عدّت کے احکامات نازل فرمائے (سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۲۸)

اور یہ پہلی آیت ہے جس میں مطلقہ عورت کی عدّت بیان کی گئی ہے۔ [2]

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عام عورت کے لئے اعزاز تھا خصوصاً حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے لئے اور یہ ایک سلطنت کے تحفظات اور شائبات سے بچانے اور اس کے

---

[1] صحیحین مختلف مقامات پر البدایۃ والنھایۃ صفحہ ۹۷۔۴ سیرت حلبیہ ۳/۲ ۳۶ دلائل النبوۃ للبیہقی، اسی طرح اصبہانی کی دلائل النبوۃ وغیرہ۔

[2] دیکھیے سنن ابی داؤد (۳۵۸۔۱) تفسیر ابن کثیر سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۲۸) تفسیر القرطبی ص ۱۵۰۔۱۸) الدر المنثور (۶۵۶۔۱) اسباب النزول شیخ عبدل الفتاح القاضی (ص ۳۸)

محفوظ اور صاف ستھرے رکھنے کے لئے احکام نازل کئے گئے۔

حضرت اسماء اور حدیث نبوی...... محترم صحابیہ حضرت اسماء بنت یزید کے مناقب میں یہ اعزاز بھی شامل ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو یاد رکھتیں اور انہیں روایت بھی کیا ان کی روایات کی تعداد 81 اکیاسی ہے اور یہ روایات سنن ابی داؤد۔ ابن ماجہ اور ترمذی میں موجود ہیں۔ ان سے ان کے غلام مہاجر بن ابی مسلم، شہر بن حوشب اور ان کے بھانجے محمود بن عمرو الانصاری وغیرہ نے روایات لی ہیں۔

حضرت اسماء مسلم خواتین میں سے زیادہ روایات نقل کرنے والیوں میں سے ہے اور ان کا نمبر اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے بعد ہے اور اس کی وجہ غالباً یہی ہے کہ یہ صحابیہ نبی کریم ﷺ کے گھروں میں آتی جاتی رہتی تھیں۔ علامہ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ اسماء بنت یزید نبی ﷺ کی خدمت کرتی تھیں اور یہ اعزاز ان کے علم فقہ اور برکت وفضیلت کو بڑھاتا ہے۔[1]

حضرت اسماء کی روایات...... حضرت اسماء کی ایک روایت یہ ہے وہ فرماتی ہیں کہ

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے اور کوئی پرواہ نہیں کرتا۔[2]

ان کی ایک روایت یہ ہے کہ

"رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ کی والدہ سے مخاطب ہو کر فرمایا "کیا اس بات سے بھی تمہارے آنسو خشک اور تمہارا غم نہیں جائے گا کہ تمہارا بیٹا وہ پہلا شخص ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہنسے ہیں اور عرش تھرّا اٹھا ہے۔[3]

حضرت اسماء نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ان دو آیتوں کے درمیان میں ہے۔"

الھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم. اور آل عمران کی پہلی آیت

---

[1] تہذیب التہذیب (ص ۳۹۹۔ ۱۲) سیر اعلام النبلاء (ص ۲۹۷/۲) اعلام النساء (ص ۶۷۔ ۱)
[2] یہ حدیث ترمذی میں ہے۔ مزید دیکھئے حسن الاسوۃ (ص ۲۸۲)
[3] تاریخ اسلام ذہبی" (ص ۳۲۷ / ۲) طبقات ابن سعد (ص ۴۳۴ / ۳)

الٓمّٓ اللّٰہ لا الہ الا ھو الحی القیوم [1]

حضرت اسماء کے جہادی سفر...... حضرت اسماءؓ جہاد فی سبیل اللہ کا بہت شوق رکھتی تھیں۔ اور ان کا جہاد میں دل چسپ سفر اور طویل محنت ہے جیسے ہی انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اس وقت سے یہ شرکت جہاد کے لئے مشتاق ہو گئیں۔

حضرت اسماءؓ نے ایسے خاندان میں زندگی گزاری جس کے افراد قربانی اور جہاد سے معروف ہیں جب سے انہوں نے کلمۂ توحید کا اعلان کیا اور جب سے ان کے خالی اور خلوص والے دلوں میں ایمان کا نور چمکا اور ان پر چھا گیا۔

ہم جب اس خاندان کو ٹٹولیں گے تو ہمیں اسلام کے علم اور ہیرو مدرسۂ نبوت کے شہسوار ملیں گے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کی فضیلت پائی اور شہادت سے سرفراز ہوئے اور جنہیں اللہ شہادت نصیب فرمائے وہ یقیناً عظیم کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ اور آل سکن کا غزوۂ احد میں عظیم کردار ہے اسی طرح حضرت اسماء کا بھی ایمان کی خوشبو اور حب رسول ﷺ کا غماز کردار ملتا ہے۔

آیئے ہم اس خاندان کے ہمراہ غزوۂ احد میں حاضر ہوتے ہیں جہاں ان کا انمٹ کردار ہے اور حضرت اسماء اور ان کے اقارب کا کردار ملاحظہ کرتے ہیں۔

ان کے والد یزید بن السکن انصاری اشہلی ہیں جو احد کے دن اپنے بیٹے عامر بن یزید کے ہمراہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔[2]

ان کے چچا زیاد بن السکن انصاری اشہلی ہیں جو انتہائی بہادر شہسوار ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کو بیچ دیا اور غزوۂ احد میں اس وقت شہادت حاصل کی جب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کون ہے جو ہمارے لئے خود کو فروخت کردے۔ یہ سن کر انصار کے پانچ نوجوان میدان میں کودے ان میں سے ایک زیاد بن سکن انصاری تھے انہوں نے بڑی بے جگری سے قتال کیا حتیٰ کہ آخر میں صرف زیاد رہ گئے بقیہ سب شہید ہو گئے۔ آخر کار لڑتے لڑتے انہیں بڑا کاری زخم آیا جس کے باعث یہ حرکت کے قابل نہ رہے پھر

---

[1] دیکھئے العقد الفرید (ص ۲۲۳ / ۳)

[2] دیکھئے الاستیعاب (ص ۶۱۲ / ۳) الاصابہ (ص ۲۶۰ / ۳) اسد الغابہ ترجمہ (ص ۱۸۹۹) الاستبصار (ص ۲۱۸)

دوسرے مسلمان میدان میں کودے اور دشمن کو ان سے دور کیا۔ آنحضرت ﷺ نے زیادہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا میرے قریب ہو جاؤ زیاد زخم کے باعث ہلنے پر قادر نہ تھے آپ ﷺ نے انہیں اپنے قدموں سے ٹیک لگایا حتیٰ کہ زیاد شہید ہو گئے۔[۱]

ان کے چچازاد بھائی عمارہ بن زیاد بن السکن تھے یہ بھی غزوۂ احد میں شہید ہوئے اور انہیں چودہ زخم آئے تھے۔[۲]

اس طرح اللہ تعالیٰ نے مومنین کو شہید کا اعزاز دیا اور ان میں سے آل سکن بھی تھے انہوں نے اپنے بعد ایسی خواتین چھوڑیں جن کے دل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سے لبریز تھے۔ ان میں سے ایک امّ سعد بن معاذ اور ہمارے ان صفحات کی مہمان حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا تھیں۔ جب انہیں اپنے والد بھائی اور چچا اور چچازاد بھائی کی شہادت کی خبر ملی تو یہ نبی کریم ﷺ کی سلامتی اور خیریت کا معلوم کرنے نکل پڑیں آپ ﷺ غزوۂ احد سے واپس تشریف لارہے تھے جب انہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو کہا۔ "آپ کے بعد ہر مصیبت آسان ہے۔"[۳]

اسی طرح حضرت امّ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہا بھی نکلیں اور جب آپ ﷺ کو صحیح سلامت دیکھا تو کہنے لگیں "جب آپکو بخیر وعافیت دیکھ لیا تو اب ہر مصیبت آسان ہو گئی ہے۔ اور اس غزوہ میں ان کے بیٹے عمرو بن معاذ رضی اللہ عنہ بنو اشہل کے بارہ جوانوں کے ساتھ شہید ہو گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے ان کے بیٹے کی تعزیت فرمائی اور ارشاد فرمایا۔

"اے امّ سعد رضی اللہ عنہا! تمہیں خوشخبری ہو اور اپنے گھر والوں کو بھی بتاؤ کہ ان کے مقتولین جنت میں ان کے ساتھ ہوں گے اور ان کی اپنے گھر والوں کے بارے میں شفاعت قبول کی جائے گی۔

حضرت امّ سعد رضی اللہ عنہا نے کہا۔ ہم راضی ہیں یارسول اللہ! اور اب اس اعزاز کے ملنے کے بعد کون روئیگا۔ پھر کہنے لگیں یارسول اللہ انکے لواحقین کے لئے دعا فرمائیے۔

---

[۱] اسد الغابہ ترجمہ (۱۸۹۹) الاستبصار (ص ۲۱۷)
[۲] الاستیعاب (ص ۱۹/ ۳) الاستیعاب (ص ۲۱۷)
[۳] المغازی للواقدی (ص ۳۱۵/ ۱)

تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ

"اے اللہ! انکے دلوں سے غم کو دور فرما، انکی مصیبت پر انھیں اجر عطا فرما" اور ان کے لواحقین کو انکا نعم البدل عطا فرما"۔ [1]

اسطرح ان شہداء اور انکے گھر والوں نے نبی کریم ﷺ کی دعا کی برکت سے جنت کو پالیا۔

حضرت اسماء بنت یزید اسلام کے اہم واقعات میں شریک ہوئیں اور ان میں عملی طور پر شرکت کی۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جہاد کے اور سفر بھی کیے۔ غزوۂ خندق میں شریک ہوئیں جسمیں آنحضرت ﷺ کا کھانے کے ساتھ اکرام کیا۔ اسی طرح حدیبیہ [2] میں میں شریک تھیں اور بیعت رضوان بھی کی۔ پھر غزوۂ خیبر میں [3] بھی شریک ہوئیں اور یہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں بہترین کوشش کرتی رہیں حتیٰ کہ جب آپ ﷺ کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ ان سے راضی تھے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا ایک اور جہادی سفر...... حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جہاد سے نہیں رکیں اور جب ہجرت کا تیرھواں سال تھا تو یہ شام کی طرف نکل پڑیں تاکہ مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ کر جنگ یرموک میں پیاسے مجاہدین کو پانی پلائیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کریں۔

جنگ یرموک مسلمانوں کے مشہور معرکوں میں سے ایک ہے جسے تاریخ کبھی نہیں بھلا سکے گی اور اسمیں مسلمانوں کی محنت، برکت کی محنت رہیگی اسی طرح اس جنگ میں مسلمان خواتین کا کردار بھی امر ہو گیا جنھوں نے عملی طور پر مجاہدین کے ساتھ شرکت کی۔ کہا جاتا ہے کہ اس دن مسلمانوں کے شہسواروں نے تو شدید جنگ کی ہی تھی خواتین نے بھی انکے ساتھ شدید قتال میں حصہ لیا۔ اور وہ انھیں ہمت بھی دلاتی رہیں جب معرکہ گرم ہوا اور اسکی آگ خوب بھڑک گئی تو بعض مسلمان واپس ہونے

---

[1] دیکھیے المغازی (ص ۵۷۴ / ۲)

[2] سیر اعلام النبلاء (ص ۲۹۷ / ۲)

[3] المغازی (ص ۶۸۵ / ۲) الاصابہ (ص ۴۵۰ / ۴)

لگے اور مسلمان مجاہد خواتین انکی گھات میں تھیں وہ بھاگنے والے کا استقبال لکڑیوں اور پتھروں سے کرتیں۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اس خطرناک معرکہ میں خواتین کا کردار بیان کیا ھے کہ۔

"اس دن مسلمان خواتین نے بھی لڑائی میں حصہ لیا اور رومیوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو قتل کیا اور جو مسلمان شکست کھا کر بھاگتا یہ اسے مارتیں اور کہتیں۔ کہاں جاتے ہو۔ ہمیں ان کافروں کے لئے چھوڑے جا رہے ہو۔ جب یہ انھیں ڈانٹتیں تو پھر کسی کو خود پر قابو نہ رہتا اور وہ لڑائی میں شریک ہو جاتا۔[۱]

جب مسلمانوں کے لشکر کو یہ بات پتہ چلی تو وہ اپنی صفوں پر لوٹ گئے اور موت پر بیعت کر لی اور دشمن سے لڑے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انکی مدد کا فیصلہ فرما دیا اور انھوں نے رومی لشکروں کو تہہ تیغ کر دیا۔

اور یہ بہادر خاتون حضرت اسماءؓ ان مسلمان فوجیوں سے "بہادری اور دلیری میں کم نہ تھیں جنھوں نے ہزاروں مشرکین کو روند ڈالا تھا" تو یہ بھی دشمن کی صفوں میں گھس گئیں اور بے شمار کافروں کو قتل کیا۔ اس بات کو علامہ ابن حجرؒ نے ذکر کیا ہے۔

اُمّ سلمہ الانصاریہ، یہ اسماء بنت یزید ہیں جو یرموک میں شریک ہوئیں اور وہاں نو رومیوں کو خیمہ کے کھونٹے کے ذریعے قتل کیا اور اسکے بعد کافی عرصہ زندہ رہیں۔[۲]

امام ذھبیؒ نے لکھا ہے کہ اسماء بنت یزید دمشق میں سکونت پذیر ہوئیں اور اُمّ سلمہ نامی خاتون کی قبر جو باب الصغیر کے مقبرہ میں ہے وہ انشاء اللہ انہی کی ھے[۳]۔

یہ بات انتہائی معقول ہے کیونکہ جنگ یرموک شام میں ہوئی اور یرموک کے اختتام کے بعد حضرت اسماء دمشق ہی میں دوسرے بعض صحابہ کی طرح منتقل ہو گئی ہونگی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

امام ذھبیؒ نے اسی سے ملتی جلتی بات لکھی ھے کہ حضرت اسماء یزید بن معاویہؓ کی حکومت تک زندہ تھیں[۴]۔ اور امام ذھبیؒ کی یہ بات حافظ ابن حجر کے قول سے ہم

---

۱ البدایہ والنھایہ (ص ۱۳ / ۷) مزید تفصیل کے لئے دیکھئے تاریخ طبری (ص ۳۳۵ / ۲)

۲ الاصابہ (ص ۲۲۹ / ۴) مجمع الزوائد (ص ۲۶۰ / ۹) مزید دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۲۹۷ / ۲)

(۳ _ ۴) سیر اعلام النبلاء (ص ۲۹۷ / ۲)

آہنگ ھے کہ "حضرت اسماءؓ معرکۂ یرموک کے بعد عرصہ تک زندہ رہیں۔

جنت کی بشارت...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور سابقین اولین مہاجرین اور انصار میں سے "اور وہ لوگ جنھوں نے انکی اتباع کی احسان سے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اس سے۔ اور اس نے ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ (سورۃ التوبہ آیت ۱۰۰)

حضرت اسماء بنت یزید اھل ایمان کی اس جماعت میں ہیں جنکے لئے اللہ تعالیٰ اپنی رضاء کی سند اتاری اور رضا کا ثابت ہونا اس بات کی دلیل ھے کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی ایسی رضاء کے اھل تھے جو ایسی جنت کی طرف لیجاتی ہے جسکا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ اور تقوے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

حضرت اسماءؓ نے ایسے فضائل اور اعزازات کو جمع کرلیا تھا جنھوں نے انھیں ایسی بافضیلت خواتین میں سے بنادیا تھا جنھیں رسول اللہ ﷺ نے اہمیت و فضیلت کی خصوصی ہیئت عطا فرمائی تھی اور انھیں اکثر جگھوں پر جنت کی بشارت بھی عطا فرمائی۔ اور یہ ان کے اسلام کی طرف سبقت کرنے ان کے صبر جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے محنت کرنے کی وجہ سے ہوا۔

حضرت اسماء کو بھی نبی کریم ﷺ کی جانب سے کئی مرتبہ جنت کی بشارت حاصل ہوئی مثلاً غزوۂ احد میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "بنی اشھل کے شھداء (ان میں حضرت اسماء کے والد بھی شامل ہیں) جنت میں اپنے گھر والوں کے ساتھ ہوں گے اور ان کی شفاعت ان کے بارے میں قبول کی جائے گی۔[1]

حدیبیہ میں حضرت اسماءؓ بنت یزید اصحاب شجرہ اور بیعت رضوان میں شامل تھیں اور اس دن بیعت بھی کی اس طرح انھیں بیعت کرنے والی جماعت کے ساتھ اللہ کی رضاء کا پروانہ ملا اور رسول اللہ ﷺ کی جانب سے جنت کی بشارت حاصل ہوئی۔ جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہ ہوگا۔"[2]

---

[1] المغازی (ص ۳۱۶/۱)　[2] ترمذی (باب المناقب)

ایک دوسری حدیث میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ حاضرین بدر اور حدیبیہ جہنم میں داخل نہیں ہوں گے انشاء اللہ اور اس کی دلیل وہ روایت ہے جو امام مسلم اور امام ترمذی نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ

حضرت حاطب [1] ابن ابی بلتعہ کے غلام نے آپ ﷺ کے پاس آکر شکایت کی اور کہا کہ حاطب جہنم میں داخل ہوگا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تو نے غلط کہا وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا وہ تو بدر اور حدیبیہ میں حاضر رہا ہے۔ [2]

اللہ تعالیٰ حضرت اسماء بنت یزید جو ایک عقلمند محدثہ ، مجاہدہ ، مومنہ ، دیندار اور محترم صحابیہ تھیں سے راضی ہو ان کی قبر کو ترو تازہ رکھے اور ان کے اعمال کی انہیں بہترین جزاء عطا فرمائے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی سیرت کے آخر میں ہم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت کرتے ہیں۔

ان المتقين في جنت و نهر في مقعد صدق عند مليك مقتدر.

---

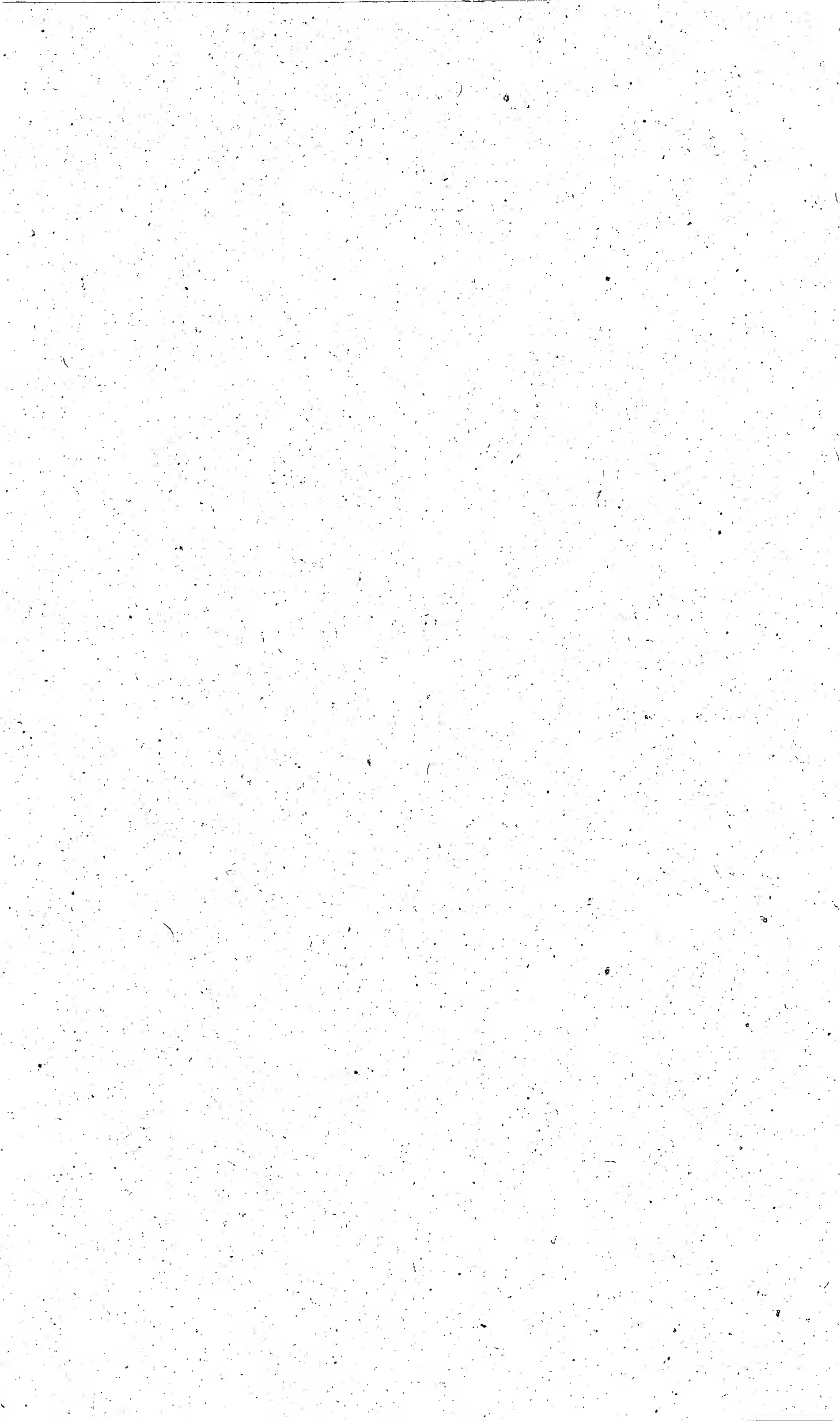
[1] حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی سیرت ہماری کتاب "رجال مبشرون بالجنۃ" میں ملاحظہ کریں۔
[2] صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ۔ باب فضائل اھل بدر

حضرت اُمِّ ھشام بنت حارثہ رضی اللہ عنہا

"درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں کوئی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔
(حدیث شریف)

حضرت اُمِّ ھشام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں نے سورہ ق والقرآن المجید رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک ہی سے سیکھی۔



حضرت اُمّ ھشام بنت حارثہ رضی اللہ عنہا

حارثی خاندان...... ایمان کی پاکیزہ خوشبو سے مہکنے والے کرم اور برکات پھیلانے والے اور سچائی عطا اور وفا سے روشن گھر میں اُمّ ھشام بنت حارثہ بن نعمان انصاریہ نجاریہ کی پرورش ہوئی جو اسلام کی ایک بافضیلت خاتون ہیں۔

ان کے والد سیدنا حارثہ بن النعمان رضی اللہ عنہ پاکیزہ انصاری صحابہ میں سے ایک فاضل اور سردار تھے اسلام کی طرف پہل کرنے والے اور اپنے گھروں کو رسول اللہ ﷺ کو پیش کرنے والے شخص تھے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا۔

"حارثہ بن نعمان کے اپنے گھروں کو ہمیں دینے کی وجہ سے مجھے اس سے حیا آنے لگی۔[1]

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کے نبی کریم کے گھروں کے قریب بہت سے گھر تھے جوں جوں نبی کریم ﷺ کو ضرورت پڑتی گئی حارثہ ایک کے بعد دوسرے گھر آنحضرت ﷺ کو دیتے رہے۔

یاقوت حموی نے سیدنا حارثہ رضی اللہ عنہ کی سخاوت کو ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی زمین اور گھر ہبہ کیے۔[2]

سیدنا حارثہ جنت کی بشارت حاصل کرنے والے صحابہ میں سے ہیں حضرت عائشہ اُمّ المومنین فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

"میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے قرآن پڑھنے کی آواز سنی تو میں نے کہا" یہ کون ہے۔" جواب ملا" حارثہ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ نیک سلوک والا شخص ہے (اور اسی وجہ سے یہ فضیلت ملی) اور یہ اپنی والدہ سے بہت نیک سلوک کیا کرتے تھے[3]

حضرت حارثہ غزوۂ حنین میں ان ثابت قدم رہنے والے سو جوانوں میں سے تھے جن کے لئے جنت میں رزق کی کفالت اللہ نے اپنے ذمہ لی تھی۔[4]

---

۱ طبقات ابن سعد صفحہ ۴۸۸-۳) ۲ معجم البلدان صفحہ ۸۶-۵)
۳ مسند احمد۔ مزید دیکھئے سیر اعلام النبلاء صفحہ ۳۸۰-۲) الاستبصار صفحہ ۶۰)
۴ مجمع الزوائد صفحہ ۳۱۴-۹)

حضرت کی ایک عظیم منقبت ہے وہ یہ کہ انہوں نے اپنی زندگی میں حضرت جبریل کو دو مرتبہ دیکھا تھا اور اس کو وہ خود بیان کرتے ہیں کہ۔

"میں نے حضرت جبریلؑ کو دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ "صورین" نامی جگہ میں جب نبی کریم ﷺ بنو قریظہ پر چڑھائی کے لئے نکلے تھے تو وہ حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں ہمارے پاس آئے اور ہمیں اسلحہ پہننے کا حکم دیا۔ اور ایک مرتبہ اس وقت دیکھا جب ہم غزوۂ حنین سے واپس آرہے تھے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا تو وہ حضرت جبریلؑ سے محو گفتگو تھے۔ میں نے سلام نہیں کیا تو جبریلؑ نے پوچھا یہ کون ہے اے محمد ﷺ تو آپ ﷺ نے فرمایا حارثہ بن النعمان انہوں نے کہا کہ یہان سو نوجوانوں میں سے ہے جو غزوۂ حنین میں ثابت قدم رہے اللہ تعالیٰ نے جنت میں انہیں رزق دینے کا وعدہ فرمایا ہے اگر یہ ہمیں سلام کرتا تو ہم جواب دیتے۔[1]

ان محترم صحابی کے بارے میں امام ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ۔

یہ بدر میں اور دیگر اہم واقعات میں شریک رہے۔ اور بڑے دیندار، مخیر اور اپنی والدہ سے نیک سلوک کرنے والے شخص تھے۔[2]

اُمّ ھشامؓ کی والدہ اُمّ خالد بنت خالد بن یعیش الانصاریہ ہیں بنو مالک سے ان کا تعلق تھا یہ اسلام لائیں اور بیعت اسلام کی یہ بافضیلت خواتین میں سے تھیں۔ ان کا نکاح حارثہ بن نعمان سے ہوا اور ان سے عبد اللہ عبد الرحمٰن، سودہ، عمرہ اور اُمّ ھشام[3] پیدا ہوئے اسی طرح حارثہؓ کی دو بہنیں بھی ہیں جن کے نام اُمّ کلثوم اور امتہ اللہ ہیں۔[4]

یہ مبارک خاندان پورا کا پورا مسلمان تھا۔ اُمّ ھشامؓ اور ان کی بہنیں بیعت کرنے والی خواتین ہیں۔ علامہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ سودہ عمرہ اور اُمّ ھشام امتہ اللہ اور اُمّ کلثومؓ یہ سب اسلام لائیں اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی[5] اور اس خاندان حارثی کی ابتداء اسلام ہی سے بڑی عظیم شان تھی۔

---

[1] دیکھئے سیر اعلام النبلاء صفحہ ۲۔۳۸۹
[2] ان صحابی کی سیرت ہماری کتاب رجال مبشرون بالجنۃ جلد نمبر 2 میں ملاحظہ فرمائیں۔
[3] دیکھئے اسد الغابہ ترجمہ نمبر ۷۴۲۴) طبقات ابن سعد صفحہ ۷۔۴۵۴)
[4] طبقات ابن سعد صفحہ ۳۴۸۷۔ [5] حوالہ بالا

مبارک پڑوس...... اس محترم و مکرم خاندان کے درمیان اُمّ ھشام ؓ بنت حارثہ نے پرورش پائی اور ایک مبارک پڑوس میں ان کی زندگی گزری۔ یہ نبی کریم ﷺ کو ھمیشہ دیکھا کرتیں اور ان کی ازواج مطہرات کو دیکھا کرتیں یہ لوگ سب سے زیادہ معزز پڑوس کے رہنے والے تھے اور یہ پڑوس رسول اللہ ﷺ کے گھر تھے۔

اور حضرت اُمّ ھشام ؓ کے دل پر اس پڑوس کا بڑا اثر تھا انھوں نے قریب سے نور نبوت ملاحظہ فرمایا اور رسول اللہ ﷺ اور ان کی زوجات اطاعت کے اخلاق کو سیکھا اور بشارت اور خوشی ان کے چہرے سے دیکھی جاسکتی تھی خصوصاً اس وقت جب بنو نجار رسول اللہ ﷺ کی اشیاء خورد و نوش آپ کی اقامت گاہ بیت ابو ایوب انصاری ؓ میں لایا کرتے۔ جہاں آپ ﷺ تقریباً نو ماہ مقیم رہے۔ [1]

بلکہ حضرت اُمّ ھشام ؓ کی خوشی اس وقت اور بڑھ جاتی جب وہ ایثار کے جھکاؤ اور محبت سے مدینہ منورہ کو پُر دیکھتیں اور مہاجرین کے استقبال کو جب کہ انصار مہاجرین کی خدمت و اکرام میں بڑی لگن سے کام کر رہے تھے اور انہوں نے اپنی وسعت کے مطابق ان کا اکرام و احترام کیا۔

اس مبارک پڑوس کے ساتھ خوش نصیب خاندان حارثی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بعض چیزوں کے استعمال و استخدام میں شریک تھا۔ اور اس مشارکت کے بارے میں ہمارے ان صفحات کی مہمان حضرت اُمّ ھشام ؓ خود بتاتی ہیں کہ

"رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ رہا کرتے تھے اور ہمارا اور ان کا تنور ایک سال یا سال کے کچھ حصہ میں مشترک رہا۔ [2]

حدیث بیان کرنے والی حافظہ...... نبی کریم ﷺ عید کی نماز میں سورۂ ق اور سورۂ قمر تلاوت فرماتے تھے اسی طرح سورۂ ق جمعہ کے دن منبر پر تلاوت فرماتے۔ اور منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس سورت مبارکہ کو بڑے مجمع مثلاً عید اور جمعہ میں پڑھا کرتے اور یہ اس صورت کے ابتداء خلق بعث، نشور (محشر) معاد اور قیامت حساب

---

[1] دیکھئے سیرت حلبیہ صفحہ ۲۷۷/۲

[2] دیکھئے طبقات ابن سعد (ص ۴۴۲/۸) الاصابہ صفحہ ۴۸۰/۴

جنت جہنم ثواب عقاب ترغیب وترھیب اور دیگر امور دین کے مضامین پر مشتمل ہونے کی وجہ سے تلاوت فرماتے تھے۔[1]

اسی لئے ان مبارک صحابیہ اُمّ ھشام ؓ بنت حارثہ نے اس سورت کو بوجہ نبی کریم ﷺ کے کثرت تلاوت کے یہ سورہ یاد کرلی تھی۔ آپ ﷺ جمعہ میں اس کو تلاوت فرماتے تھے۔ حضرت اُمّ ھشام ؓ خود بیان فرماتی ہیں کہ

"ہمارا اور رسول اللہ ﷺ کا تنور دو سال یا ایک سال یا کچھ عرصے ایک ہی رہا اور میں نے آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے سن کر ہی سورہ ق یاد کی کیونکہ آپ ﷺ ہر جمعہ کے خطبہ میں اسے تلاوت فرماتے تھے۔[2]

اور اُمّ ھشام ؓ کے قرآن کریم کے لئے اہتمام اور قرآنی سورتیں یاد کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی تھی کہ وہ حدیث کا بھی بہت اہتمام کرتیں لہذا انہوں نے کئی احادیث یاد کرکے محفوظ کرلیں اور انہیں روایت بھی کیا۔ ان سے احادیث نقل کرنے والوں میں ایک بہن عمرہ ، محمد بن عبدالرحمٰن بن اسعد بن زُرارہ

یحییٰ بن عبداللہ اور حبیب بن عبدالرحمٰن بن یساف شامل ہیں۔[3]

اس طرح حضرت اُمّ ھشام ؓ نے حفظ قرآن اور حدیث کی روایت کے فضائل کو جمع کرلیا اور ان کے ساتھ فضیلت جہاد بھی حاصل کی۔ اور فضیلت جہاد خود کتنی عظیم ہے اور خاص طور پر جب رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ کی مصاحبت میں ہو جو اھل زمین کے بہترین لوگ تھے۔

انکا جہاد اور رضاء الٰہی کا پروانہ......

ھجرت کے چھٹے سال نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں میں اعلان کرایا کہ آپ ﷺ عمرہ کے لئے مکہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں لہذا یہ اعلان ہوتے ہی مہاجرین وانصار کا ایک قافلہ تیار ہوگیا جس میں تقریباً چودہ سو افراد تھے۔ جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ ؓ نے بیان کیا ہے۔

اور یہ مجاہد صحابیہ اُمّ ھشام ؓ بنت حارثہ ؓ بھی دوسری خواتین کے ساتھ

[1] دیکھئے تفسیر قاسمی مقدمہ سورہ ق [2] یہ حدیث مسلم شریف میں ہے تفسیر ابن کثیر (۴/۲۳۶) اسد الغابہ ترجمہ نمبر ۷۶۱۰ الاصابہ صفحہ ۴۸۰ / ۴

[3] دیکھئے تہذیب التھذیب (ص ۱۲ / ۴۸۲) الاصابہ صفحہ ۴۸۰ / ۴ ابوداؤد نسائی مسند احمد

رسول اللہ ﷺ کی معیت میں عمرہ کرنے کے ارادے سے نکلیں لیکن دوسری طرف قریش کو جب معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ عمرے کی نیت سے چل پڑے ہیں تو وہ سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور متفقہ طور پر یہ رائے منظور کرلی کہ مسلمانوں کو عمرہ کرنے نہیں دیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اس عمرے کے بارے میں بات چیت کرنے کے لئے قریش کے پاس بھیجا تو قریش نے انہیں اپنے پاس زیادہ دیر روک لیا اور نبی کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم بدلہ لئے بغیر نہیں رہیں گے۔ اور پھر آپ ﷺ نے لوگوں سے بیعت لی اور یہ بیعت رضوان درخت کے نیچے منعقد ہوئی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم موت تک لڑیں یا یہ کہ بھاگیں نہیں۔ اور حضرت اُمّ ھشام رضی اللہ عنہا نے بھی دوسروں کی طرح بیعت کی اور بیعت کا فائدہ یہ ہوا کہ بیعت کرنے والے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی رضاء کا پروانہ عطا کیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اس طرف اشارہ موجود ہے۔

"اللہ تعالیٰ راضی ہوا ان مومنین سے جنہوں نے تجھ سے درخت کے نیچے بیعت کی اور ان کے دلوں کی بات جان لی اور ان پر سکینہ نازل کی اور ان کے لئے فتح قریب کا انعام دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قید زیادہ دیر نہیں رہی کہ آپ رضی اللہ عنہ مشرکین کے پاس سے صحیح سلامت رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آگئے اور قریش نے سھیل [۱] بن عمرو کو

سھیل بن عمرو یہ ابو یزید سھیل بن عمرو بن عبد شمس القرشی عامری ہیں یہ قریش کے سرداروں معززین اور خطیبوں میں سے تھے۔ مسلمانوں نے انہیں غزوۂ بدر میں قید کرلیا تھا۔ بعد میں صلح حدیبیہ ان کے ذریعے ہوئی پھر یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے کثرت سے نمازیں پڑھتے روزے رکھتے صدقہ دیتے۔ اسی طرح قرآن کی تلاوت کرتے وقت رقت طاری ہو جاتی اور روپڑتے۔ ان کے بڑے اقوال زریں ہیں جو ان کی عقل شعور اور بہترین ایمان کی دلیل ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو مکہ پورا ھل گیا جب انہوں نے عرب کو مرتد ہوتے دیکھا ایسے وقت میں حضرت سھیل بن عمرو نے کھڑے ہو کر ایک طویل خطبہ دیا اور کہا "اے قبیلۂ قریش! تم آخر میں اسلام لانے والے اور سب سے پہلے مرتد ہونے والے مت بننا۔ خدا کی قسم یہ دین سورج اور چاند کی روشنی کی طرح پھیلے گا۔ یہ اپنے گھر والوں سمیت شام جہاد کے لئے گئے اور یرموک میں 18ھ میں شہید ہوئے یہ مشہور صحابی ابو جندل کے والد ہیں۔ (ملخص عن تھذیب الاسماء واللغات صفحہ ۲۳۹/۱)

رسول اللہ ﷺ سے صلح کی بات چیت کے لئے بھیجا تو یہ صلح حدیبیہ کہلائی۔

اور اس مجاہد صحابیہ اُمّ ھشام ؓ نے عظیم کامیابی حاصل کرلی اور خوش نصیبوں کی فہرست میں ان کا نام بھی لکھ دیا گیا اور بیعت رضوان میں بیعت کرنے والے مسلمانوں کے ساتھ ان کے لئے بھی شرف جہاد لکھ دیا گیا۔ اور بیعت رضوان مسلمانوں کے لئے بھلائی کی کنجی اور رسول اللہ ﷺ کے لئے فتح مبین قرار پائی۔

جنت کی بشارت...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اور سابقین اولین مہاجرین وانصار میں سے اور وہ لوگ جنھوں نے ان کی احسان سے اتباع کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ ان سے اور ان کے لئے اس نے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔ (التوبہ آیت نمبر ۱۰۰)

حضرت اُمّ ھشام بنت حارثہ ؓ ان بافضیلت خواتین میں سے ایک ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت سے مشرف ہوئیں اور اس صحابیہ نے تاریخ میں بڑی مبارک یادگاریں چھوڑی ہیں اور ان یادگاروں میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے بیعت رضوان میں شریک ہونے والوں کے ساتھ جنت کی بشارت حاصل کی یہ ایک علیحدہ بات ہے کہ یہ اسلام لانے اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو ماننے والی خواتین میں سب سے آگے تھیں اور اسی طرح نبی ﷺ کے مدینہ منورہ میں جوار میں شامل تھیں۔

درخت والے حضرات نبی کریم ﷺ کی جانب سے جنت کی بشارت سے محظوظ ہو اور ان میں حضرت اُمّ ھشام بنت حارثہ ؓ بھی شامل تھیں ہم سیدنا جابر بن عبداللہ ؓ سے یہ مہکتی بشارت سنتے ہیں وہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے کوئی جہنم میں داخل نہ ہوگا۔[1]

ایک دوسری حدیث میں جو سیدنا جابر ؓ سے ہی مروی ہے" بھی یہی مضمون ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنھوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے وہ سب

---

[1] یہ حدیث دیکھئے تفسیر ابن کثیر صفحہ ۲۲۰ / ۴

جنت میں جائیں گے مگر لال اونٹ والا شخص نہیں جائے گا۔[1]

اسی طرح سنن ترمذی میں یہی حدیث تاکید کے الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔

حضرت جابرؓ نے ایک روایت اس وقت بیان فرمائی ان کی بصارت ختم ہو چکی تھی کہ

ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے دن ارشاد فرمایا "کہ تم لوگ زمین کے بہترین لوگ ہو اور ہم اس وقت چودہ سو افراد تھے اور اگر میری بصارت ہوتی تو میں تمہیں درخت کی جگہ بھی دکھلاتا۔[2]

یہ محترم صحابیہ اسی بشارت کی نعمت سے لطف اندوز ہوتی رہیں حتیٰ کہ اپنے رب عزّوجلّ سے جاملیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت اُمّ ھشامؓ اور ان کے والد سیدنا حارثہ بن نعمان اور دوسرے صحابہ اور صحابیات سے بھی راضی ہو اور ان شجری[3] صحابیہ کی سیرت کے اختتام پر ہم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت کرتے ہیں۔

ان المتقین فی جنت و نهر فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر

بے شک متقین لوگ جنتوں اور نہروں میں ہوں گے سچے مقام پر ایک طاقتور بادشاہ کے ہاں۔

---

[1] دیکھئے جامع الاصول صفحہ (۱۰/ ۱۱۳) یہ حدیث مسلم ابوداؤد اور ترمذی میں ہے۔ اور لال اونٹ والا شخص

جد بن قیس ہے جو منافق تھا اور اپنے اونٹ ڈھونڈنے آیا تھا۔

[2] یہ حدیث بخاری میں ہے صفحہ ۷ ۱۵/ ۵

[3] شجری ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو درخت کے نیچے بیعت رضوان میں شریک ہوئے۔



اُمّ المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

''حفصہ سے وہ شخص شادی کرے گا جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان اس خاتون سے شادی کرے گا جو حفصہ سے بہتر ہے۔'' (حدیث شریف)

حضرت جبریل علیہ السلام سیدنا رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور حضرت حفصہ کے بارے میں فرمایا کہ

''یہ صوم وصلوٰۃ کی بہت پابند ہے اور یہ آپ کی جنت میں زوجہ ہوں گی۔

اُمّ المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

خاندانی سردار...... عظیم خاتون حضرت حفصہ اُمّ المومنین بنت امیر المومنین عمر بن الخطاب ؓ ان صفحات کی مہمان ہیں۔

قریش نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پانچ سال قبل کعبہ کی عمارت کی تجدید کررہے تھے اور یہ قریش کی بھلائیوں کی ابتداء تھی اس طرح کہ ان کی آواز نبی کریم ﷺ کی رائے کی ترجیح سے ایک ہوگئی جب آپ ﷺ نے ان کے اس اختلاف کو ٹھنڈا کیا جو حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھنے کے معاملے میں پیدا ہوا تھا۔

انہی مبارک ایام میں اُمّ المومنین حضرت حفصہ ؓ کی پیدائش ہوئی اور فضیلت ان کے لئے تمام اطراف سے جمع کردی گئی اور شروع ہی سے برکت ان کے ساتھ رہی۔

ان کے والد کسی تعارف کے محتاج نہیں انکی عظیم فضیلت کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے دوسرے وزیر اور اھل جنت کے چراغ ہیں اور بہت مہکنے والی خوشبو سے انہیں اتنا کافی ہے جو حضرت عائشہ بنت صدیق ؓ نے فرمایا تھا کہ

"جب تم چاہو کہ تمہاری مجلس مہکنے لگے تو مجلس میں حضرت عمر بن الخطاب کا تذکرہ کرو۔"

ان کی والدہ زینب بنت مظعون بن حبیب ہیں جو جلیل القدر صحابی ؓ مہاجرین کے ایک سردار، متقین اولیاء اللہ میں سے ایک جو نبی کریم ﷺ کی زندگی ہی میں فوت ہوئے اور ان کی نماز جنازہ آپ نے پڑھائی اور سب سے پہلے جنت البقیع میں مدفون ہوئے حضرت عثمان بن مظعون کی بہن ہیں۔

ان کے بھائی عبداللہ بن عمر ہیں جن کے تقویٰ اور نیکی کی گواہی خود رسول اللہ ﷺ نے دی آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ عبداللہ اچھا انسان ہے کاش یہ رات کو عبادت کرے۔ تو اس کے بعد سے حضرت عبداللہ رات کو بہت کم سوتے اور اس گواہی نے انہیں متقین کی صف میں شامل کردیا۔

ان کے چچا زید بن خطاب ہیں جو متقی سردار مجاہد اور شہید ہیں جن کے بارے

میں حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ "یہ مجھ سے پہلے اسلام لائے اور مجھ سے پہلے شہید ہوئے اور یہ بھی فرمایا کہ جب بھی باد صبا چلتی ہے مجھے زید کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔

ان کی پھوپھی فاطمہ بنت خطاب ہیں جو ایمان کے آنگن میں سب سے پہلے داخل ہونے والی خواتین میں سے ہیں۔ اپنے شوہر سعید بن زید جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں کے ساتھ ایمان لائیں۔

پاکیزہ پرورش...... اس یکتا جماعت میں حضرت حفصہؓ کی پرورش ہوئی۔ جب مکہ نور اسلام سے چمکا تو ان کے والد بھی سابقین اولین کے قافلے میں شامل ہو گئے اور نور ایمان حاصل کر لیا ان کے اسلام لانے سے فرشتے تک خوش ہوئے ان کا اسلام قبول کرنا اسلام اور مسلمانوں کے لئے شہادتیں ادا کرنے کے ساتھ ہی برکت کا پیغام ثابت ہوا۔

حضرت حفصہ کی نشوونما معرفت کی محبت پر ہوئی اور یہ علم وادب کے چشموں سے حسب استطاعت سیراب ہوئیں حتیٰ کہ قریشی خواتین میں فصیح شمار کی جانے لگیں اور نہوں نے لکھنا حضرت شفاء بنت عبداللہ العدویہ سے سیکھا۔

جب یہ جوان ہوئیں اور نسوانیت کامل ہوئی تو ان کا نکاح خنیس بن حذافہ بن قیس السھمی سے ہو گیا اور خنیسؓ بھی سابقین اولین میں سے ہیں یہ رسول اللہ ﷺ کے دار الارقم[1] منتقل ہونے سے قبل حضرت ابو بکرؓ کی دعوت پر مسلمان ہو گئے تھے۔

صبر کرنے والی مہاجر خاتون...... جب مسلمانوں پر قریش کے مظالم بڑھ گئے تو حضرت خنیسؓ بھی حبشہ ہجرت کرنے والوں کے ساتھ ہجرت کر گئے اور پھر مکہ لوٹے اور حضرت حفصہؓ کے ہمراہ مدینے ہجرت کی یہ حضرت رفاعہ بن عبد المنذرؓ کے ہاں قیام پذیر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں حضرت ابو عبس بن جبرؓ کا بھائی بنایا۔ اس طرح حضرت خنیس دو ہجرتوں والے صحابی ہیں۔

---

[1] دیکھئے طبقات ابن سعد صفحہ ۳۲۹ / ۳

[2] یہاں مبارک یادوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے جو حضرت حفصہ کے اعزازات میں سے ہے کہ ان کے گھر کے سات افراد غزوۂ بدر میں شریک تھے اور انہیں سخت شدت کا سامنا کرنا پڑھا۔ ان کے والد عمر ان کے چچا زید، شوہر خنیس تین ماموں عثمان عبداللہ اور قدامہ، ماموں زاد بھائی سائب بن عثمانؓ

جب غزوۂ بدر ہوا تو قبیلہ بنو سہم کے افراد میں سے صرف حضرت خنیس غزوہ میں شریک ہوئے تو یہ بھی اللہ کا کلمہ بلند کرنے والے مجاہدین شہسواروں میں سے تھے اور بے جگری سے لڑے اور ان کے جسم میں شدید زخم آئے لیکن یہ زخمی ہونے کے باوجود آخر دم تک لڑے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح ونصرت سے سرفراز فرمایا۔ جب مسلمان مدینہ منورہ لوٹے تو حضرت خنیس زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے انتقال کر گئے۔ آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر رضی اللہ عنہ عین جوانی میں بیوہ ہو گئیں اور انہیں اپنے شوہر کی وفات کا شدید رنج ہوا جس کے آثار ان کے چہرے کے حسن پر دیکھے جاسکتے تھے۔ لیکن انہوں نے صبر اور ایمان کے ساتھ سے اس غم کو سہا اور ان کے والد ان کے پاس آتے اور ان کے غم اور الم کو ہلکا کرنے کی کوشش کرتے اور اپنی محبت اور شفقت سے ان کی رعایت کرتے اور انہیں اپنے احساس فراست اور شعور سے یہ اندازہ ہو چلا تھا کہ یہ بیٹی بڑی شان والی قرار پائے گی۔ اور کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

متیقظ العزمات مذنهضت به
وہ حقوق و فرائض کے لئے بیدار ہے جب سے اٹھے اسے لے کر

عزماته نحوالعلی لم یقعه
اس کے حقوق فرائض بلندی کی طرف وہ نہیں بیٹھا۔

ویکاد من نورالبصیره ان یری
اور اس کے نور بصیرت سے بہت دیکھے جاسکیں گے۔

فی یومه فعل العواقب فی غد
اس کے آنے والے کل کے افعال کے انجام آج ہی کے دن

<u>اھل خیر کے ساتھ</u>...... حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بافضیلت عبادت گزار، اور متقی خواتین میں سے تھیں اور ان یقین والی صابر خواتین میں سے تھیں جنہوں نے عبادت کے میدان میں بلند مثالیں قائم کیں ان کے والد اپنی صاحبزادی میں یہ صفات دیکھ کر بہت

خوش ہوتے مگر انہیں اپنی اس عبادت گزار بیٹی کا یہ حال دیکھ کر بہت دکھ ہوتا کہ وہ بچپنے کی عمر میں بیوہ ہو گئیں۔

وہ اپنے اردگرد نظر ڈالتے تو انہیں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے لائق لوگ نظر آتے اور ایک اھل خیر اور سابقین اولین کے علم بھی نظر آئے (یعنی حضرت عثمان) جو اپنی زوجہ حضرت رقیہؓ بنت رسول ﷺ کے انتقال کے بعد اکیلے رہ گئے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے ہاں تعزیت کرنے اور ان کے غم کو کم کرنے تشریف لے گئے اور اپنی بیٹی سے نکاح کی پیشکش بھی کر دی کہ اگر تم چاہو تو میں تمہارا نکاح حفصہ سے کر دوں گا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس بات پر غور کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ دن انتظار کیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملے اور انہوں نے بتایا کہ وہ ان دنوں میں شادی کا ارادہ نہیں رکھتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کا خیال ترک کر دیا پھر وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے بھی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ کی بات کی مگر وہ خاموش ہو گئے اور جواب نہ دیا۔ حضرت عمر انہیں چھوڑ کر اپنے رستہ پر چل دیئے ان دو واقعوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے کبیدہ خاطر ہوئے اور انہوں نے اپنا دل ٹوٹا محسوس کیا تو رسول اللہ ﷺ سے اپنے حال کا شکوہ کیا آنحضرت ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سمجھ گئے اور ایک شافی جواب دیا جو نہایت ٹھنڈا اور سلامتی والا تھا فرمایا کہ

حفصہ سے وہ شخص شادی کرے گا جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان اس عورت سے شادی کرے گا جو حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر ہے۔

اب عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص اور حفصہ سے بہتر خاتون کون ہو سکتی ہے۔ یہ دو سوال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذھن میں گردش کر رہے تھے اور انہوں نے اس بارے میں سوال بھی نہیں کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کے لئے رشتہ کا پیغام دے دیا اور وہ اُمّ المومنین بن گئیں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ [۱] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس رشتہ سے بڑی برکت حاصل ہوئی جس نے انہیں بلند مرتبہ پر فائز کر دیا۔ حضرت سعید بن مسیبؒ اس رشتہ

---

[۱] طبقات ابن سعد صفحہ ۱۸۲ / ۸ الاستیعاب صفحہ ۲۶۰ / ۴ سیر اعلام النبلاء صفحہ ۲۲۸ / ۲

کے بارے میں کہتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ایک دوسرے کے لئے منتخب فرمایا اور رسول اللہ ﷺ حضرت حفصہ کے لئے حضرت عثمان سے بہتر تھے اور آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت عثمان کے لئے حفصہ سے بہتر تھیں۔[۱]

جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی کرائی۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان سے ملے اور بڑا لطیف اعتذار پیش کیا فرمایا کہ

شاید تم مجھ سے ناراض ہو کہ تم نے مجھے حفصہ رضی اللہ عنہا کے رشتے کی پیشکش کی اور میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہاں" تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہاری پیشکش قبول کرنے میں مجھے کوئی مانع نہ تھا لیکن مجھے معلوم تھا کہ آنحضرت ﷺ کا ارادہ حفصہ سے رشتہ کرنے کا ہے لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کا راز افشاء کرنا درست نہ سمجھا لیکن اگر آپ ﷺ منع کر دیتے تو میں رشتہ ضرور قبول کر لیتا۔[۲]

رسول اللہ ﷺ نے 3 ھ میں غزوۂ احد سے پہلے حضرت حفصہ سے نکاح کیا اور چار سو درھم مہر مقرر فرمایا اور یہ بہت بڑا اکرام اور احسان تھا حفصہ اور ان کے والد پر ہم یہاں ایک بات بتانا مناسب سمجھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی صاحبزادی کا رشتہ کفو اور اھل خیر پر پیش کرنا یہاں خیر کی کنجی ہے اور برکت کا باب اور ایک پاکیزہ سنت بھی ہے۔ اس شادی کی برکات میں سے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ایک عنوان قائم کیا ہے۔

"کسی انسان کا اپنی بیٹی یا بہن کا رشتہ اھل خیر پر پیش کرنے کا بیان۔[۳]

اور یہ محاسن پڑھے جاتے رہیں گے اور اھل خیر اس کی اقتداء کرتے رہیں گے جب تک اللہ چاہے۔

حضرت حفصہ اور دوسری اُمّہات المومنین...... حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو دوسری

۱۔ طبقات ابن سعد صفحہ ۸۳/۸ ۲۔ 3۔ صحیح بخاری صفحہ ۱۸/۷
۳۔ صحیح بخاری صفحہ ۱۷/۷ کتاب النکاح

ازواج مطہرات رسول ﷺ کے مابین حیرت انگیز مرتبہ حاصل تھا۔ حضرت عائشہ ان کے بارے میں فرماتی ہیں کہ "یہی وہ خاتون ہیں جو ازدواج مطہرات میں سے میری برابری کرتی تھیں۔"[1]

اسی طرح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک بھی ان کے شایان شان مرتبہ حاصل تھا۔ یہ آنحضرت ﷺ کی پانچ قریشی ازواج میں سے ایک تھیں۔ جن کے نام یہ ہیں عائشہ حفصہ، اُمّ حبیبہ، اُمّ سلمۃ، سودہ بنت زمعہ[2] رضی اللہ عنہن

اور پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ان نیک اور بہتر خواتین میں سے تھیں جو نہایت احسن طریقے سے عبادت کیا کرتی تھیں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کثرت صوم و صلوٰۃ سے معروف تھیں اور یہ دونوں صفات عبادت کی اعلیٰ اور اہم منزلیں ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے بھی ان صفات کی حامل خواتین کو نکاح کے لئے اختیار کرنے پر ابھارا ہے لہذا فرمایا "دین دار خاتون کو تلاش کرو۔"

اور اسی لئے ہر دور اور قریب والا حضرت حفصہ کی عبادت اور نیکی کی فضیلت کو پہچانتا تھا۔ اور اپنی ازدواجی زندگی میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی کو چاہتی رہیں اور اس معاملے میں وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس معاملے میں ایک دل چسپ واقعہ نقل کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے میں نے ان کے لئے کھانا تیار کیا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی تیار کیا اور میرے بھجوانے سے پہلے وہاں پہنچا دیا تو میں نے باندی سے کہا کہ جلدی سے جاؤ اور ان کے برتن کو گرا دو تو وہ پیالہ رکھے جانے کے قریب تھا کہ باندی نے اسے گروا دیا۔ اور کھانا بکھر گیا تو نبی کریم ﷺ نے اس کھانے کو جمع کیا اور سب نے اس کھانے کو کھایا اور پھر میرا پیالہ لے کر اسے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بھجوا دیا اور فرمایا کہ یہ برتن تمہارے برتن کے بدلے میں رکھ لو اور جو اس میں ہے وہ کھا لو۔[3]

یہ بات کسی کو نہ بتانا...... نبی کریم ﷺ اپنے گھر میں اپنی ازواج کے ساتھ ایک انسان

[1] دیکھئے سیر اعلام النبلاء صفحہ ۲۲۷/۲

[2] تاریخ الاسلام ذہبی صفحہ ۵۹۳/۱ [3] دیکھئے حیات الصحابہ صفحہ ۵۳۶/۲

اور رسول ہی کی طرح زندگی بسر کرتے تھے اور ان کے ساتھ بقول حضرت عائشہ ؓ کے سب سے زیادہ نرم خو معزز ترین ہنس مکھ اور متبسم شخص تھے۔[۱]

لیکن ازواج مطہرات کی زندگی بعض بشری پہلوؤں سے خالی نہ تھی اور ان کے باعث انہیں غیرت ، سبقت اور اس کے مشابہ باتیں کبھی کبھی لاحق ہو جاتی تھیں اور اسی لئے نبی حبیب ﷺ اپنے امور کو تربیت الٰہی کے ساتھ اپنے گھر والوں ازواج اور اصحاب اور امت کے ساتھ بخوبی حل فرماتے اور سب کے ہاتھوں اسے پایۂ تکمیل تک پہنچاتے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حفصہ ؓ پر کبھی کبھی غیرت غالب آجاتی تھی اور ایسا ہوا کہ انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ حضرت زینب بنت جحش ؓ کو زیادہ وقت دے کر ترجیح دے رہے ہیں یا آپ اپنی اُمّ ولد ماریہ کے ساتھ خلوت میں ہوتے ہیں تو غیرت نے انہیں حضرت عائشہ ؓ کا تعاون حاصل کرنے پر لگایا تا کہ ان دونوں خواتین سے آپ ﷺ کے دل کو دور کریں لیکن اللہ تعالیٰ نے مبارک آیات نازل فرما کر اس میں ان دونوں اور دوسری ازواج مطہرات کے لئے تعلیم اور رسول اکرم ﷺ کے لئے تائید نازل فرمائی اور یہ ایک حکمت بھرا درس تھا جس نے اُمّہات المومنین کے دل سے نام نہاد غیرت و نخوت کو دور کر دیا۔

امام بخاریؒ نے اپنی سند سے اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ حضرت زینب ؓ بنت جحش کے پاس شہد پینے کے لئے کچھ دیر ٹھہر جایا کرتے تھے تو میں نے اور حفصہ نے یہ مشورہ کیا کہ آپ ﷺ ہم میں سے جس کے پاس تشریف لائیں وہ آپ سے کہے گی کہ آپ نے[۲] مغاغیر کھایا ہے اور مجھے آپ کے دہن مبارک سے معاصیر کی بو آرہی ہے (تو ایسا ہی کیا گیا) تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ نہیں! لیکن میں نے (حضرت) زینب ؓ کے ہاں شہد ضرور پیا ہے لیکن اب ہرگز نہیں پیوں گا اور میں اس بات پر حلف اٹھاتا ہوں اور تم یہ بات کسی کو بھی نہ بتانا۔[۳]

---

۱ اس حدیث کو علامہ سیوطی نے جامع الصغیر میں نقل کیا ہے۔
۲ مغافیر ایک میٹھا گوند ہے جس کی بو کریہہ ہوتی ہے۔
۳ صحیح بخاری صفحہ ۱۹۴/۶ تفسیر قرطبی صفحہ ۱۸/ ۱۷۷ الدر المنثور ص ۲۱۳/ ۸

حضرت حفصہ ؓ اس بات کو چھپانہ سکیں اور رسول اللہ ﷺ کی نصیحت پر عمل کرنا بھول گئیں اور اپنی ہمراز حضرت عائشہ ؓ کو یہ بات بتادی اور یہ گمان کیا کہ شاید اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے نقل کیا ہے کہ

میں نے حضرت عمر ؓ سے پوچھا کہ وہ دونوں عورتیں کون تھیں۔ جنہوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ تو آپ نے بتایا کہ "عائشہ ؓ اور حفصہ ؓ تھیں اور یہ واقعہ حضرت ماریہ ؓ کی وجہ سے پیش آیا کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حفصہ کے گھر میں حضرت ماریہ ؓ سے خلوت میں ملاقات کی۔ اور حضرت حفصہ ؓ نے دیکھ لیا اور آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ آج آپ نے میرے ہاں ایسا کام سرانجام دیا ہے جو اور کسی زوجہ کے ہاں نہیں کیا اور میرے دن میرے گھر اور میرے فراش پر کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس سے خوش نہیں ہوگی کہ میں اس سے ملنا حرام کرلوں اور اس کی قریب بھی نہ جاؤں۔ تو حفصہ ؓ بولیں کیوں نہیں۔ تو آپ ﷺ نے اسے حرام قرار دے دیا اور فرمایا "اس بات کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔" اور انہوں نے حضرت عائشہ ؓ سے اس کا ذکر کردیا تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بتادی[1] جب رسول اللہ ﷺ کو راز کے افشاء کا علم ہوا تو بہت ناراض ہوئے اور بیویوں سے ایک ماہ کے لئے جدا ہوگئے۔

<u>کیا تم رسول اللہ ﷺ سے بحث کرتی ہو</u>...... سیدنا عمر بن خطاب ؓ اس بات کا تصور بھی نہیں کرسکتے تھے کہ کوئی عورت اپنے شوہر سے بحث کرے یا کسی معاملہ میں اس کی بات کو رد کرے) تو وہ اپنی بیٹی حفصہ کے بارے میں کیسے سوچ سکتے تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بحث کرے (یا ان کی بات رد کرے) اور رات تک ان سے دور رہے۔

یہ کیا ہوگیا۔ اور ان کی حیرت اس وقت بڑھ گئی جب حضرت حفصہ ؓ نے اس بات کا اقرار بھی کیا۔ اس واقعہ کو حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے حضرت عمر ؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم قبیلہ قریش والے عورتوں پر غالب تھے اور جب

---

[1] الدر المنثور صفحہ ۸/۲۱۴

مدینے آئے تو ایسی قوم سے واسطہ پڑا جن کی عورتیں مردوں پر غالب تھیں تو ہماری عورتیں بھی ان سے سیکھنے لگیں۔ ایک دن میں اپنی بیوی پر غصہ ہوا وہ کسی معاملہ میں مجھ سے الجھ رہی تھی تو میں نے اس کی بحث کو ناپسندی کیا تو اس نے مجھے کہا کہ تم کیا اسے عجیب سمجھ رہے ہو۔ خدا کی قسم! نبی ﷺ کی ازواج بھی ان سے الجھ پڑتی ہیں اور ان میں سے ایک تو ان سے رات بھر دور بھی رہتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں چلا اور حضرت حفصہ کے پاس آیا اور میں نے اسے کہا کہ کیا تم رسول اللہ ﷺ سے بحث کرتی ہو۔ اس نے کہا جی ہاں! میں نے کہا اور تم سے میں کوئی رات بھر انہیں چھوڑے رکھتی ہے۔ اس نے کہا جی ہاں! میں نے کہا کہ جو کوئی ایسا کرتے ہیں وہ تباہ ہو گا اور نقصان اٹھائے گا۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات سے مامون ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے اپنے رسول ﷺ کی ناراضگی پر ناراض ہو جائے اور وہ عورت ہلاک ہو جائے۔ تم رسول اللہ ﷺ سے بحث نہ کیا کرو اور پوچھ گچھ نہ کیا کرو جو تکلیف ہو مجھے بتاؤ! اور تمہیں یہ بات دھوکے میں نہ ڈالے کہ تمہاری سوکن تم سے زیادہ خوبصورت ہے یا آپ ﷺ کو زیادہ پسند ہے (مراد حضرت عائشہ تھیں) یہ تھے حضرت عمر، بہترین باپ اور بہترین ناصح!

اگر میں نہ ہوتا تو وہ تجھے طلاق دے دیتے...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک انصاری پڑوسی تھا جس نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں سے دور ہو گئے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حفصہ فیل ہو گئی اور نقصان میں پڑ گئی اور مجھے شک تھا کہ ایسا ہو گا۔ پھر آپ نے کہا کہ حفصہ اور عائشہ کی ناک خاک آلود ہو۔ اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے (یہ حجاب نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے) پھر انہیں نصیحت کی اور خوب ڈرلیا اور اپنی صاحبزادی کے پاس آئے اور خوب ڈانٹا اور سخت سُست کہا اور ان سے گویا ہوئے کہ خدا کی قسم مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تجھ سے محبت نہیں کرتے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ تجھے طلاق دے دیتے۔ پھر آپ انہیں روتا چھوڑ کر وہاں سے نکل آئے اور پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف چلے آپ ﷺ ایک بالاخانے پر تھے جس پر سیڑھیوں سے جانا پڑتا تھا وہاں دروازے پر ایک غلام تھا جس کا نام رباح تھا۔ تو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا اے رباح! میرے لئے رسول اللہ ﷺ سے اجازت لو اور انہوں نے بار بار اجازت مانگی مگر رباح کوئی جواب نہ لایا تو انہوں نے زوردار آواز میں کہا کہ رباح میرے لئے رسول اللہ سے اجازت لو میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ ﷺ یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں حفصہ کی وجہ سے آیا ہوں خدا کی قسم اگر آپ ﷺ مجھے حکم دیں تو میں اس کی گردن اڑا دوں تو آپ ﷺ نے رباح کو اشارہ کیا اس نے کہا کہ اندر داخل ہو جاؤ تمہیں اجازت مل گئی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور آپ ﷺ کو منانے اور دلداری کرنے کی کوشش کرتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ مسکرا دیئے پھر پوچھا کہ کیا آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں! تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا اور پھر اپنی اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ہونے والی گفتگو کا حال بتایا۔ آنحضرت ﷺ دوبارہ مسکرائے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مسکراتے دیکھا تو انہوں نے بیٹھنے کی اجازت لی اور پوچھا کیا میں بیٹھ جاؤں۔ تو آپ نے فرمایا کہ "ہاں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور اس حجرے کی حالت دیکھی کہ آپ ﷺ ایک بوریئے پر لیٹے ہیں اور آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا تکیہ ہے جس میں پتے بھرے ہوئے ہیں اور بوریئے کے نشان آپ کی کمر پر واضح ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر رونے لگے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیوں رو رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ قیصر و کسریٰ اتنی عیش و عشرت میں آپ تو اللہ کے رسول ہیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت ہو[۱]۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اے ابن خطاب شک میں ہو۔ یہ وہ قوم ہے جن کو دنیا کی زندگی میں ہی ان کی آسائشیں دے دی گئی ہیں۔[۲]

اور نبی کریم ﷺ نے اس بات کی قسم کھائی تھی کہ وہ ایک مہینے تک اپنی ازواج کے پاس نہیں آئیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اس بات پر ناراضگی ظاہر کی اور آپ کی ازواج کی تحذیر کے لئے یہ ارشاد نازل فرمایا کہ

اے نبی! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے آپ (قسم کھا کر) اس

۱ے بخاری صفحہ ۱۹۶ / ۶ تفسیر قرطبی صفحہ ۱۹۱ / ۱۸

۲ے الدر المنثور صفحہ ۲۲۱ / ۸ وحیات الصحابۃ صفحہ ۶۸۳ / ۲

کو اپنے اوپر کیوں حرام فرماتے ہیں (پھر وہ بھی) اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کیلئے تمہاری قسموں کا کھولنا (یعنی توڑ کر اس کے کفارہ کا طریقۂ کار) مقرر فرمادیا ہے اور اللہ تمہارا کارساز ہے وہ بڑا جاننے والا ہے۔ اور جب کہ پیغمبر ﷺ نے اپنی کسی بی بی سے ایک بات چپکے سے فرمائی۔ پھر جب اس بی بی نے وہ بات (دوسری بی بی کو) بتلادی اور پیغمبر کو اللہ نے (بذریعہ وحی) اس کی خبر دی تو پیغمبر نے اس کو تھوڑی سی بات جتلادی اور تھوڑی سی ٹال گئے۔ موجب پیغمبر نے اس بی بی کو بات جتلائی تو وہ کہنے لگی کہ آپ کو اس کی کس نے خبر دی۔ آپ نے فرمایا مجھ کو بڑے جاننے والے (یعنی خدا نے) خبر کردی۔ اے پیغمبر کی دونوں بیویو! اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کرلو تو تمہارے دل مائل ہو رہے ہیں۔ اور اگر اسی طرح پیغمبر کے مقابلے میں تم کارروائیاں کرتی رہیں تو (یاد رکھو کہ) پیغمبر کا رفیق اللہ ہے اور جبریل ہے اور نیک مسلمان ہیں اور (ان کے علاوہ) فرشتے (آپ کے) مددگار ہیں اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلے ان کو تم سے اچھی بیویاں دے دے گا جو اسلام والیاں ایمان والیاں فرمانبرداری کرنے والیاں توبہ کرنے والیاں عبادت کرنے والیاں روزہ رکھنے والیاں ہوں گی کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں۔ (سورۂ تحریم آیت نمبر 1-5)

تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی قسم کا کفّارہ ادا کیا اور آپ کی ازواج نے اللہ اور اس کے رسول کے سامنے توبہ کی[1] اور خلوص اور استقرار کی زندگی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور دوسری ازواج کی طرف عود کر آئی پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو ناراض کرنے والا کوئی عمل نہیں کیا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ رفیق اعلیٰ کی طرف منتقل ہوگئے اور وہ ان سے اور اپنی دیگر پاکدامن ازواج سے راضی تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے رحمت...... ہم نے ملاحظہ کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی صاحبزادی ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیسا رویہ تھا وہ اپنے اسی پاکیزہ کردار کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و محبت میں اونچے مرتبے پر پہنچ گئے تھے اور اللہ کی

---

[1] دیکھئے تفسیر قاسمی۔ قرطبی الدرالمنثور

رحمت کے مستحق بنے۔ مختلف کتب میں یہ واقعہ درج ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہ ؓ کو طلاق دے دی جب یہ خبر حضرت عمر ؓ تک پہنچی تو انہوں نے اپنے سر پر مٹی ڈال لی اور کہا کہ اللہ کی نظر میں عمر اور اس کی بیٹی کی کوئی وقعت نہیں۔ دوسرے دن ہی حضرت جبریل نازل ہوئے اور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ "اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ عمر پر مہربانی (رحمت) کیلئے حفصہ سے رجوع کر لیں۔[1]

حضرت حفصہ ؓ اور حضرت عمر ؓ......رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت حفصہ ؓ خانہ نشین ہو گئیں اور علم اور فقہ کا ایک مرکز بن گئیں۔ اور عہد صدیقی میں یہ عظمت اور قدر و منزل کے اونچے مقام پر فائز تھیں۔

جب حضرت عمر ؓ خلافت کے والی بنے تو حضرت حفصہ ؓ اللہ سے کئے عہد کو تھامے ہوئے تھیں انہوں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ وہ امیر المومنین کی صاحبزادی ہیں۔ اور حضرت عمر ؓ اور حفصہ ؓ کا عظیم کردار ہے جو ان کے زھد اور دنیا سے مکمل اعراض کی دلیل ہے اسی طرح ان دونوں حضرات کے دلی خلوص پر مشیر ہے اور حضرت حفصہ کا اللہ تعالیٰ کی رضاء اور نبی کریم ﷺ کی ھدایت کے اتباع سے تعلق پر بھی دلیل ہے اس قسم کی ایک روایت ہے کہ

حضرت عمر ؓ حضرت حفصہ ؓ کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے ان کے سامنے ٹھنڈا سوپ یا شوربا اور روٹی لا کر رکھی اور شوربے میں زیتون کا تیل ملا دیا تو حضرت عمر ؓ نے فرمایا دو سالن ایک برتن میں۔ میں تو مرتے دم تک نہ چکھوں گا۔[2]

معزز قارئین کے ذہن میں یہ بات نہیں آنی چاہئے کہ اُمّ المومنین حضرت حفصہ ؓ زھد کی حقیقت سے ناواقف تھیں! بلکہ یہ عمل انہوں نے اپنے والد کے اکرام کے لئے کیا تھا۔

اُمّ المومنین حضرت حفصہ ؓ اپنے والد کی سخت زندگی کو دیکھتی تھیں تو ایک دن انہوں نے کہا اے امیر المومنین اگر آپ اپنے کپڑوں سے کچھ نرم کپڑے پہنیں اور

---

[1] سیر اعلام النبلاء صفحہ ۲۲۹/۲، الاستیعاب صفحہ ۲۶۱/۲، الاصابہ صفحہ ۲۵۶/۴

[2] دیکھئے طبقات ابن سعد صفحہ ۲۷۷

اس کھانے سے نرم کھانا کھائیں۔ تو مناسب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رزق میں وسعت دی ہے اور خیر زیادہ فرمادی ہے۔

حضرت عمر نے جواب میں فرمایا کہ میں خود تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ کی سخت زندگی یاد نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں بار بار یاد دلاتے رہے حتیٰ کہ حضرت حفصہ کو رلادیا اور پھر فرمایا جہاں تک میری کوشش ہوگی میں ان دونوں حضرات کی اس سخت زندگی کی اتباع کروں گا شاید اس طرح میں ان کی آسان اور پر آسائش زندگی (جنت کی زندگی) میں ان کا شریک بن جاؤں۔ دونوں حضرات سے مراد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

<u>حضرت حفصہ کا علم اور فقہ</u>...... حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا علم فقہ اور تقویٰ سے معروف تھیں اور انہی صفات نے انہیں رسول اللہ ﷺ نے نزدیک بڑے محترم مقام پر فائز کر دیا تھا اور یہ اپنے مرتبہ کو خلافت راشدہ خصوصاً اپنے والد کی خلافت میں ملحوظ رکھتی رہیں اور کئی مرتبہ ان کی آراء اور احکام فقہیہ کو معتبر مانا گیا۔ ان سوالوں میں سے ایک سوال یہ تھا کہ عورت اپنے شوہر سے کتنے عرصے دور رہ سکتی ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ چھ یا چار مہینے۔[1]

اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بے شمار صحابہ کے لئے حدیث کے معاملے میں مرکز و مرجع تھیں اور خود ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان سے رسول اللہ ﷺ کے گھر میں ہونے والے اپنی اعمال کے بارے میں معلومات حاصل کیا کرتے۔ اور مزید یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ازواج رسول ﷺ میں سے قرآن کے جمع کے لئے چنا۔ اس لئے کہ یہ قرآن کی حافظہ بھی تھیں اور شاید سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انہیں چُننا ان کی صفات کی وجہ سے تھا جس میں انہوں نے تقویٰ علم اور روزے داری کو جمع کیا تھا۔ اس کے علاوہ یہ اپنے وقت میں پڑھنے کی ماہر بھی تھیں اور اس وقت مردوں میں سے بھی بہت کم لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے تو عورتوں کو کیسے آتا۔ اس لئے حضرت اُمّ المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی ایک ذہین

---

[1] دیکھئے حیات الصحابہ صفحہ ۴۷۶ / الدر المنثور صفحہ ۶۵۲ / ۱

شاگرد تھیں جنہوں نے لوگوں کو بہت سے احکام بنویہ نقل کر دیئے۔

قرآن کی محافظ..... قیامت تک اُمّ المومنین حضرت حفصہ ﷞ کی ایک امانت مسلمانوں کی گردنوں پر رہے گی جب بھی ہم کوئی آیت پڑھیں گے ہمیں ان کی اس قرآن کی اپنے گھر میں حفاظت کی فضیلت یاد آئے گی۔

اسی طرح ہم ان کے والد حضرت عمر ﷜ کے اس احسان کو نہیں بھول سکتے۔ جنہوں نے مرتدین کے خلاف میں حفاظ کی کثرت سے شہادت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق ﷜ کو مشورہ دیا کہ قرآن کریم جمع کیا جائے اور حضرت ابو بکر ﷜ نے اس مشورے سے اتفاق کیا اور انہوں نے حضرت زید بن ثابت ﷜ انصاری کے ذمہ لگایا اور فرمایا کہ تم ایک جوان اور سمجھدار آدمی ہو اور تم وحی لکھتے بھی رہے ہو لہٰذا اب قرآن کے اوراق تلاش کر کے جمع کرو۔ [1]

اللہ تعالیٰ نے حضرت زید ﷜ کا سینہ کھول دیا اور وہ اس مشکل کام کو کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور فرماتے ہیں کہ "جب مجھے حضرت ابو بکر ﷜ نے حکم دیا تو میں نے قرآن کو جمع کرنا شروع کیا جو چمڑے کے ٹکڑوں تختیوں اور پتھروں کا لکھا ہوا تھا جب حضرت ابو بکر ﷜ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمر ﷜ خلیفہ ہوئے میں نے قرآن کو ایک الگ صحیفہ کی صورت میں لکھ لیا تھا اور وہ ان کے پاس رہا۔ [2]

پھر حضرت عمر ﷜ نے اس عظیم امانت کو حفاظت کے لئے اُمّ المومنین حضرت حفصہ ﷞ کے سپرد کر دیا اور یہ نسخہ انہی کے پاس رہا حتیٰ کہ دور عثمانی ﷜ میں مصحف کی کتابت شروع ہوئی اور اس کا سبب اھل عراق اور شام کے مابین قرأت کا اختلاف بنا۔ حضرت حذیفہ بن یمان نے اس اختلاف کی خبر حضرت عثمان ﷜ تک پہنچائی تو انہوں نے فوراً مصحف کی کتابت کی طرف توجہ فرمائی۔ اور حضرت حفصہ ﷞ کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ مصحف ہمارے پاس بھیج دیں ہم اس سے دوسرے مصاحف کی نقل اور تصحیح کر کے آپ کو واپس دے دیں گے اور پھر دوبارہ حضرت زید بن ثابت ﷜ کو بلوایا اور مزید تین حضرات عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن

---
[1] دلائل النبوۃ بیہقی صفحہ ۱۴۹/ ۷ [2] الحلیۃ صفحہ ۵۱/ ۲ الاتقان صفحہ ۱۸۶/ ۱

حارث بن ھشام جو فصحاء قریش میں سے تھے ان کی کمیٹی بنا کر حضرت کو ان کا امیر مقرر کر دیا اور ان سب کی ذمہ داری لگائی کہ وہ دوسرے نسخوں میں نقل کریں۔

جب دوسرے نسخے تیار ہو گئے تو یہ نسخے مختلف جگہوں میں بھیج دیئے گئے اور حضرت حفصہ ؓ قرآن کی محافظ کو ان کا نسخہ واپس کر دیا یا تو ان کے اس عمل مبارک پر انہیں ثناء اور تقدم حاصل ہے اور اب قرآن آخر زمانہ تک باقی رہے گا اور اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو گی جیسا کہ خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

(سورۂ فصّلت آیت نمبر ۴۲)

اُمّ المومنین حضرت حفصہ ؓ کے مصحف کے بارے میں انہوں نے اپنے بھائی عبداللہ بن عمر ؓ کے لئے وصیت فرمائی اور جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت عبداللہ نے اسے ان کے اھل خانہ کے پاس بھیج دیا پھر انہیں غسل دیا گیا۔[1]

حضرت اُمّ المومنین حفصہ ؓ کی خصوصیات میں ان کا قرآن کریم کا مسلم، اس کا حفظ اور احادیث رسول ﷺ کی روایت اور جمع کرنا بھی شامل تھا۔ اور صحابہ کرام اور تابعین ان کے پاس موجود حدیث نبوی سننے کے لئے مشتاق رہتے تھے۔ انہوں نے ساٹھ احادیث روایت کی ہیں صحیحین میں ان کی چار احادیث متفق علیہ ہیں اور مسلم میں چھ احادیث منفرد ہیں۔[2]

اور ان سے روایت کرنے والے حضرت عبداللہ بن عمر (ان کے بھائی) ان کے صاحبزادے حمزہ بن عبداللہ ان کی زوجہ صفیہ بنت ابی عبید، ام بشر انصاریہ عبدالرحمٰن بن حارث وغیرہ ہیں۔[3]

حضرت حفصہ کی روایات میں سے ایک روایت وہ ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنی بہن حفصہ ؓ سے روایت کی ہے کہ

"رسول اللہ ﷺ فجر کے وقت مؤذن کے چپ ہونے کے بعد نماز کھڑی ہونے سے قبل دو رکعت مختصر پڑھا کرتے تھے۔[4]

۱۔ الحلیہ صفحہ ۵۱ / ۲ ۲۔ سیر اعلام النبلاء صفحہ ۲۳۰ / ۲ المجتبیٰ لابن الجوزی صفحہ ۹۳

۳۔ تہذیب التہذیب صفحہ ۴۱۰ / ۱۲ ۴۔ اسد الغابہ (ترجمہ نمبر ۶۹۴۵)

صوم و صلوٰۃ کی پابند...... حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا روزے کی حالت میں فوت ہوئیں۔ [1] حافظ ابو نعیم الاصبہانی نے ان کی سوانح کو یوں شروع کیا ہے۔

صوم و صلوٰۃ کی پابند اپنے نفس لوامہ کو ذلیل کرنے والی حفصہ بنت عمر بن الخطاب جو قرآن کے جمع کئے ہوئے نسخے کی وارث ہیں۔ [2]

"الصوامہ القوامہ" اس لقب کو حاصل کرنے حضرت اسماء رفعت شان کا اندازہ ہوتا ہے نماز روزہ اور فرمانبرداری عبادت کے اعلیٰ مراتب ہیں جن پر انسان دنیاوی زندگی میں کاربند رہتا ہے عبادت نفس کی تعمیر اور قلب کی اصلاح کر کے انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ کے لئے جوڑ دیتی ہے جو شخص ان صفات سے مزین ہو اسے مبارک ہو اور ان صفات پر اُمّ المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سختی سے کاربند تھیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے اس بلند درجہ حاصل کریں اور کامیاب ہوں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے ان کی زندگی میں تمام خیر حاصل کر لی تھیں اور آپ ﷺ کے مدرسہ میں پروان چڑھیں حتیٰ کہ ایک عالمہ، عابدہ، متقی، پرہیزگار بن گئیں اور ان کا تقویٰ ایمان کی خوشبو سے مہر زدہ تھا اور جبریل علیہ السلام نے اس کی تصدیق پر مہر ثبت کی کہ یہ صوامہ قوامہ، بہت روزے رکھنے والی اور نماز پڑھنے والی خاتون ہیں۔ [3]

ہم اگر یہ کہیں کہ اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی زندگی اپنے حقائق اور تفصیل کے اعتبار سے رسول کریم ﷺ کی زندگی کی عملی تصویر تھی" تو یہ مبالغہ نہ ہوگا۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کو ان کا پڑھنے لکھنے کی معرفت بڑھاتی ہے جس نے انہیں قرآن کی حافظہ اور محافظ بنا دیا تھا۔

اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام ان کے فضائل کے معترف تھے اور ان کے لئے انسانی تاریخ اور ہر وہ شخص جو حق کو پہچانتا ہے جہاں بھی ہو اس بات کی گواہی دیتا ہے اور ان کی فضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ

---

[1] الاصابہ صفحہ ۲۶۵

[2] الحلیۃ صفحہ ۵۰ / ۲

[3] سیر اعلام النبلاء صفحہ ۲۲۸ / ۲

یہ اپنے (بافضیلت) باپ کی (بافضیلت) صاحبزادی ہیں۔
اور اس ارشاد میں ان کی فضیلت اور قدرومنزلت کی طرف واضح اشارہ ہے۔

ایک فصیح ادیبہ...... حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا اور اپنا صبح و شام مشغلہ اسی کو بنالیا تھا اور پھر اسے مشغلہ کو ادب نبوت سے مزین کیا اور پھر ان دونوں مبارک منبع سے اپنے ادب فصاحت اور علم کو سیراب کیا۔ یہ ایسی بلاغت کی مالک تھیں جو کلام کے پیشانی پر ان کے تمکن کا پتہ دیتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خنجر کے وار سے زخمی ہوئے تو اس وقت ان کا کلام ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتی ہیں کہ

ابّا جان! آپ کو اپنے رب کے پاس جانے سے رنج نہیں اور نہ ہی کوئی آپ کا (فضائل میں) ہمسر ہے اور میرے پاس آپ کے لئے بشارت موجود ہے۔ اور آپ کا بہترین شفاعت کنندہ آپ کا عدل و انصاف ہے۔ آپ کی سخت زندگی اور خواہشات سے عاری ہونے مشرکین اور مفسدین کو پکڑنے اور روکنے کے عمل کو آپ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہلکانہ سمجھیں۔[1]

آخری لمحات...... سن پینتالیس ہجری میں اُمّ المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ اور اپنے احبتہ سے جاملنے کے وقت کے قرب کو محسوس کر لیا اور شعبان کے ابتدائی دنوں میں اسی سال رفیق اعلیٰ سے جاملیں۔[2]

مدینہ کی گلیوں میں یہ خبر اڑ کر پہنچی کہ محافظ قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ دنیائے دار فانی سے رحلت کر گئیں اور صحابہ کرام ان کے جنازہ کی تیاری کے لئے پہنچنا شروع ہو گئے اور ان سب میں پہلے آنے والے حضرت ابو ھریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی نماز جنازہ اس وقت کے والی مدینہ مروان بن الحکم نے پڑھائی اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا ان کی قبر میں ان کے دو بھائی حضرت عاصم

---

۱ یہ قطعہ ادبیہ مکمل سیر اعلام النبلاء صفحہ ۲۷۵ پر ملاحظہ فرمائیں
۲ صفۃ الصفوۃ صفحہ ۴۰/۲ الطبقات صفحہ ۸۶/ ۸

اور عبد اللہ اور عبد اللہ کے تین بیٹے سالم، عبد اللہ، اور حمزہ رضی اللہ عنھم اترے۔

ان کے انتقال کے وقت ان کی عمر مبارک تریسٹھ سال تھی اور انہوں نے اپنے بھائی عبد اللہ بن عمر کو صدقہ اور مال کی وصیت فرمائی اور یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب نے اپنی وفات کے وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو صدقہ اور مال کی وصیت فرمائی تھی اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے اپنے بھائی کو یہی وصیت فرمائی۔[1]

جنت کی بشارت......

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

"جن لوگوں نے اچھے کام کیے ان کے لئے دنیا میں بہترین اجر ہے اور آخرت میں بھلائی والا گھر۔ اور متقین کا گھر البتہ بڑا بہترین ہے۔ (سورۃ النحل آیت نمبر ۳۰)

حضرت اُمّ المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا ان خواتین میں سے تھیں جن کی اچھائیاں مقدم ہیں اور ان خواتین میں سے ایک تھیں جو حقیقی عبادت کے مطلب کو پہچانتی تھیں یہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دل لگائے رکھتیں خوب ذکر کرتی تھیں تو رضاء الٰہی کے اسباب ان کے دل میں براجمان ہوگئے اور یہ دنیا کے مال و دولت سے محترز رہیں اس لئے کہ انہیں معلوم تھا کہ دنیا و آخرت کی کامیابی اھل ایمان کو حاصل ہوگی اور خاص طور پر اہل طاعت و استقامت کو اور اللہ تعالیٰ ان کی دنیاوی زندگی میں انہیں ایک مبارک پاکیزہ زندگی عطا کرتا ہے جس سے خشوع، رغبت اور خوف الٰہی کی خوشگوار ہوائیں چلتی ہیں اور آخرت میں ان کا استقبال مغفرت اور دار نعیم کے انعام کے ساتھ کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں اس کا ثمرہ موجود ہے کہ "جو لوگ دنیا میں اچھے کام کرتے ہیں ان کے لئے اچھا بدلہ اور مزید (انعام ہے) اور ان کے چہروں کو دھواں (آگ) اور ذلت پریشان نہیں کرے گی یہ لوگ اہلیان جنت ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے سورۂ یونس آیت نمبر ۲۶)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا میں ایسی صفات جمع تھیں جنہوں نے ان کو اہل جنت میں سے بنادیا اور انہیں جنت کی بشارت حاصل ہوئی۔ منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے

---

[1] الاستیعاب صفحہ ۲۶۱ / ۴

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک طلاق دے دی تھی پھر حضرت جبرئیلؑ نے نازل ہو کر رجوع کرنے کا حکم سنایا اور کہا۔"

حفصہ سے آپ رجوع کر لیں کیونکہ وہ بہت روزے رکھنے اور نماز پڑھنے والی ہے اور جنت میں آپ کی زوجہ ہے۔[1]

نبی کریم ﷺ سے یہ ارشاد بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ
میری اس دنیا کی بیویاں آخرت میں بھی میری بیویاں ہوں گی۔[2]

اور اس ارشاد میں آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے کہ آپ کی تمام ازواج مطہرات جنت میں انشاء اللہ آپ کے ساتھ ہی ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے راضی ہو جنہوں نے اللہ اور اسکے رسول ﷺ اور دار آخرت کو چاہا اور اللہ نے ان کے لئے اجر عظیم کا وعدہ کیا اور انہیں مقام امین پر پہنچایا اور اصحاب یمین میں ان کا نام درج فرمالیا۔

اس سے پہلے کہ ہم اپنی ماں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی معطر سیرت سے رخصت ہوں ہم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت کرتے ہیں۔

ان التمقین فی جنت و نھر فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر

بے شک متقین جنتوں اور نہروں میں ہوں گے سچے مقام پر ایک طاقتور بادشاہ کے پاس۔

---

[1] طبرانی میں یہ روایت ہے اور رواہ صحیح کے ہیں۔ دیکھئے مجمع الزوائد (ص ۲۴۵ / ۹) اسی طرح دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ص ۲۲۸ / ۲) الاستیعاب (ص ۲۶۱ / ۴) الاصابہ (ص ۲۶۵ / ۴) الحلیہ (ص ۵۰ / ۲) طبقات ابن سعد (ص ۸۴ / ۸)

[2] تفسیر الماوردی صفحہ ۳۰۵ / ۳